# قندِ فارسی

Qand-e-Farsi





مُرتّبہ

یاور عباس میر

# قندِ فارسی

(فوق لیسانس سالِ اول)

مُرتبہ

ڈاکٹر یاور عباس میر

# Qand-e-Farsi

ISBN: 978-93-5996-444-7

Compiled and Published by:

**Dr. Yawar Abass Mir**

Lecturer, Persian
Nawab Sher M Khan Institute,
Punjabi University, MalerKotla, Punjab
miryawarabass@gmail.com

**Printed by**
Educational Publishing House
Darya Ganj, New Delhi-02

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | قندِ فارسی |
| مُرتّب وناشر | : | ڈاکٹر یاور عباس میر |
| موضوع | : | ادبیاتِ فارسی |
| صفحات | : | ۳۰۰ |
| سالِ اشاعت | : | ۲۰۲۳ء |
| کمپوزنگ، فارمیٹنگ، سرورق | : | یاور عباس میر |
| طباعت | : | ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاوس، دریاگنج، نئی دہلی۔۲ |
| آئی ایس بی این | : | ۹۷۸-۹۳-۵۹۹۶-۴۴۴-۷ |
| قیمت | : | ۳۵۰/- |

==========================

**ملنے کا پتہ**

نواب شیر محمد خان انسٹی ٹیوٹ، پنجابی یونیورسٹی، مالیر کوٹلہ، پنجاب، +916005071004

# انتساب

فارسی زبان وادب کے عاشقوں

اور

اس کی ترویج میں کوشاں رہنے والوں کے نام

# فهرست



## بخشِ اول: نثر

### انتخاب از نثرِ فارسیِ جدید



### انتخاب از نثر فارسی کلاسیک



### انتخاب از ادبیات تصوف (نثر)

## بخش دوم: نظم



### انتخاب از شعر کلاسیک



# اظہار نظر

محترمہ ڈاکٹر روبینہ شبنم

بے حد خوشی کا مقام ہے کہ اس کتاب " قند فارسی " کے ذریعہ ہماری ایک دیرینہ خواہش اور نواب شیر محمد خاں انسٹی ٹیوٹ اور شعبۂ فارسی پنجابی یونیورسٹی کی ایک اہم ضرورت پوری ہوئی۔ نواب شیر محمد خان انسٹی ٹیوٹ مالیر کوٹلہ، پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ کا ایک اہم ادارہ ہے جس کی بنیاد ۱۹۸۸ء میں یہ سوچ کر ڈالی گئی تھی کہ اس میں فارسی، عربی اور اردو میں اعلیٰ تعلیم مہیا کی جائے۔ عربی اور اردو طلباء کے لئے یہاں مطلوبہ مواد تو فراہم تھا لیکن ایم. اے فارسی کے طلباء کے لئے نصاب کے مطابق ایسا خاطر خواہ اہتمام نہیں ہو پایا تھا جس سے اساتذہ کو پڑھانے اور طلباء کو بلا جھجھک سیکھنے کا موقع مل پاتا۔ ادارہ کی یوم تاسیس سے اب تک ایم. اے فارسی کے طلباء کو مختلف پرانی کتابوں اور فوٹو کاپیوں کی مدد سے پڑھایا جاتا رہا ہے، جن کی حصولیابی کے لئے طلباء کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا، جس میں بڑی مشکل یہ تھی کہ یہ پرانی شائع شدہ کتابیں اب بازار میں نایاب یا کمیاب ہونے کے سبب طلباء کو در بدر کی ٹھوکریں کھانا پڑتی تھیں۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اب طلباء و اساتذہ کو اس دھیان بھٹکانے والی اور بے ذوق کرنے والی مشکل سے نجات ملے گی۔

یہ بھی بڑی مسرت کی بات ہے کہ یہ کام ہمارے ہی ادارہ کے فارسی لیکچرار **ڈاکٹر یاور عباس میر** صاحب نے بے حد مشقت کے ساتھ انجام دیا ہے۔ مواد کی جمع آوری اور ترتیب کے ساتھ ساتھ کتاب کی ٹائپنگ، فارمیٹنگ، سرورق کی ڈیزائننگ اور دیگر تمام لوازمات عمدہ طریقہ سے خود انجام دے کر انہوں نے اپنی محنت، لگن اور ہمہ جہت صلاحیتوں کا بیّن ثبوت دیا ہے۔ اس عمدہ کارنامے پر میں انہیں دلی مبارکباد پیش کرتی ہوں اور دعا گو ہوں کہ وہ اسی طرح آئندہ بھی تعلیمی میدان میں بہترین خدمات انجام دیتے رہیں۔ مجھے پوری امید ہے کہ ہمارے عزیز طلباء، اساتذہ کرام اور فارسی کے شائقین اس کام سے خوش اور مستفید ہونگے۔

ڈاکٹر روبینہ شبنم
صدر و ایسوسی ایٹ پروفیسر
نواب شیر محمد خاں انسٹی ٹیوٹ
پنجابی یونیورسٹی، مالیر کوٹلہ، پنجاب

# مقدمہ

در تو پیدا فَرّ ما، فرهنگِ ما، آیینِ ما
از تو برپا، رایتِ دانایی و دانشوری
فارسی را پاس می‌داریم، زیرا گفته‌اند
قدرِ زَر، زرگر شناسد، قدرِ گوهر گوهری
دکتر حداد عادل

فارسی ادب اخلاق و آداب، علم و دانش اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے دنیا کے غنی ترین ادبیات میں شمار ہوتا ہے۔ اس ادب کو یہ افتخار حاصل ہے کہ اس کی کئی معروف شخصیات جیسے فردوسی، حافظ، رومی، سعدی، نظامی، عطار، خیام، خسرو ،اقبال وغیرہ نے پوری دنیا کو اپنے فکر و فن سے متاثر کیا ہے۔ فارسی زبان و ادب کی کم و بیش پچیس سو سالہ تاریخ میں ہمیں گوناگوں تاریخی، علمی و ادبی شہ پارے ملتے ہیں جن کی اہمیت و افادیت آج بھی باقی ہے۔ دنیا کی قدیم ترین تہذیب کی حیثیت سے فارسی زبان و ادب کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ قدیم ایرانی تہذیب میں موجودہ عراق ،ایران، افغانستان، تاجیکستان، ترکی اور جنوبی ایشیا کے کئی علاقے شامل تھے۔ غزنویوں نے وسطی ایشیا اور جنوبی ایشیا کے بہت سے علاقوں کو فتح کر کے فارسی کو اپنی دفتری و سرکاری زبان قرار دیا۔ فارسی زبان و ادب کے حوالے سے اس تہذیب میں برصغیر ہند و پاک بھی شامل ہے کیونکہ یہاں (ہندوستان میں) بھی تقریباً آٹھ سو سال تک دہلی سلاطین، بنگالی سلاطین، بہمنی اور مغل سلاطین کے دور میں فارسی کو دفتری زبان کی حیثیت حاصل رہی ہے اور اس سرزمین سے فارسی

کے کئی شہرت یافتہ ادیب ، شعرا اور موٴرخ پیدا ہوئے جن میں ابوالفرج رونی، مسعود سعد سلمان، تاج الدین رضا، حسن سجزی، امیر خسرو، نظامی نیشاپوری، شمس سراج عفیف، ضیاء الدین برنی، بیدل دہلوی، مرزا غالب اور علامہ اقبال وغیرہ جیسے سینکڑوں آفتاب شامل ہیں۔ بقول شاعر ؏

صدهزاران آفتاب و صدهزاران ماهتاب
می درخشد در میان آسمان فارسی

چنانچہ ہر دور میں آفتاب کی طرح روشن رہنے والی شخصیات یوں ہی زندہ نہیں رہتیں، ضرور یہ کسی عمدہ کارنامے کی دین ہوتی ہے۔ بعض لوگ بعد از مرگ اپنی بہترین اولاد کی وجہ سے زندہ رہتے ہیں اور بعض اپنی عمدہ کتاب، اپنے کام یا اپنے کلام کے سبب جاودانی پاتے ہیں۔ مفید کتاب کے ذریعہ صاحب کتاب صدیوں تک اپنے افکار کو زندہ رکھ کر دوسروں تک پہنچا سکتا ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی کی تحریرات اس شخصیت کے افکار و احوال تک رسائی اور اس کے دیدار کا ایک بہترین ذریعہ ہوا کرتی ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ: ؏

درسخن پنهان شدم مانند بو در برگ گل
هر که دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

( میں لفظوں کے اندر ویسے ہی پوشیدہ ہوا ہوں جس طرح پھول کے اندر خوشبو، جو کوئی مجھے دیکھنا چاہتا ہے وہ مجھے میرے کلام میں دیکھے )

لہٰذا یہ بات اہمیت کی حامل ہے کہ جو لوگ فارسی کے ان عظیم دانشوروں اور مفکروں سے آشنا ہونا چاہتے ہیں یا قدیم فارس، وسطی ایشیاء اور خاص کر برصغیر ہندو پاک کے بارے میں بنیادی اور مستند تاریخی، ثقافتی، علمی اور ادبی منابع سے

استفادہ کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے فارسی زبان سے آشنائی ناگزیر ہے۔ اور خوش قسمتی سے ہمارے ملک ہندوستان کی مختلف دانشگاہوں، کالجوں اور دیگر تعلمی مراکز میں آج بھی فارسی پڑھنے اور پڑھانے کا انتظام پایا جاتا ہے۔

اسی طرح سرزمینِ پنجاب میں بھی مختلف علمی مراکز میں ایسا اہتمام کیا گیا ہے، جس میں پنجاب یونیورسٹی چنڈی گڑھ، گرونانک یونیورسٹی امرتسر، پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ اور نواب شیر محمد خاں انسٹی ٹیوٹ مالیر کوٹلہ وغیرہ شامل ہیں۔ طلباء کو فارسی زبان وادب کے مختلف ادبی، علمی و تاریخی شہ پاروں سے آشنا کیا جاتا ہے اور فارسی ادب کے چوٹی کے ادباء و شعراکی تخلیقات اور فکر و فن سے واقفیت کرائی جاتی ہے۔

کتابِ ھٰذا میں بھی ایسے کئی سو سال قدیم فارسی کے ادیب و شعرا کا نمونۂ کلام موجود ہے جس سے صاحبِ کلام کے افکار اور طرزِ تحریر سے آگاہی ملتی ہے، سخنور کا دیدار ہو جاتا ہے اور ادبی ذوق کی تشفی کے ساتھ ساتھ علم و دانش میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

البتہ کتابِ مذکورہ مرتب کرنے کا یہ اصلی سبب نہیں ہے۔ بلکہ اصل وجہ فارسی طلبا کے لئے درسی مواد کی فراہمی ہے۔ کیونکہ بد قسمتی سے ہمارے ہاں فارسی سکھانے کا اہتمام تو ہے لیکن طلباء کے لئے درسی کتابوں کا فقدان پایا جاتا ہے۔ ہم نے فی الحال اپنے ادارے کا فقدان مد نظر رکھ کر اس کتاب کو تیار کرنے کی حقیر سی کوشش کی ہے۔ مذکورہ کتاب کے مطالب اُن فارسی طلبا کے نصاب میں شامل ہیں جو پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ کے تحت شعبۂ فارسی میں ایم، اے (سالِ اول) کی تعلیم

حاصل کر رہے ہیں۔ نواب شیر محمد خاں انسٹی ٹیوٹ مالیر کوٹلہ میں بطور لیکچرار خدمات انجام دینے کے دوران حقیر کو ایک ایسی کتاب کی بڑی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی جس میں ہر وہ فارسی متن شامل ہو جو طلباء فارسی کے ایم اے کے نصاب میں شامل ہے۔ چونکہ یہ فارسی متون مختلف ادبی کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں جن کی فراہمی ایک نووارد طالب علم کے لئے مشکلات کا سبب ہے، اس پر مستزاد یہ کہ یہ پرانی شائع شدہ کتابیں جن میں یہ مواد موجود ہے اب بازار میں دستیاب نہیں ہیں، طلباء مختلف کتابوں کی فوٹو کاپی کرا کے اپنا کام اب تک چلاتے آئے ہیں لیکن امتحان ختم ہونے کے ساتھ ہی وہ فوٹو کاپیاں بھی اکثر و بیشتر خراب یا عدم تحفظ کا شکار ہو جاتی ہیں، جس کی وجہ سے طالب علم اگر آئندہ کبھی اپنے پڑھے ہوئے درس کی یاد آوری کرنا چاہے تو نہیں کر پاتا۔ لہذا ضرورت محسوس کی گئی کہ ایک ایسی جامع اور جاذبِ نظر کتاب ہو جو ان سبھی مشکلات کا حل پیش کر سکے۔ خوشی کی بات ہے کہ اللہ کے فضل سے ایسی کتاب اب آمادہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مذکورہ کتاب بنیادی طور دو حصوں پر مشتمل ہے۔ **حصۂ نثر اور حصۂ نظم؛** پہلے حصہ میں تین طرح کے نثری ادب کو جگہ دی گئی ہے: ادبیاتِ جدید، ادبیاتِ کلاسیک اور ادبیاتِ تصوف۔ دوسرے حصہ میں شعرِ جدید اور شعرِ کلاسیک میں سے بعض معروف شعرا کا نمونۂ کلام درج کیا گیا ہے۔ کُل ملا کر اس کتاب میں فارسی کے برگزیدہ ادباء و شعرا جیسے محمد حجازی، سعید نفیسی، محمد تقی بہار، صادق چوبک، جلال آلِ احمد، محقق دوانی، نظام الملک طوسی، نظامی عروضی، علی ہجویری، سعدی

شیرازی، حافظ، مولانا جامی، عمر خیام، ناصر خسرو، خاقانی، قاآنی، پروین اعتصامی، امیری، گلچین معانی، اقبال لاہوری وغیرہ کے عمدہ نگارشات کے نمونے شامل ہیں۔ یہ بھی غور طلب ہے کہ ہر سبق کے ابتدا میں سبق سے متعلق مصنف یا شاعر کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے تا کہ طالب علم یا قاری کے ذہن میں لکھنے والے کا ایک اجمالی خاکہ پیدا ہو جائے۔ دلچسپی اور بہتر یاداشت کے لئے حتی المقدور ہر نویسندہ کی تصویر بھی مہیا کی گئی ہے۔ اور آخر پر اِس کتاب کے اہم منابع و ماخذ کی فہرست بھی پیش کی گئی ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں ہماری کوشش یہ رہی ہے کہ طلباء کے نصاب کے مطابق مواد شامل کیا جائے لہذا ظاہر ہے کہ ہم بعض لمبی لمبی داستانوں یا نظموں کو مکمل شامل نہیں کر سکتے تھے اسی لئے آپ کو بعض جگہوں پر کچھ آدھی ادھوری نظمیں یا داستانیں نظر آئیں گی۔ چونکہ طلباء کو مختلف ادبی فن پاروں سے روشناس کرانا مقصود ہے، جس کے پیشِ نظر سبھی چیزوں کو ایک ہی کتاب کے اندر پورا پورا شامل کرنا خارج از امکان تھا۔ اسی طرح اگر شعرا و ادباء کے ادوار میں تقدم و تاخر دیکھنے کو ملے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

قابلِ ذکر ہے کہ یہ کتاب فارسی کے طلباء کے علاوہ فارسی زبان و ادب سے شغف رکھنے والے ان تمام لوگوں کے لئے بھی کافی مفید ثابت ہو سکتی ہے جو فارسی زبان و ادب کے عمدہ فن پاروں سے محظوظ ہونے کا ذوق رکھتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں یہ کتاب علم و دانش، آداب و اخلاق اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے بھی کافی سودمند ہے، کیونکہ اس میں فارسی زبان وادب کے ایسے گراں بہا نمونے شامل ہیں

جن کی قدر و منزلت ہر دور میں رہی ہے اور انہیں فارسی ادب کے شاہکاروں اور اعلیٰ انسانی اقداروں میں شمار کیا جاتا ہے۔

امید ہے طلباء کے ساتھ ساتھ اساتذہ کرام کو بھی اس کتاب سے کافی معاونت ملے گی اس لئے کہ تدریسی عمل میں استاد اور شاگرد کے بیچ جو چیز جوڑنے میں فوقیت رکھتی ہے وہ کتاب ہی ہے، اور یہ کتاب استاد کا کام موثر، تدریسی عمل کو دلچسپ اور افہام و تفہیم کو آسان بنانے میں نہایت ہی اہم رول ادا کرتی ہے۔

آخر پر اُن سبھی حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کام کے لئے تشویق، ہمت افزائی اور وقتاً فوقتاً رہنمائی فرمائی، بالخصوص محترمہ ڈاکٹر روبینہ شبنم صاحبہ (صدرِ ادارہ نواب شیر محمد خاں)، لائبریری انچارج محترم عبد الغفور صاحب، آفس انچارج محترم ساجد صاحب، رشید صاحب اور ادارہ کے دیگر کارکنان کا بے حد ممنون ہوں۔ ان کے علاوہ میری اہلیہ محترمہ بھی خصوصی شکریہ کی حقدار ہیں کہ اگر وہ میری غیر موجودگی میں گھریلو جھمیلے کو نہ سنبھالتی تو مجھے اس کتاب کی تکمیل کے لئے دو عظیم نعمتیں یعنی وقت اور فکری آسودگی شاید میسر نہ آتیں۔ ان سبھی توفیقات پر اللہ کا شکر بجالاتا ہوں کہ ؎

این همه از لطفِ بی پایانِ تُست
فکرِ ما پروردهٔ احسانِ تُست

یاور عباس میر
۳۰ ستمبر ۲۰۲۳ء
مالیر کوٹله، پنجاب

# بخشِ اول

# نثر

## انتخاب از: نثرِ فارسیِ جدید

ModernPersianProse

[برگرفته از: دریای گوهر، جلد ۱، از مهدی حمیدی]

# خودکشی

نویسنده: محمد حجازی



محمد حجازی:- اصل نام: مطیع الدولہ محمد الحجازی

پیدائش 14: اپریل1900ء -وفات 30: جنوری1974ء

آپ سیاست دان، ناول نگار، مختصر افسانہ نگار، مترجم، مضمون نگار اور سینیٹر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ والد نصر اللہ مستوفی تھے اور شہنشاہ فارس نصیر الدین شاہ قاچار کے پوتے تھے۔ حجازی کو بیسویں صدی عیسوی میں ایرانی سیاست کے اہم عہدوں پر کام کرنے کا موقع ملا۔ ابتدائی تعلیم تہران میں واقع سینٹ لوئیس فرانسیسی مشنری اسکول سے حاصل کی۔

1919ء میں انہوں نے وزارتِ اطلاعات و نشریات ٹیلی گراف کی ملازمت اختیار کی۔ 1921ء میں انہیں سرکاری طور اسی ملازمت کے پیش نظر فرانس میں تعینات کیا گیا جہاں انہوں نے ٹیلی کمیونیکیشن میں ڈگری حاصل کی۔ 1943ء میں محمد حجازی کو ادارہ مطبوعات کا ڈائریکٹر مقرر کیا گیا اور بعد میں انہیں یورپ میں مقیم فارسی باشندوں کی نگرانی کے ادارے کی باگ ڈور بھی دے دی گئی۔ 1951ء میں وہ ایرانی وزیر اعظم کے نائب یعنی ڈپٹی وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ 1953ء کے انقلاب کے دوران اُن کو معطل کر دیا گیا۔ 1954ء سے 1963ء تک وہ ایرانی سینیٹ میں بطور سینیٹر کام کرتے رہے۔ تا وفات وہ سینیٹر کے عہدے پر کام کرتے رہے۔

حجازی نے فارسی ادب میں ناول کو بہتر بنانے کی کوشش کی، وہ مغربی انداز کو فارسی ادب میں لے آئے اور مختصر مضامین کے ذریعہ شہرت پائی۔ انہوں نے ناولوں کے ذریعہ سوچ سمجھ کے انداز فکر میں بہتری کی خاطر اپنے دور سے آگے بڑھ کر افسانے اور ناول لکھے جو قدیم فارسی ادب کے بالکل مخالف اور ایک نئی چیز تھی۔ اس سلسلے میں 1953ء میں جب وہ گھر میں نظر بند تھے تو کئی انگریزی کتب کا فارسی میں ترجمہ کیا جس سے ان کے مترجم ہونے کی حیثیت بھی اُجاگر ہوئی۔ فارسی ادب میں اُن کے شاہکار ناول: ہماء، پری چہر، زیبا، آئینہ، اندیشہ، ساگر، سرشک، خانہ بیداری وغیرہ ہیں۔ ان کے کچھ مکالمے یوں ہیں: محمد آقارا وکیل کنید، عروس فرنگی، مسافرات قم وغیرہ۔

چند روز قبل، یکی از دوستان پیشِ من آمد. قیافه اش حاکی از رنج درونی و پریشانی خاطربود و نگاهش در عقب نقطهٔ نامعلومی می رفت.ابروانش در هم رفته، دماغش تیر کشیده و گونه هایش به گودی افتاده بود. دو طرف لبزیرینش هر دم به پایین دراز می شد.روی صندلی نشست. راحت نبود. گویی دست و پایش زیادی است، نمی داند به چه وضع آنها را قرار بدهد که صحیح باشد.لاینقطع در تلاطم و حرکت بود.

جای تردید برایم باقی نمانْد، گفتم: زود بگو، قصه چیست؟ در سقف کهنه فلک کاوش چه کرده و چه سنگی بر سر خودت آورده ای؟ پس از اندکی سکوت، خیره به من نگاه کرد و گفت: آمده ام بپرسم برای خودکشی چه وسیله ای را از همه بهتر می دانی؟ فکری کردم و گفتم: لازم است ابتدا بگویی بدانم این خیال از چه علت خاسته، زیرا مطابق علم خودکشی که تو مرا در آن متبحر فرض کرده ای، وسیله انتحار باید مناسب با سبب و علت بیزاری از زندگی باشد.

یک لحظه لبانش را جمع کرد و به طرف دماغ بالا برد و با بی اعتنایی و تحقیر گفت: من تصور نمی کردم چنین موقعی را برای شوخی شایسته بدانی. من گمان می کردم پیش تو وزنی دارم. معلوم می شود به نظر طفل دبستان به من نگاه می کنی! جای افسوس است. پس انسان دردش را پیش که بگذارد. پس آن دوستی که برای وجود دوست، همان اهمیت هستی خود را قائل باشد و به همه افکار او مثل خیالات خود قدر و قیمت بگذارد، کجاست؟ پس اشک در چشمش جمع شد و صدا در گلویش شکست. به فوریت از هر گوشه دلم که دسترس بود،مقداری حزن و اندوه فراهم آوردم و در صورت، ظاهر کردم.گفتم: اگر دوستی داری، منم و اگر کسی بیش از همه به عقل و متانت قضاوت تو معتقد باشد، باز او منم. اما جواب سؤال تو آسان نیست زیرا من خودم هیچ وقت تجربهٔ خودکشی نکرده ام و نمی دانم چه اسباب سهلتر می کُشد. متأسفانه اشخاصی هم که انتحار کرده اند، باز نیامده اند که شرح احساسات خود را برای ما بیان کنند. البته هر چه مرگ سریعتر باشد، بهتر است. شاید آسان تر از همه گلوله باشد به شرط آنکه به مغز یا قلب بخورد. چنانکه کسی را می شناسم که در گوش خود تپانچه را آتش داد و در نتیجه بین دو گوشش سوراخی باز شد و باقی عمر کر بود.راست است که بعدها

از شنیدن مزخرفات راحت شد، لیکن به هر حال دو مرتبه به این اقدام مبادرت نکرد. ناچار از تجربه اش اثر خوبی نگرفته بود. اغلب در موقع عمل، دست می لرزد و گلوله به نشانه نمی خورد. اگر شخص از این احتمال مصون باشد، باقی مشکل نیست. گفتم: من تپانچه دارم، اگر بخواهی، می دهمت. گفت: ممنون می شوم. برخاستم و تپانچه را از اتاق خواب آوردم و پیشش گذاشتم و طرز عمل آن را نشانش دادم، اما راستی دستم می لرزید. گفتم: این جواب سؤال تو، اما اگر تو هم به دوستی من وقعی می گذاری، باید مرا قابل اعتماد بدانی و مصیبت عظیمی را که سبب این تصمیم شده، برایم بگویی.

گفت: اتفاق تازه ای رخ نداده. از دنیا سیر شده ام. مکررات خسته ام کرده، همین است که دیدم، در این صورت دلیلی برای زندگانی نمی دانم. من که باید در آخر از این در بروم، هر چه زودتر آسوده تر. برویم ببینیم بلکه آنجا حیات بر اصل دیگری غیر از مزاحمت گذاشته شده باشد. ساکت شد و به فکر فرو رفت. گفتم: مگر در این دنیا شرط زندگی مزاحمت است؟ اشتباه می کنی. چنین نیست که می گویی.این خیال و عقیده تو موقتی و گذرنده است. تو در این حال از اعتدال بیرونی و حقایق را درست نمی بینی.

آتشی شد و جای خود را چند بار روی صندلی عوض کرد و با صدایی گرفته و مضطرب گفت: آیا مزاحمت غیر از این است که جمعی بدون جهت و دلیل با نظر خصومت با من رفتار می کنند و مانع پیشرفت من می شوند؟ من به هیچ کدام از آنها بدی نکرده ام، چرا با من دشمنی دارند! چرا خیالم را دایم مشوش و پریشان می کنند، چرا زندگی را به من سخت گرفته اند؛ البته من هم در دلم حس کینه و انتقام می کنم و از این حس، رنج می برم! آیا مزاحمت غیر از این است؟ و اما دوستان و رفقا، به محض آنکه تمنای یک

نفس یا یک قدم همراهی کردی، لبشان ازتبسم جمع می شود و رو می گردانند. انسان در دنیا تنها و غریب است، باز کاش کی تنها بود، یک عده هم مثل زنبور به جانش می افتند، شیرینی می برند و نیش می زنند! آیا مزاحمت غیر از این است؟ نمی دانم لذت این دنیا به چیست، با چه می شود خوش بود! مثل گاو عصاری هر روز از صبح تا غروب می رویم و به جایی نمی رسیم! گرچه اگر وسایل داشتم می دانستم چطور باید لذت برد! افسوس که نشاط این دنیا را باید با پول خرید، من هم که دستم خالی است، چه می توان کرد، قسمت ما در دنیا این بود ...

برخاستیم و با هم روبوسی کردیم، آبِ دیدگان در هم مخلوط شد. آماده رفتن بود، گفتم:من نمی خواهم و نمی توانم در تصمیم تو رخنه کنم، اما چون فرصت مردن هیچ وقت از دست نمی رود و زمانهای دراز مرده خواهیم بود، عقیده دارم دو روز اجرای این خیال را به تعویق بیندازی.و از این دنیا و مردم انتقام بگیری و اگر به این راضی نمی شوی، برای خاطر من زنده باش.

فکری کرد و با صدایی خفیف گفت: حاضرم برای خاطر تو هم مقداری رنج ببرم. گفتم: حالا که دو روز از حیات خود را به من عنایت کردی، باید که در این مدت هرزحمتی به تو تحمیل کنم، بپذیری.گفت: حرفی ندارم. لااقل می دانم که برای که و به چه مقصود زحمت می کشم.گفتم: حیف است که تو نباشی و دشمنانت از رفتن تو خوشوقتی کنند، برای آنکه ولو یک لحظه دلشان را به درد آورده باشی، باید همه شان را ملاقات کنی و مثل کسی که پس از بریدن با محبوب، آشتی می کند، ظاهری پر از صفا و محبت به خود بگیری و با حرف خوش، دلشان را به دست بیاوری.

چون خیال زندگی نداری، انتظار نتیجه و مساعدت هم نباید داشت. حتی اگر اتفاقاً یکی از این مقوله بگوید، با اظهار کمال تشکر، از قبول لطفش امتناع کن و برخیز، زیرا تو دیگر به مساعدت و همراهی کسی احتیاج نداری! مقصود از این کوچکی و خوش خُلقی این است که دلشان از رفتن تو بسوزد.

سپس به سراغ دوستان و رفقا برو، صورتشان را ببوس، چهره ات را بگشا، بگو و بخند، تو دیگر محتاج کسی نیستی و با همه همقدر و برابری؛ بپرس اگر خدمت و زحمتی دارند، بر عهده بگیر، آن هم بالای همه زحمتها.در عوض، وقتی گذشتی، خیلی دلشان برایت خواهد سوخت، مقصود این است.

تکلیف دیگری هم داری که قدری دشوار است ولی باید انجام بدهی.چون ساعات معدود حیات تو در اختیار من است، فردا صبح قبل از آفتاب برو پشت بام، هوای بهار است، سردت نخواهد شد. باید یک ساعت قبل از طلوع آفتاب روی بام باشی، هر چه خیال و غصه داری در سینه نگاه دار! به یاد من باش و دمیدن فجر را تماشا کن. ببین هوا چند رنگ می شود، مناظر مختلف کوه و طبیعت را مشاهده کن و به آواز مرغان گوش بده.

به فکر من، سپیده صبح از جنس آن نوری است که از طلوع عشق در دل می تابد، صفای دوستی است، هوای گلزار محبت و وفا است. صافی اشکی است که بر بدبختی دیگران فرو می ریزیم، رقت آهی است که بر بیچارگی مستمندان می کشیم. پاکی دلی است که به تسلی فروماندگان مشغول است. لطافت ناله هایی است که از پشیمانی خوبیهای ناکرده سر می دهیم، قشنگی خجلتی است که از مقایسه اقبال خود با فلاکت زیردستان می بریم، آزادی آن دقایقی

است که خود را فراموش می کنیم... تو هم در این معانی دقت کن و ببین آیا تو نیز مثل من احساس می کنی؟

وقتی دمیدن آفتاب را دیدی، به سر کارَت برو و به وظیفه روزانه مشغول شو. اما نه مثل هر روز، خدمتت را چنان انجام بده که پس از تو حسرت و افسوس بخورند، بگذار دلشان برایت خیلی بسوزد. صبح چیزی نخورده ای، ناهار را نان و پنیر و ماست و گردو بخور و یا هر غذای دیگری که مایل باشی. به شرط آنکه قیمت از دو ریال تجاوز نکند. با اهل خانه بخند و بگو و محبت بسیار کن و به هیچ چیز ایراد نگیر، دو روز عصر، قابل ایراد گرفتن نیست. بگذار از رفتن تو اندوهشان حد نداشته باشد. برای گذراندن وقت، در موقع بیکاری چند صفحه مثنوی و حافظ بخوان و باز فردا این زندگانی موقت و پر زحمت را برای خاطر من ادامه بده. روز سوم هر چه می خواهی بکن.

دوستم تبسمی کرد و گفت: بچه گول می زنی؟! صورتم را عبوس کردم و گفتم: بلی، بچهٔ گول می زنم. اما تو به من قول داده ای که از فردا چهل و هشت ساعت در اختیار من باشی. هرچه گفتم باید انجام بدهی. چاره ای نداری! دریافت که جای مباحثه نیست. تپانچه را برداشت و خداحافظی کرد و رفت.

روز سوم لباس مشکی تن کردم و به خانه اش رفتم. به استقبالم آمد. چهره اش گشاده و مسرور بود. گفتم: برای مراسم ختم و سوگواری آمده ام.خندید و گفت: برای مردن فرصت بسیار است. می خواهم چندی به دستور تو زندگی روزمره کنم.همدیگر را در آغوش گرفتیم، گریه نشاط از چشم ها فرو می ریخت.

----****----

# خانهٔ پدری

از: سعید نفیسی



سعید نفیسی: ولادت ۱۸ خرداد ۱۲۷۴ مطابق ۱۸۹۵ء در تہران

وفات: ۲۲ آبان ۱۳۴۵: مطابق ۱۹۶۶ در تہران

ایک ڈرامہ نگار، شاعر، لغت نویس، ماہر لسانیات، مترجم، نقاد، محقق، مورخ اور روزنامہ نگار تھے۔ تاریخ ادبیات میں مہارت کے سبب بہت سے فارسی متون کو علمی انداز میں شائع کیا۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد ناظم الاطبا کی کوششوں سے قائم ہونے والے "شریف اسکول" میں حاصل کی۔ اس کے بعد، 15 سال کی عمر میں، وہ سوئٹزرلینڈ گئے، پھر فرانس جاکر پیرس کی یونیورسٹی میں اپنی تعلیم جاری رکھی۔ ایران واپسی کے بعد آپ نے فرانسیسی زبان سکھانا شروع کی اور پھر وزارتِ بہبود میں ملازمت کی۔ بعد میں انہوں نے ملک الشعرا بہار کے ساتھ ایک میگزین میں بھی کام کیا۔ بعد ازاں ہائی اسکولوں اور دیگر تعلیمی اداروں حتیٰ ایران سے باہر بیروت، قاہرہ وغیرہ میں بھی پڑھایا۔ انہیں کتابوں کا بے حد شوق تھا، جہاں بھی جاتے وہاں سے کتابیں ضرور لاتے تھے۔

نفیسی نے جدید زندگی پر شاعری کی۔ ان کی نثر میں مغربی ادب کا اثر نمایاں ہے۔ آپ نے کثیر تعداد میں مشرقی اور یورپی زبانوں سے ادبیات اور علمی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ ان کے ادبی کام بھی بہت ہیں جیسے کہ *آخرین یادگار نادر شاه، ستارگان سیاه، نیمه راه بهشت، ماه نخشب، فرنگیس، آتشهای نهفته، تاریخ معاصر ایران* وغیرہ۔

هشتاد سال پیش از این پیرِ مردی از آن نژاد ایرانیان قدیم در هرات ساکن بود.

نصرالله هشتاد و چهار سال عمر کرده بود اصلاً از مردم دهخوارقان بود ولی حوادث جهان او را به هرات برده بود.و در آن شهر حمالی می کرد. نصرالله از آن کسانی بود که به هیچ چیز دلبستگی نداشت چون از خردسالی یتیم مانده و هرگز هم زن نگرفته بود احساسات خانوادگی را لغو می دانست، اگر در کوچه مادری را می دید که کودک نوباوه خود را تنگ در آغوش گرفته و می بوسد تعجب می کرد و در برابر آن از تنفر خودداری نمی

توانست. چون خانه معین نداشت و هر شبی را جایی به سر می برد هرگز برای او پیش نیامده بود به جایی علاقه ای نشان دهد یا سرزمینی را از جای دیگر بهتر بداند.

بلاخره این پیرمرد از آن فیلسوفان بی قید که نسبت به هیچ چیز دوستی نداشت و در عمر خود هم از کسی مهری ندیده بود و به همین جات مقرر میگفت که هیچ چیز وی را در این گیتی بابست نمی دارد و اگر بنا شود روزی عالم را دورود گوید با کمال خونسردی و بی هیچگونه اسف رخت از جهان خواهد کشید. همین عقاید نصرالله باعث شده بود با کسی رفت و آمد نمی کرد و دوستی نمی گرفت.

جنگهای در خراسان روی داد چندی ایرانیان فاتح بودند و بلاخره بتردستی بازیگران وادار شدند هرات و بسیاری دیگر از آن نواحی را به انگلستان واگذارند.

این خبر تمام مردم هرات را متألم کرد و فقط نصرالله بود که از شنیدن آن غمگین نشد، متمولین شهر، همه با وطن پرستی مخصوصی، هرات را ترک کردند و راه خراسان پیش گرفتند.

هرکسی جزئی دارائی داشت به بهای اندک می فروخت و میرفت که در مشهد یا دیگری از شهرهای ایران منزل بگیرد.

بدیهیست در چنین موقعی که کار نصرالله که حملِ بار های مسافرین بود، تا چه حد بیش از پیش شد و دریافتی و وزانۀ او بِچه اندازه بالا رفت. شب ها وقتی که نصرالله فارغ می شد در قهوه خانه های هرات این رفتار همشهریان خود رانکوهش می کرد، حمل بر سفاهت میکرد،بنظرِ او کسانی که دارایی خود را به خیال واهی از دست می‌دادند و در آخر عمر رنج سفر را بر خود آسان می ساختند

میبایستی راستی دیوانه باشند! مگر همه جا زمین نیست؟ هرات را با مشهد چه تفاوتست؟

بیشتر تعجب نصرالله از این بود که اگر این دیوانه ها خود می رود چرا دلگیرند و پشیمان از رفتن هستند؟کسی که ایشان را مجبور نکرده است! اگر هم این خانه ها را دوست میدارند پس چرا (آنها را) ترک میکند؟

پیران هرات و آشنایان نصرالله هرچه می خواستند به او بفهمانند انسان هموار به وطن و مولد خویش علاقه دارد و نباید به آسانی از آن جدا شود او گوش نمی کرد یعنی اصلاً نمی فهمید و به همان خیال خود بود.

روزی یکی از خوانین هرات نصرالله را خواست و به او گفت: "نصرالله تو دیگر پیر شده ای و قوه کار کردن نداری منهم می خواهم از هرات بروم و آن باغچه ای که در بیرون شهر دارم بی صاحب می افتد زیرا که از بس مردم خانه فروخته و رفته اند دیگر مشتری نیست، آن را به تو می سپارم تا بعد چه شود. تو هم اجالتاً پاسبان آنجا باش و سپرده ام ازملکی که در اطراف دارم برای تو لقمه نانی برسانند، تو نیز آنجا باش تا آخر عمر به دوندگی و تلاش روزی مجبور نباشی."

نصرالله کم کم پیری را در خود احساس می‌کرد. از خدا خواست که چنین تفظلی در باره او بکند فوراً دارای خود را برداشت و به باغچه بیرون شهر رفت.

روزها به عادت دیرین زود از خواب بر می خواست. تمام اوقات خود را به پروراندن گلها و درختان با توجه به سر می برد. چون از کار خسته میشد به کنار جوی میان باغ می نشست و فکر می کرد. در این مدت چیزهای تازه می دید. یک روز ناگهان ملتفت

شد سنگ ریزه هایی که در جوی آب قرار گرفته اند مثل این است که آن جا برای خود خانه ساخته اند.

همیشه با فشار آب مقاومت می کنند مثل این است که آب می خواهد به زور آنها را از خانه بیرون کند ولی آنها تن در نمی دهند. عاقبت فشار آب آنها را از جای خود بیرون می اندازد و به پایین می‌کشد ولی باز در چنگال دشمن غاصب تلاش می کنند، به دور خود می گردند و گویی همیشه به حسرت به عقب خود نگران و با رشک به خانه خود می نگرند.

عاقبت روزی انگلیس ها هرات را گرفتند. املاک کسانی را که هجرت کرده بودند متصرف شدند و از آن جمله آن باغچه خان بود. نصرالله هم مجبور شد خواهی نخواهی از آن باغچه بیرون رود زیرا دیگر آن باغچه پاسبانی چون پیرمرد دهخوارقانی نمیخواست!

بلاخره نصرالله از باغچه خان بیرون رفت ولی بی اختیار هر روز بدر باغ برمیگشت و از شگافِ در با حسرت به اندرونِ آن نظر می افکند. راستی آن نصرالله بی قید و بی خانمان دل نمی کند که از آن محوطه بیرون رود. هر وقت منظرهٔ درختان و گل های باغ به یادش می آمد بی اختیار بر مالکین جدیدِ آن نفرین می فرستاد، گاهی هم گریه میگرد.

چون دیگر کسی مخارج او را نمی داد مجبور شده بود باز راه حمالی را پیش بگیرد ولی این حمالِ امروز آن حمالِ دو ماه پیش نبود. آن نصرالله بی قید که دوستی و دشمنی هیچ کس را به دل راه نمی‌داد، اینک هر وقت مجبور میشد باریکی از تازه واردان را به دوش بگیرد با بغض و کینه آن را از زمین برمیداشت و مکرر اتفاق می افتاد که درمیانِ راه بی اختیار چیزی او را تحریک می کرد که آن بار را بر زمین نهد. غالباً بخیال می افتاد که آن را بشکند! همه دشمنی

نصرالله به آن صاحبان بار از این بود که او را از باغچه عزیزش بیرون کرده بودند!

یک روز در میان راه یک بار خاطرهٔ جویبار میان باغچه خان و آن سنگریزه‌های گرفتار جنگال آب از دماغ او گذشت. یادش آمد چگونه آن سنگ هایی در بدر در قبال فشار آب پا فشاری می کردند و نمی خواستند از جای خود بیرون می روند.!

فردای آن روز دیگر کسی نصرالله را در هرات ندید و دو ما بعد کسانی که جوانی او را در دهخوارقان دیده بودند پیرمرد شکسته ناشناسی را عصا زنان و گرد آلود کوله باری بر سر عصای خود بسته بود و سراغ خانه رجبعلی پدر نصرالله را می گرفت.

تهران، شهریورماه ۱۲۹۵

****

# فاطمه

نویسنده: دکتر مهدی حمیدی



مہدی حمیدی شیرازی (ولادت: 5 مئی 1914 شیراز – وفات: 14 جولائی 1986، تہران، ایران)

آپ ایک شاعر، ادیب، نقاد، مترجم، یونیورسٹی کے پروفیسر اور شعر نیمائی کے مشہور نقادوں میں سے ایک تھے آپ نے کلاسکی ادب کے ارد گرد اپنی تخلیقات مرتب کیں۔ آپ شیراز میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید محمد حسن ثقۃ الاسلام شیراز کے مشہور تاجروں میں سے تھے، جو قومی اسمبلی کی پہلی مدت میں اس شہر کے نمائندے کے طور پر منتخب ہوئے تھے۔

آپ کی والدہ بانو سکینہ ایک عالمہ، تعلیم یافتہ اور باذوق خاتون تھیں۔ دو سال سے زیادہ عمر نہ تھی کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے اپنی پرائمری تعلیم شوائیہ اسکول میں اور ثانوی تعلیم شیراز کے سلطانی ہائی اسکول میں مکمل کی۔ بعد میں انہوں نے 1946ء میں تہران یونیورسٹی سے فارسی زبان و ادب کے شعبہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، پھر انھوں نے فیکلٹی آف تھیالوجی میں پڑھانا شروع کیا۔ حمیدی کئی برسوں تک تہران یونیورسٹی میں فارسی زبان و ادب پڑھاتے رہے۔

وہ نیمائی شاعری کے مخالف تھے۔ انہوں نے اپنا پہلا شعری مجموعہ 1942ء میں "از یاد رفتہ" کے عنوان سے شائع کیا۔ حمیدی اپنے شعری مجموعوں کے علاوہ دیگر ادبی کاموں کے مصنف بھی ہیں۔ ان کی سب سے اہم کتاب تین جلدوں پر مشتمل "دریا گوہر" ہے، اس مجموعہ میں ہم عصر ادیبوں، مترجموں اور شاعروں کی تخلیقات کا انتخاب شامل ہے۔ ان کی دیگر دو کتابیں، "عروض حمیدی" و "فنون شعر و کالبدھای پولادین آن" ادبی تکنیکی مسائل سے ان کی واقفیت کو ظاہر کرتی ہیں۔ حمیدی کی نثری تحریروں میں سے *سبکسیریهای قلم*، *عشق در بدر* [۳ جلد]، *شاعر در آسمان* و *فرشتگان در زمین* شائع ہو چکے ہیں۔

امروز صبح، زنگ اول هنگامی که خانم معلم دفتر حضور و غیاب را روی هم انداخت خواست درس را شروع کند مشاهده کرد که در ردیف اول مانند لَثه ای که دندانی از آن افتاده باشد جای فاطمه خالی مانده است. در این کلاس ردیف های دیگر هم خالی می ماند. غالب روز های برفی و بارانی دختر های خود آرا و متمولی به مدرسه نمی آمدند. اما غیبت آنها در خانم معلم آنقدرها تأثیر نداشت، موجب نگرانی و تعجب نبود. او می دانست که این دختر های فربه و

شاداب که خون از گونه های شان می تراود، این دختر های عزیز و نازنین طاقتِ باد سرد و هوای گرم را ندارند، این دختر های فضول و شیطان هیچ وقت به معلم گوش نمی دهند، در همان سن کمی که هستند مثل این است که تنها غرضشان از آمدن مدرسه نمایش دادن لباس های فاخر و گرانبها بسایر ین است. مثل این است که می آیند در کلاس بخندند و کفش های برقی و جوراب های ابریشمی و لطیف شان را به دختران بیچاره و عور و گرسنه نشان بدهند، مثل این است که می آیند باموجهای پرند و پرنیان چشم دختران ژنده پوش را خیره سازند و برقِ حسرت را در زیر مژگان بلند آنها تماشا کنند! او می دانست که این قبیل دختران نیامدن شان به مدرسه علتی جز سردی هوا و بیم آسیب ندارد.

اما فاطمه... فاطمه آن دخترک لاغر اندام ژنده پوش پریده رنگ که با آن پیکر نحیف هر روز از همه زودتر به مدرسه می آمد، هیچ وقت غائب نمی شد، هرگز نمی خندید و چنان بود که حال خنده کردن هم ندارد، آن دخترک هوشیار که همیشه گوش میداد، کمتر از همه حرف میزد، زودتر از همه می شنید، آن دخترک چرا نیامده است؟ شاید سرماخورده! شاید مریض باشد! امروز یک کله برف افتاد وفاطمه که همیشه کفشهایش جلو تر از پاهایش از سوراخ جوراب نخی و ضخیم بیرون آمده است، فاطمه که لباس تابستان و زمستانش یک پیراهن نازک و رنگ و رو رفته در این برف سنگین چطور می تواند از خانه بیرون بیاید!

نکند که در خیابان لای برفها مانده باشد؟! نکند که اتوبوسی او را زیر گرفته باشد؟! اصلاً خدا کند که در چنین روزی با آن حال زار قصد بیرون آمدن از خانه هم نکرده باشد، والا بیچاره دخترک از این سرمای شدید خواهد مُرد. چشم های خانم معلم بر آن نقطه

خیره شد و فکر او به دنبال فاطمه به همه جا میرفت! شاگردان از سکوت و حیرت معلم و شروع نشدن درس خوشحال شده، دو تا دو تا، سه تا سه تا، سر در هم انداخته پچ پچ میکردن و می خندیدند. هیچکس در فکر فاطمه نبود. در میان این حیرت و همهمه در باز شد و دخترکی نفس زنان و لرزان مانند یک آدمک برفی مثل یک موش آب کشیده، با کتاب های خیس، با انگشتان آماس کرده، با بیم و اضطراب داخل گشت.

داخل شدن او با چنین هیئتی موجب شد که ناگهان شلیک ممتد خنده فضای کلاس را پر کرد و همهٔ چشمها بچهرهٔ این موجود ضعیف و ناتوان خیره ماند. گونه های زرد این دخترک در زیر این نگاه‌های نافذ و سوراخ کننده بر افروخته شد و یک جفت چشم درشت و شرمگین از خجلت به زیر افتاد. به مجرد اینکه دیدگان این دختر با لبهای خندان مریم مصادف گردید و از آنجا بر رخسار شکفته و شاداب مهین و عزیز و مینا لغزید، چیزی نامعلوم مانند بار سنگین بر گردن او فشار داد و آن گردن کوچک و ضعیف را خم ساخت. از چشمان بی فروغ او برقی درخشیدن گرفت و در میان آن برق اتومبیل زیبا و قشنگی که هر روز مریم را به مدرسه می آورد، گیسوان پرچین و طلایی مریم که از آنها بوی عطری به مشام می رسید چتر بارانی و ظریف مریم، نیم چکمهٔ براق مریم که پشت آن یک عدد هفت را نمایش میداد، ساقهای مریم که با جورابهای ابریشمی نازک در آنها فرو رفته بود. ظرفهای غذا خودی مریم که هر روز ظهر به مدرسه فرستاده میشد، بخار گرم و مطبوعی که از آن ظرف ها بر می خواست و دهان دختران را آب می‌انداخت، نقلها و آبِ نبات های رنگارنگی که بوی آنها را همیشه از دهان مریم شنیده و مزهٔ آن ها را هرگز نچشیده بود. پالتو ضخیم و خوش برش مریم،

شال گردن شطرنجی و دلربای مریم، دستکش های قشنگ و کلفت مریم، گونه های سرخ و گل رنگ مریم، خانه چهار اشکوبهٔ مریم، اتاق زیبا و مزین مریم، پرده های آسمانی خوابگاه مریم، بخاری برقی و بی دود مریم،که در نظر او به شکل یک قطعه الماس درشت و متبلور جلوه می کرد، قیافهٔ شوفر مریم، آمد و رفت کلفت های مریم، هیاهوی خانهٔ مریم، خوراک های گوناگون که مریم از آنها اسم میبرد و هزارها چیز دیگر که همه متعلق به مریم بود در پیش چشمان او مجسم و آشکار گردید. مهین و عزیز و مینا هم همینطور هستند. اینها هم هیچ کدام از مریم دست کمی ندارند. روزهای جمعه با اتومبیل به خانهٔ هم می روند و تا غروب با هم شوخی می‌کنند، با هم می رقصند، با هم می خندیدند، اسرار خود را با هم می گویند به کتاب‌های خود ابداً نگاه نمی کنند. او را در مجمع خود چه در خانه و چه در مدرسه نمی پذیرند. به او با چشم حقارت می نگرند و از همین روزها مقدمات و خصایص یک زندگی اشرافی را تهیه می بینند! خدا نکند که این دختران که با صدای بلند بر من میخندند و مرا مسخره میکنند آن چیزها را که نه باید بدانند فهمیده باشند، نکنند کسی اسرار مرا به ایشان گفته باشد، بعد به نظر او چنین رسید که حتماً همه آنها از اسرار وی باخبرند. قطعاً نوکرهای آنها بر ایشان نقل کرده اند که پریروز ظهر او و علی و مادرش مقداری کاهوی گندیده را به اشتهای تمام خورده اند، زیرا بیادش آمد وقتی کاهو می‌خرید شوفر مریم او را دید و چون همکلاس دختر ارباب خود را شناخت یک خنده سرد هم بروی او نمود. بعد تصور کرد که چون دیروز به دنبال کاهو نرفته و شوفر مریم او را ندیده است مسلماً دریافته که پول آنها به کلی تمام شده و برای مصرف همان کاهو هم چیزی در خانه باقی نمانده است. در اینجا بود که به یادش آمد دیروز

ناهار نخورده و دیشب شام نداشته اند. قیافهٔ برادرش علی با اشک های درشتی که از گونه هایش سرازیر بود و اتصالا فریاد می‌کشید که گرسنه‌ام، بستر کهنه و مُندَرسی که از چندین روز پیش مادر تب دار مریضش در آن می غلطید، وضع کثیف و تاریک اطاق مرطوبی که در آن زندگی می کردند، نهیب سرمای مذلت بخشی که همه شب آنها را به هم چسبانیده بود بوی عرق و احساس گرمی ناخوش آیندی که از بدن مادر کرده بود، همهٔ این با ابهام و خیرگی و رخوتی آمیخته شده به شکل یک تابوت و یک قبر از نظر او گذشت! خیال های وحشت انگیز بیماری مادر، بیم گرسنه ماندنِ امروز ظهر و امشب، تصور قیافهٔ اشک‌آلود علی، ضعف از بی قوتی، هراس از مرگ و نیستی، ترس از خواب رفتن در زیر خاکها،تجسم خواب های آشفته ای که دیشب تا صبح دیده بود و هزارها اندیشهٔ مبهم و مدهش دیگر همه در طول چند ثانیه متراکم شده و بر شانه های ناتوان او فشار داد، فشاری مهیب و وحشت انگیز! زانوان این دختر در زیر این سنگینی بنای لرزیدن را گذاشت. چهره او دگرگون شد. چشمش سیاهی گرفت. ناگهان مانند توده برفی که از یک جریان قوی و نامرئی برق ذوب شود، یا یک آدمک برفی که در زیر حرارت خورشید تابستانی قرار گیرد در هم شکست و مثل فانوس به روی هم چین شد! همهٔ این وقایع در ظرف چند ثانیه اتفاق افتاد و معلم که از چند ثانیه پیش دهان باز کرده بود و شاید میخواست شلیک خندهٔ نابجای دختران را با نیش حرفهای زهر آلود جبران کند برای اینکار مجالی به دست نیاورد، به طرف دختر دوید و او را در بغل گرفت.

فاطمه بیهوش شده بود .

معلم سراسیمه طیبهٔ فراش را صدا کرد و با کمک فاطمه را که آب از لباسهای کهنه و پاره پاره اش جاری بود، به دفتر دبستان کشیده در کنار بخاری گرم بر روی نیمکتی خواباند.

لحظه ای بعد که مدیر و ناظم و دفتر دار همه به دور حلقه زده و با کمک معلم و فراش لباسهای خیس او را می‌کندند مشاهده کردند که شکم فاطمه به پشت چسبیده و مثل اینست که دو سه روز غذا نخورده است اما هیچ کدام نمی توانستند به او باور کنند که فاطمه از شدت گرسنگی بیهوش شده باشد ! فاطمه دختر یک نفر افسر است. در دفتر مدرسه که اسم او را نوشته اند بنام دختر سرگرد ...نوشته اند، چطور ممکن است از گرسنگی بیهوش شده باشد؟ پدر او هر قدر در لباس و کفش او بی قید باشد ممکن نیست که در غذای او امساک کند ! طیبه پشت سر هم قاشق های قند آب را بدهانِ او می ریخت و شعلهٔ بخاری بدن او را نوازش می داد. فاطمه در میان بهت و سرگیجه ای کم کم چشم ها را باز کرد. معلم که او را به قدر دختر خود دوست می داشت از فرد خوشحالی بی اختیار گونهٔ او را بوسه زد و با لحن مادرانه پرسید فاطمه جان چطوری ؟ دخترک همینطور که در عالم اغما و سرگیجه بود خیال کرد که در خانه خودشان است و مادرش با او حرف میزند ،جواب دادگرسنه ام، خیلی گرسنه ام.

معلوم شد فاطمه با آن که دختر یکی از افسران ارشد قشون است گرسنه مانده و از گرسنگی ضعف کرده است. این قضیه در ضمن بیهوشی و هوشیاری از حرف هایی که جسته جسته از دهان فاطمه پرید معلوم شد.

پدر او چندین سال پیش از این، در یکی از جنگ های داخلی وزد و خوردهای محلی به قتل رسیده، از آنروز این خانوادهٔ سه نفری با حقوق تقاعد بسیار ناچیز پدر امرار معاش کرده اند و چون

این هیچکس را هم نداشته‌اند مادر آنها، با خیاطی، رفوگری و تعمیر لباس مخارج آنها را متحمل شده است. اول سال هر چه کرده و بهر وسیله ای که متشبث شده نتوانسته است دختر خود، یعنی فاطمه را در یکی از مدارس دولتی بگذارد و از پرداخت ماهانه معاف باشد زیرا همه مدارس دولتی توصیه ها و سفارش ها از دختران اعیان و متمولین پُر بوده و او کسی را که توصیه کند نداشته است! اغنیا و ثروتمندان حتی در مدارس هم جای فقرا و بیچارگان را غصب می کنند !.

ماردش از یک ماه پیش سرما خورده و از یک هفته قبل بستری شده ،غذا و طبیبی ندارد. اندوختهٔ مختصر آنها در ظرف این مدت به پایان رسیده. چند روز است که حتی یک شاهی هم نداشته‌اند! فاطمه با چشمانی که اشک در آنها دور میزد با مژه هایی که سعی داشت جلو این ریزش ها را بگیرد، به روی نیمکت افتاده و با کلمات مقطعی که فواصل آنها را ناله های و کوتاه و اشک های درشت پر کرده بود میگفت:

وقتی پدرم... زنده بود ... برای من و علی لباس می خرید و با مادرم... ما را به سینما می برد ...

از مشاهدهٔ این احوال اشک ها بی اختیار از دیدهٔ ناظرین فرو ریخت. خانم معلم بلند بلند می گریست . طیبهٔ فراش با گوشهٔ چارقد چشمهایش را پاک میکرد. خانم مدیر به فراش دستور می داد که هر چه زودتر چند استکان شیر تهیه کند. دفتردار مدرسه که گویا تلخی عواقب خدمت در نظام را بیش از دیگران چشیده بود دیگران را مخاطب ساخته میگفت:

از مملکتی که حال وزارت جنگ و عواقبت افسران او این است چه توقعی میتوان داشت؟

خانم ناظم میگفت:

این نظام و این فرهنگ و همه چیز دیگر این مملکت با هم متناسب است. وزارت فرهنگی که موظف است تمام وسایل کار و پیشرفت در علم برای پسران و دختران بینوا تهیه کند جای آنها را در مدارس دولتی و مجانی غصب می کند و بمتمولین زی نفوذ می بخشد. خانم مدیر به دفتردار می گفت:

خانم از این به بعد فاطمه را جزء این شاگردان مجانی بنویسید و خواهش دارم حقوقی را که در ظرف این چند ماه پرداخته است از صندوق مدرسه به حساب من بردارید و مخصوصاً همین امروز بوی مسترد کنید که برای مادرش ببرد. به عقیدهٔ من در این مملکت امثال فاطمه بسیار است. روزی نیست که در این کشور صدها فاطمه قربانی نشوند.

خانواده های بزرگ و متنفذ خانواده های کوچک و ضعیف را محو و نابود میکنند، وزارت جنگ، وزارت فرهنگ و سایر وزارتخانه ها آلت های اجرای این قتل ها هستند! خون فاطمه ها و مادرهای فاطمه ها به گردن وزرا و مُتَمَوّلین است. اینها هستند که در پیشگاه خداوند مسئولین این جنایات خواهند بود.

خاموشی و سکوتی فضای اتاق را پر کرده بود. صدای تک تک ساعت دیواری به گوش می رسید. در این لحظه طیبه در را باز کرد و با یک سینی کوچک و یک فنجان و با یک قوریِ شیر داخل شد و به طرف فاطمه اندکی به حال آمده و روی نِیمکَت نشسته بود پیش رفت.

****

# ادھم پینہ دوز

از:شین پرتو (علی شیرازپور، پرتو)

**شین پرتو**

(1997-1907ء)



علی شیرازپور پرتو (ش۔ پرتو) ایک ایرانی شاعر، قصہ گو، ڈرامہ نگار اور روزنامہ نگار تھے۔ کنگاور کرمانشاہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کا جنم دیتے وقت انتقال ہو گیا اور اسی نقطہ نے پھر جوانی میں ان کی روح پر گہرا اثر ڈالا۔ یہ اثر ان کے بہت سے ادبی کاموں میں جھلکتا ہے۔ فرانس گئے وہاں سے فرانسیسی سیکھی، پیرس میں پہلے تو آپ نے طب کا مطالعہ شروع کیا لیکن جلد ہی ترک کر دیا اور فرانسیسی ادب کا مطالعہ کیا۔

عصری فنکاروں کے ساتھ وابستگی، سابقہ ادبی اور فنی اسکولوں کے تجزیے اور تشریح کے دور میں کلاسیکی فرانسیسی تھیٹر تک رسائی کی، دیگر اقوام کے طلبہ سے واقفیت اور انگریزی میں مہارت جیسے عوامل ان کے مستقبل پر اثر انداز ہوئے۔ دوسری جنگ عظیم شروع ہونے سے پہلے وہ ایران واپس آگئے۔ حکومت میں عہدہ پایا، وزارت خارجہ میں ملازم ہوئے اور جب وہ ہندوستان میں خدمات انجام دے رہے تھے تو انہوں نے صادق ہدایت کی ہندوستان آنے میں مدد کی۔ پہلے پہل، ش پرتو، صادق ہدایت کے حامی تھے، لیکن بعد میں اُن سے ناطہ توڑ لیا۔ اور 1973ء میں انہوں نے ہدایت کی طرز زندگی پر طنز کرتے ہوئے ناول " بیگانه‌ای در بهشت " لکھا۔ 1930 میں انہوں نے ادبی رسالہ ارمان جاری کیا لیکن دس شمارے سے زیادہ شائع نہیں ہوئے۔ اس نے اپنی پہلی کہانی علوی اور ہدایت کے ساتھ مل کر " مجموعہ داستان حای تاریخی ایران" کے مجموعے میں شائع کی۔ پھر اس نے نظموں کے کئی مجموعے ڈرامے، اور رومانوی اور تاریخی کہانیاں لکھیں، اور شاعرانہ نثر کے ساتھ ایک قسم کی نثری غزل بھی تخلیق کی۔ ان کی داستانوں میں :پهلوان زند، بهای عشق، قهرمان ایرانشهر، چشمه سیماب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

در بازار شهر بلخ چه غوغای بزرگی بر پاست؟ رفت و آمد مردم، خرید و فروش، فریاد فروشندگان که کالای ارزان شان را می خواستند گران بفروشند.صدای پای تند بار بران و کودکانی که دنبال سقا برای گرفتن آب می‌دویدند... از همهٔ اینها مهمتر، همهمهٔ مردم که سرگرم زندگانی در میان گرد و غبار بازار پراکنده بودند.

همه سرگرم کار و جلب مشتری بودند حتی "ادهم" پینه دوز جوان و بی مایه درفش به دست داشت، نعلین پاره ای سوراخ میکرد و از آن سوراخ سوزن کلفت نخدارش را می گذراند.

اما ادهم جوان اگر بی مایه و پینه دوز بود، خداوند در عوض سه سرمایه بزرگ به او ارزانی داشته بود:

جوانی، چهرهٔ پررنگ و درخشان و قلب پاک او به خوشی میزد، و گاه زیرچشمی به مردمی که از جلو دکان او می گزشتند با کنجکاوی نظر می انداخت. یک مرتبه همهمهٔ مردم زیاد شد و هردم افزون گردید و پس از آن ناگهان خاموشی همه را فرا گرفت مردم به طرف بازار و دوکان ها عقب رفتند و تکیه دادند. مگر چه شده بود که ناگهان همه چشم بیک طرف دوخته بودند.

ادهم برخاست و جلوی دکانش ایستاد. از دور تخت روان زرنگاری که بر پشت چهار اسب ارجمند بسته شده بود آهسته می آمد. روی تخت روان قبه ای مرصع نهاده شده بود که دانه های قیمتی آن چشم را خیره می کرد. غلامان و چاکران خوبروی و کنیزکان زیبا و خوش اندام از چپ و راست بر چهارپایان نشسته و همراه تخت روان حرکت میکردند. خاموشی و احترام مردم، برای دیدن این کبکبه و جلال بود.

تخت روان بآرامی حرکت می کرد. دیدگان پر از آتش ادهم پینه دوز با شگفتی به آن خیره شده بود. همین که عماری جلو دکان او رسید انگشتان ظریفی از درون پرده کوچک، دیبای آبی رنگ را پس کرد و سر و کلهٔ دوشیزه نمایان شد.

صورت دوشیزه مثل آفتاب می درخشید و معلوم نبود چه شد که ناگهان چهار چشم آن دو، دیدگان ادهم و دوشیزه بیکدیگر افتاد. آنی بیش طول نکشید، رنگشان پرید و در حالی که تخت روان می رفت دختر جوان ناخرسند پرده را انداخت.

رنگ چشم و رخسار گلگون دوشیزهٔ جوان در قلب ادهم نقش بست. دهانش خشک شد و نخستین بار در عمرش مثل این بود که

دستی ناشناس با تیری سخت بر پیکر ناتوان و لاغر او انداخته است. بزحمت دهان گشود و از مردی که جلو دکانش میگذشت پرسید:

این دختر کی بود؟

. این دختر پادشاه بود که به صحرا به گلگشت و تماشا می رود.

ادهم دل از دست داده بود. با یک نگاه دل او مثل گنجشک بچه ای که پریدن آموخته باشد از دست او پرید رفت که هرگز برنگردد.

در کلبهٔ مسکینش همهٔ شب را ادهم بیدار ماند. آنجا هم مثل دکانش، کفش پاره، چرم پاره و پلاس ژندهٔ او، اینجا و آنجا افتاده بود. او گامی شبهای گاهی شبها هم به کار مشغول بود و کار مشتریانی را که بسیار شتاب داشتند در ساعت شب حاضر می کرد تا بامداد تحویل شان دهد. ولی آن شب به کار میل نداشت، خواب هم به چشمش نمیآمد. چرا اگر او عاشق شده است باید عاشق دختر پادشاهی شود که نتواند به او برسد؟

به این فکر افتاد که مردمان بدبخت از همه چیز که بی بهره اند در عشقشان نیز باید ناکام بمیرند، چرا پس سرنوشت دل او را اسیر عشق دختری کرده است که نتواند حتی یک بار دیگر او را ببیند مگر در خواب.!خواب هم نمی‌آمد. در نزدیکی صبح سرش را به زمین گذاشت، چهره اش را بخاک سائید و سپس با دیدگان اشک آلودی سر به آسمان بلند کرد و گفت:

ای خدای بزرگ، ای خدای بیچارگان اگر بایستی من عزیزم را بار دیگر نبینم از تو می خواهم که مرا بمیران. مرگ برای عاشقِ دل سوختهٔ محروم بهتر از زندگی بی دیدن روی دلدار است.

اسم این دختر "ریگا" بود. ریگا از گلگشت زود به کاخش برگشت، او می خواست زودتر به اتاق رود و در را به روی خویش ببندد تا کسی به آشفتگی حال و طپش بی پایان قلب نازنینش پی نبرد و پریدگی رخسار قشنگش را نبیند.

چقدر برای این شهزادهٔ جوان دشوار بود که قلبش را در یک چشم بهم زدن از دست داده و شیفتهٔ نگاه های تند و برق چشم آتش زای یک جوان پینه دوز شده باشد، به که می‌تواند رازش را بگوید و از که می‌تواند درمان دردش را بجوید؟ هیچکس!

شاید اگر این جوان پینه دوز  پسر وزیر یا خواجه یا بازرگان بزرگی بود، که پدرش با زناشوئی راضی می شد ولی اکنون اونمی تواند دریچهٔ قلبش را بگشاید و رازش را فاش سازد.

آن شب و شبهای دیگر ریگا نمی خفت. به غذا میل نداشت و اگر میخورد اندکی میخورد، روز بروز لاغرتر و بیچاره تر می گردید.



روزها که ادهم جوان کار می کرد و سندان و سوزن و به هر چی می نگریست ریگا را میدید عصرها زودتر دست از کار می کشید و به پیرامون باغ و کاخ پادشاهی می رفت. از دور همه جا را می پائید و با نگاه های تیز آتشین دیوارها را سوراخ می‌کرد و می‌خواست ریگا را ببیند. ولی یک روز طبل عزا بلند شد و همهٔ شهر  سیاه پوشیدند... ریگا دختر پادشاه مرده بود !

جنازه ریگا را با آئین بزرگ و باشکوهی بلند کردند. در آنجا کار های مذهبی را انجام دادند و تابوتی را که در آن تن زیبایش در کفن سفید ابریشمی پیچیده شده بود در "نقب" گذاردند.

نه تنها ادهم می گریست بلکه تمام شهر به جوانی و زیبایی و عمر گل آسای زود گذرِ او افسوس می خوردند و گریه می کردند.

ادهم سیل اشکش را رها کرده بود. دور از جنجال مردم به سر و سینه می‌زد و شیونَش همه جا را پر کرده بود.

ادهم بیچاره اگر اندک امیدی هم برای یک بار دیدن ریگا داشت آن هم بر باد رفت. شاید اگر ریگا نمی مُرد باز یک بار دیگر او را می دید ولی دلبر نازنینِ او اکنون زیر خاک ها خفته است و باید این آرزو را با خود به گور ببرد. زندگی را چه سود پس از مرگ جانانش که یک بار هم به روی او نخندیده است! آتش حسرت در دلش زبانه می کشید. هرچه از چشم اشک فرو می ریخت آرامش نمی یافت، آتش آرزوی دیدن ریگا در دلش افروخته تر می شد.



شب تاریک آمده بود و مردم به خانهٔ شان رفته بودند اما ادهم در بیابان بود و بیخود زاری کنان از این طرف بآن طرف می رفت. پنداری عشق جانانش او را به سوی خود می کشاند و ادهم ناگهان خود را در گورستان یافت. با خود گفت بهتر است بر سر گور یارم آنقدر بگریم تا منهم به او پیوندم.

چهره اش را روی خاک قبر ریگا مالیده گور او را بوسید و آنچه کلمات زیبای عاشقانه به خاطرش می رسید به دلدارش میگفت، یکباره در میان نومیدی و ترس، فکری به خاطرش آمد. او که از زندگی بیزار است و می خواهد همینجا بر سر گور دلدارش بمیرد، اما او میل ندارد پیش از آنکه یک بار دگر ریگا را ببیند جان دهد. پس چه بهتر که قبر او را بشکافد و در این جای خلوت، بی دغدغه و ترس، رخسار او را ببیند و آتش اشتیاقش را فرو نشاند و بعد در کنار او بمیرد.

با این فکر چنگ هایش به کار افتاد. تمام نیرویش در پنجه ها و انگشت هایش جمع شده بود. با قدرت عجیبی خاک ها را می

کند و پس می افکند. هیچ صدایی نمی آمد، حتی وزش باد هم بگوش نمی رسید. خاموشی سنگین و ترس آوری سرتاسر گورستان را پوشانیده بود.

اندکی نگذشت که سر نقب را گشود، دستش به تابوت خورد و از خوشحالی و ترس قلبش می طپید.

آنگاه به شتاب در تابوت را باز کرد و در تاریکی پارچه ای که صورت زیبای ریگا را پوشانیده بود پس زد.

دلش بیشتر می طپید و در تاریکی دیدگانش بیشتر قوت می گرفت و چهرهٔ پریده و فرشته آسای دخترک را به خوبی می دید. از شوق فراوانی که داشت روی خود را به صورت ریگا سائید و دهان بر دهان او گذاشت و لب هایش را بوسید.

ولی شگفت ای خداوندا... دهانِ ریگا گرم بود و بوی زندگی از دهان نیمه بسته اش می آمد. نزدیک بود قلب ادهم از خوشحالی بترکد، نزدیک بود از خوشحالی سکته کند ولی خود را نگاه داشت و دست ریگا را از تابوت بیرون آورد و نبضش را گرفت. اندک حرارتی احساس کرد.

آنگاه ادهم جوان بی درنگ دلدارش را بیرون آورد، لباسش را کَند و بر تن او پوشانید. با پارچه سفید کفن سر او را بست و قبر را چنان که بود پوشاند و بشتاب تمام ریگا را به خانهٔ خود برد ...



ادهم تا بخانه رسید ریگا را در اطاق خوابانید و رویش را پوشاند. سپس بازوی راست او را بست و رگ او را باز کرد. خون بیرون جست.

پس از آنکه مقداری خون رفت، خون درتنِ ریگا بحرکت افتاد، دیدگانش را گشود و خود را در خانه ای دید که پر از کفش

پاره و قالب کهنه بود. ادهم جوان کنار او نشسته دستش را گرفته بود و با چشمهای پر از شوق و شادمانی و خوشبختی باو می نگریست.

ریگا وحشتناک به خود تکانی داد. ادهم بندی را که به بازوی او بسته بود باز و دستش را رها کرد. سپس سر بزمین نهاد و خدا را شکر کرد.

ریگا این بار که چشمش به ادهم افتاد مثل این بود که او را جایی دیده است و پرسید:

- تو کی هستی؟

عدم جواب داد: من پینه دوزم و نامم "ادهم" است.

سپس ادهم آنچه را که گذشته بود برای ریگا نقل کرد.

ریگا برخاست و نشست و با نگاه هائی پر از مهر و حق شناسی به ادهم نظر کرد و لبخندی شیرین زندگانی بر لب های قشنگش آشکار گردید، سپس آرام دست ادهم را گرفت و گفت:

ای ادهم جوان، خداوند مرا به تو ارزانی داشته، مرا به عقد خود درآور...

روز بعد عقد آن دو بسته شد و ریگای زیبا در خانهٔ ادهم ماند. سرنوشت بایستی آن دو را به هم برساند و از پیوند آن دو، سالی نگذشت که فرزندی پدید آمد.

این فرزند را که باید روزی مرد مشهور بشود "ابراهیم" نامیدند.



چند سال گذشت و مرگ "ریگا" فراموش شد: یک روز مادر ریگا به گرمابه رفته بود. کودک شیرین چند ساله ای بازیکنان نزدیک شاه بانو آمد. چون چشم زنِ پادشاه به این کودک افتاد و وی

را بسیار شبیه به دخترش ریگا دید، او را پیش طلبید، بغل کرد، بوسید و بیاد دختر جوانش بگریه افتاد.

بانوی شاه به امید اینکه او را به فرزندی گیرد کنیزکانِ شان را فرمان داد که مادر کودک را پیدا کنند. وقتی کنیزکان نزدیک مادرش شدند، او را شناختند. او "ریگا" دختر پادشاه بود.

ریگا را نزد مادرش بردند و مادر او از دیدن فرزندش بیهوش شد.



این "ابراهیم ادهم" بعدها پس از مدتی که به جای پدربزرگش در بلخ به تخت نشست و سلطنت کرد، پادشاهی را ترک گفت و به زمرهٔ درویشانِ و پرهیزگارانِ گردید.

ابراهیم ادهم از مردمان پاک و صوفیان بزرگی است که سلسلهٔ او به "ادهمیه" معروف است.



# ازدفتر خاطرات یک الاغ

از: لطف علی صورتگر

**لطف علی صورتگر**

(۱969-1900ء)



لطف علی صورتگر، مرزا محمد علی کے بیٹے شیراز میں1900ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا، لطف علی شیرازی 13ویں صدی کے ماہر مصوروں میں سے ایک تھے، جن کے کام پیرس، لینن گراڈ کے عجائب گھروں اور تہران کے رضا عباسی میوزیم میں بھی ہیں۔ لطف علی نے اپنی ابتدائی تعلیم شیراز میں مکمل کی۔ پھر وہ ہندوستان چلا گیا اور وہاں ہائی اسکول کی تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد وہ ایران واپس آئے اور فنانس اور کلچر کے محکموں سے منسلک ہو گئے اور شیراز میں میگزین "سپیدہ دم" کی بنیاد رکھی۔

1927 میں وہ اپنی تعلیم جاری رکھنے کے لیے لندن گئے اور انگریزی زبان و ادب میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ان کے ڈاکٹریٹ کے مقالے کا موضوع تھا "پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں انگریزی ادب پر ایرانی ادب کا اثر"۔ کچھ عرصہ تک وہ ایجوکیشن میگزین کے ڈائریکٹر اور ایران اکیڈمی کے رکن رہے۔ لطف علی نے سوویت یونین، امریکہ اور پاکستان کے دوروں کی تصویر کشی کی اور ایک سال تک کولمبیا یونیورسٹی میں بطور پروفیسر پڑھایا۔ لطف علی ۲۵ ستمبر 1969ء کی سہ پہر شیراز میں 69 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ ان کی قبر حافظیہ شیراز میں ہے۔

آپ کی بعض اہم تالیفات:

سخن‌سنجی، تجلیات عرفان در ادبیات فارسی، ادبیات توصیفی ایران، ادبیات غنایی ایران، دیوان شعر، برگ‌های پراکنده، سخنانی چند از نویسندگان باختر، عناصر موجود در ادبیات پارسی.

یک نفر نیست که از مهتر من بپرسد به چه دلیل تصور می کند، ما بی اطلاع و شعور خلق شده ایم و بکدام حق هر وقت بیک نفر انسان می خواهند نسبتِ احمق بدهند او را به ما تشبیه می کنند؟

شما تصور می کنید در زیر قبهٔ نیلگون سپهر علم و اطلاع خاص شما جماعت بشر است و چون به بعضی از اسرار وجود پی برده و دسته ای از حیوانات را با طاعت خویش آورده اید تمام معضلات حیات برای شما حل شده و هیچ رازی نگشاده بر جایی نیست و از همین راه غرور و تکبر شما را از راه بدر برده است.

اما چنین نیست و تمام موجوداتی که جهان حیات را زینتی بسزا داده اند از مرغ و ماهی و حیوان برای خویش عالَمی دارند، اینها نیز فهم و شعوری دارند. فرزندان جوان را یک مادر عاشق شیر داده و در زیر نوازش او به سن رشد و بلوغ رسیده اند. اگر با شما نمی توانند سخن بگویند یا اگر شما نمی توانید مکالمات آن را بفهمید دلیل نقص آنها نیست. در مجامع ما نیز احیاناً سخن از عشق و محبت درمیان است و پیران ما نیز از کارگاه عجیب عالم خلقت حقایقی دریافته اند و این قیافه های ساکت و خاموش برای رفقای خود حکایت ها از عوالم روحانی می کنند.

من در میانه رفقا داستانی عجیب دارم گوئی مرا برای استهزای عالَم بشریت آفریده اند و تقدیرِ من این بوده است که اسرار ناگفتنی طایفه ای از شما فرزند آدم که ادعای تزکیه نفس میکنند دریافته و اطلاعی بدیع برای افراد نوع خویش ببرم.

روزی که مرا به مکتب گذاشتند هنوز در خاطرم هست. میدانم وقتی این بیان ساده را می شنوید لبخندی خواهید زد و پیش خود خواهید گفت درازگوش نادان را که در جهان شهره به حماقت است به درس و مکتب چه کار؟ اما این حرف مثل سایر مقاولات شما غلط و بی دلیل است.

درست است که ما مثل شما محوطه ای بنام مدرسه نداریم، و هیچ وقت روی نشیمن های چوبی نمی نشینیم و از روی یک تخته سیاه درس را فرا نمیگیریم، درست است که ما درجات علمی را طی نمی کنیم و وقتی هم که بزرگ شدیم برای ما جشن نمی گیرند تا در آنجا به ما تصدیق نامه بدهند اما هرچه هست مکتب ما از شما بهتر و بزرگتر است.

ما در مدرسه طبیعت در پیش مادر خویش درس می خوانیم. پهنه با وسعت گیتی با آن همه موجودات گوناگون تخته سیاه ماست. مادر ما را به صحرا میبرد، روزهای نخستین در نزدیک او چَرا می کنیم، این زنهای سالخورده طبایع و اثرات گیاه های صحرا را نیک می شناسند و علف های سَمی را که فراوانی روئیده و دانشمندان بشر هم هنوز تمام آن ها را نشناخته اند بدون اسباب و آلات شیمیائی و تجزیه و ترکیب از گیاه های نافع تمیز می دهند، بوی خطر را استشمام کرده ما را از آن پرهیز می دهند. به چشمه سارها و برگه های آب راکد که میرسیم اگر آن آب ها دارای میکروب امراض مهلکه که باشند بدون اینکه ذره بین را به خدمات طلبیده و باز هم اشتباه کنند فوراً سَمیت آن را تشخیص میدهند در این مدرسه نه کسی را مجازات می کنند و نه بکسی تصدیقنامه می دهند. هرکه تعالیم منافع را فرا گرفت زنده می ماند و زاد و ولد می کند و هر که دستور های مادر را نشناخت می میرد و از همین جهت در میان ما مزیت و رجحان نیست. مادر مثل فرزند، معلم مانند شاگرد و پیر نظیر اشخاص خرد سال می فهمد. و از این نظر است که شما هیچ وقت خری مبتلا به نِقرِش یا شِقاقِلوس ندیده اید، دندان هیچکس کرم خورده نیست و احیاناً از آن امراض مهلک نظیر سوزاک سفلیس که شما افراد بشر در نتیجه هَوَسرانی و شهوت دوستی برای خود تهیه دیده و موجبات شرمساری و ذلت خود را فراهم آورده اید در میان ما وجود ندارد. این است مدرسه و تصدیق نامهٔ ما.

خری جوان روزی که به حوزه اجتماعی خران وارد شود فرایض و تکالیف حیات را میداند، دزدی نمی کند، بهم نوع های خویش تعدی روا نمی دارد، هیچ وقت دسته ای را تابع میل و اراده خویش قرار نمی‌دهد، خودپسند و جاه طلب نیست، دروغ نمی گوید

و شهوتِ کشورگشایی و مملکت گیری ندارد. در تاریخ زندگانی ما چنگیز و تیمور و ناپلئون و داریوش و امثال اینها نیست. هنوز خری را برای خیانت وطن تیر باران نکرده اند، هیچ وقت مردم پست و گدا و رسوا در بین مان نخواهید یافت. خری هرزه و چاپلوس نظیر سوزنی شما نداشته ایم.

تکالیف دینی و وظایف پرستش به درگاه واجب الوجود را خوب می شناسیم و از این جهت مثل شما دستگاه تفتیش عقاید نداشته و افراد بیچاره و بی گناه را بدون جرم زنده زنده به آتش نسوخته ایم.

ببخشید، شما از نصایح خر ها استفاده نخواهید کرد و اگر چند کلمه ای بر سبیل اندرز برای شما حکایت کردم بر وفق عادت من بود وگرنه می دانستم که شما طایفه بشر شیفته حکایات و افسانه‌ها هستید و به بهمین دلیل است که برای شما قصه ای شیرین خواهم گفت.

گفتم که نخستین روز درس را به خاطر دارم که در آن روز مادرم تمام اسرار حیات و آنچه را که در تمام ایام زندگی به آن محتاج بودم برای من گفت و چیزی فروگذار ننمود. همین که آفتاب سر در آغوش کوهسار گذاشته و هوا رو به تاریکی نهاد و خواستیم به خانه مراجعه کنیم مادر گفت، فرزند عزیز من! البته میدانی که تقدیر این است که در دست افراد بشر افتاده و به آنها خدمت کنیم. این طایفه بیچاره و ناتوان به ما و امثال ما خیلی محتاج هستند، بره، گاو، اسپ، سگ و الاغ هر یک به نوعی باید وسیله زندگانی او را فراهم کند تا روز واپسین آنگاه که اعمال ما را بازپرسی نمایند میان موجودات گیتی بیش از همه رسوا شرمسار باشد و معلوم شود با آن که تمام وسایل برای او فراهم بوده است باز از پرستش خداوند و شکر

گزاری نعمت‌های او غفلت کرده است. دیر یا زود بشری ترا از صاحب من خواهم خرید و تو برای خدمت گذاری دیگری خواهی رفت، لازم است آنچه به تو محول می‌شود خوب انجام دهی و طوری کنی که در پیشگاه خداوند شرمگین و سرافکنده نباشی. می‌دانم که وصیت مرا فراموش نخواهی کرد.

فردا صبح کشیش پیری به تحویل آمد پس از آن که مدتی مرا برانداز کرده به چشم خریداری نگریست، پسندید و به صاحب مادرم گفت :- حیوان بدی نیست و به خریداری وی بی میل نیستم. از شما چه پنهان، منم خیلی میل داشتم حالا که آزادی من خواه ناخواه از میان خواهد رفت در خدمت این پیر مرد باشم تا بدانم این اشخاص که خود را پیشوای روحانی می نامند چند مرده حلاجند، و ظاهر و باطن شان بر چه منوال است.

دهانه به دهانم زدند و چیزی قید مانند برپشتم نهادند و کشیش پیر برمن سوار و از درِ طویله بیرون آمد، فوراً شروع به دویدن کردم و طوری چالاک حرکت می کردم تزدیک بود پیر مرد را به زمین بزنم، در میان بازار، عنانِ مرا کشید، معلوم شد این محل خود فروشی اوست مردم از اطراف باو احترام کرده کلاه بر میداشتند و او به حساب آنها را تقدیس می‌کرد ولی آهسته آهسته به طوری که من حرفش را می‌شنیدم بآنها ناسزا می‌گفت و دشنام می‌داد و ضمناً از حماقت آنها مسرتی داشت. در این هنگام یکی از رفقای من از آنجا بگذشت، همین که مرا در زیر پای آن رئیس روحانی دید نهیقی بر آورد، من نیز در جواب لبخندی زده صدایی کرده گفتم: بد جایی ندارم و خوب وسیلهٔ تجربه و تفریحی پیدا کرده ام.

باری از خم کوچه، آنجا که تردد عابرین کمتر بود زنی پیدا شد و جلوی کشیش آمده دستش را بوسید و با نهایت ادب گفت: پدر

بزرگوار، استدعای من اینست که برای سلامت فرزندِ نورسیدهٔ من دعائی کنید تا شاید از برکت انفاس قدسیه شما از گزند حوادث مصون باشد و ضمناً درخواست می‌کنم این وجه مختصر را به محتاجانی که می شناسید انفاق کنید. در دنبال این سخن کیسه ای در دست کشیش نهاد، پیرمرد کیسه را گرفت و با نهایت کبر و غرور گفت: سلامت باشی فرزند و خداوند طفلت را در پناه خویش بگیرد.

همین که زن از پهلوی ما دور شد کشیش آهسته گفت: آری به جان خودت که پول ترا به فقرا خواهم داد، الساعه آن را در میکده به مینائی از بادهٔ ارغوانی معاوضه خواهم نمود و امشب به سلامت تو و سایر احمق های شهر به سر خواهم کشید.

دانستم اینِ پیشوای روحانی ظاهری آراسته و متقی و باطنی پُر گناه دارد، مدتی نگذشت که به تحقیق معلوم شد یکی از بندگان خبیث و مجرم خداوند است و از این جهت مصمم شدم روزی اگر بشود او را چنان که هست به مردم معرفی کنم تا کمتر فریب آراستگی آشکار اشخاص را بخورند.

این آرزو در دل من نماند و خیلی زود صورت پذیر گشت. یکی از روزهای یکشنبه کشیش مخفیانه به مجلس قماری دعوت داشت و برای احتیاط از تقلب یکدسته ورقِ بازی در جیب نهاده و می خواست پس از تلاوت ادعیه از کلیسا به محل موعود برود. همین که نزدیک درب کلیسا رسید دیدم جمعیت مردم گِردش را گرفته هر یکی بطریقی او را تنظیم نموده آمرزش گناهان خویش را از او می طلبند. دانستم فرصتی که میخواستم بدست آمده است. این بود که یک دفعه روی دو پا بلند شده و او را از روی سر خود به زمین پرتاب کردم و در ضمن با دندان جیبی را که ورق های بازی در آن بود پاره

کردم که ناگهان در تمام کوچه پراکنده شد و فسق عالِم نمای سالوس کار، آفتابی و برملا گردید.

فریاد دشنام و ناسزای مردم بلند شد و آشوبی عجیب راه افتاد ولی صدای نعرهٔ من در آن میان بر همه تفوق داشت که با زبان خودمان آن پیر سیاه درون را به دشنام یاد می کردم و ندانستم آیا کسی از آن مردمِ زود باور حرفِ مرا می فهمید یا نه.؟

*****

# بهشتِ من

از:مهدی حمیدی

[نویسندہ کا تعارف گذشتہ اوراق میں موجود ہے]

---

در دامنۂ جنوبی شیراز جلگه گستردۂ قشنگی است که در آنجا در میان خاموشی لذت بخش طبیعت، باغی زیبا، دور از آشوب و هیاهوی بشریت، هر سال در ابتدای هر بهار زندگی از سر میگیرد واحد درمیان تغنی و غزلسازی پرندگان کوهستانی گلهای آن می شکفند و به خواب میروند.

در ابتدای پائیز، بدان هنگام که برگها زرد می شوند و بادهای مهرگان وزیدن آغاز می کنند، آخرین گل کم فروغ تابستان باز می شود و آهسته رو به زوال می گذارد.

جوی خنیاگر و دلنوازی که آب آن از مروارید سوده تابناک تر و از نسیم کوهستانی سرد تر و خنک تر است دشت وسیع و پهناوری را می شکافد، از راههای دور از دامنه های تپه ها و پشته های بسیار دور نمیدانم از کجا سرچشمه میگیرد،می خواند و میگذرد. این جویبار زیبا به هنگام بهار آنقدر قشنگ و فریبنده است که خدا میداند؛ زیرا در کناره های آن از هر دو سوی تا آنجا که چشم کار کند بابونه و شقایق ها از میان برگ های انبوه و معطر پونه و نعناع می روید و مستی می بخشد.

بید مجنون منحنی و خمیده ای از درون باغ رسته، بر دیوار آن تکیه کرده، شاخه های سبز و زمردین آن به باطراف پراکنده شده، چتر زده، حلقه بسته، انبوهی از آن بر سر دیوار افتاده و پاره ای از آن به خارج ریخته است. این آشفتگی بدان گونه است که اگر کودکی باهوش و مکتب گریز از آن راه بگذرد میتواند بدون اجازۂ

باغبان دسته ای از گیسوان این دختر پریشان موی را به هم متصل کرده، پا به دیوار زده، بالا رفته، و پس از لحظه ای بر روی بشمه ها بنشیند و در میان سکوت و زیبائی متحیر و خاموش گردد و بوستان بان پیر هم او را ندیده باشد!

این بید بن سالخورد و منحنی را که از درون رسته و به خارج می نگرد، این درخت سر بدر را که ممکن است گاه‌گاه موجب خونجگری چمن بان کهن سال شود، باغبان پیر برغم گفته های آن قلندر پشمینه پوش عریان با آنکه با روبروی از لعل و گهر هم نبوده است از بیخ و بن بر نکنده و از پا نینداخته است.این درخت از دور مانند دیده بان پیری است که از پشت دیوار سرکشیده برای حفاظت بوستان به خارج می نگرد و دیده بانی می کند.

من در زیر این گیسوان راز ها گفته و اشک ها ریخته ام!

جویبار سحر انگیز خنیاگر همین که به بوستان داخل می شود ریشه های پراکندهٔ این درخت را شستشو میدهد و از زیر شاخه های آن میگذرد. این درخت در کنار این جوی رُسته است. تنهٔ خمیده و دمل دارِ آن بدانگونه است که هر کودکی به آسانی می‌تواند از آن مانند پله ای بالا رود و در میان شاخه ها بنشیند و در حالی که عکس او در میان امواج آب بلرزد و ماهی های زیبا در انبوه موهای او داخل شوند و رقاصی کنند.

من بارها این کار را کرده و این پردهٔ شگفت انگیز زیبا را با چشمِ دقّت نگریسته ام و اگر شما هم بودید چنین می گردید.

در آن زمان هنگامی که با دوستان یکدل و عزیز خود به گشت و تفریح می رفتیم چه بسیار اتفاق می افتاد که در میان این شاخه های انبوه و بر فراز آن جویبار قشنگ می نشستم، به آهنگ ساز آن زخمه زن زیر دست که رفیق من بود گوش میدادم و در

میان موجهای دل انگیز پرده‌های دلفریب و غم افزای گذشته و آینده را می نگریستم. انگشت های شورانگیز به چالاکی بر روی پرده ها می لغزید و آهنگ های جان بخش با تأنی به آسمانها می رفت.

لبی باز می شد و حقیقت تلخی از میان این بیت برخاسته و در پیش چشم شنوندگان گشوده شده آنها را به تفکر وا می داشت:

بسیار سالها به سر خاک ما رود
کاین آب چشمه آید و باد صبا رود

چه دردسر تان دهم، هنگامی که نغمه ها پایان می گرفت و بربط نواز مهربان سازِ خود را به کنار گذاشته سیگار خویش را روشن می‌کرد به خود می آمدم و می دیدم که اشکی بآهستگی بر روی گونه هایم غلطیده، سرازیر شده و مانند شبنم سحرگاهی در میان جوی می افتد. این قطره های شفاف نرما نرم در میان جوی می افتاد و پس از زمانی به دریا می پیوست. شاید ما نیز که قطره‌های ناچیزی بیش نیستیم با جریان زمان آنقدر پیش رویم که به دریایی ابدیت بپیوندیم، و اگر چنین است به، چه سرانجام نیکی!

هنگامی که زمستان برمیگذشت، هنگامی که نسیم های جان پرور آخرین روزهای اسفند شاخه های پر شکوفهٔ بادام را تکان می داد، هنگامی که پرستو ها باز می گشتند و جهان جنب و جوش از سر می گرفت، و در کنار آن جوی، در زیر آن درخت، در دامان آن جلگهٔ مسرت بخش انجمن کوچکی داشتیم که از انس و الفت، از شادی و مسرت، و از عشق و امید انباشته بود، در آنجا نشاط شامگاه کودکی با فروغ سپیده دم جوانی به هم آمیخت و بشکل لبخند و لبخند پر فروغی بر لبان مان ظاهر میگشت.

چه خوب بود و چه تند گذشت!

هنوز هنگامی که دل دردمند من از شکنجه های جهان فشرده شود و دوست بدارم که بر غم های جانکاه خویش اشکی نثار کنم و با قطرهٔ اشکی گرد اندوه و غبار از رخساره ام برطرف شود به آنجا می شتابم. شگفتا ! چنین به نظر می آید که آن دیوارها، آن سبزه ها، و آن شاخه های بید کهنسال همه رفقای قدیم منند، همه با من حرف می زنند، همه با من سخن میگویند، و همگی به من دلداری میدهند، آنجا سرزمین قشنگی است، آنجا بهشت من است.

چه بسیاری از روزها که به هنگام ظهر در زیر سایه آن نارون انبوه به خواب رفته و در آن خواب شیرین بهشت خداوند را یافتم ام.

و چه دوست میدارم که روزی هم که خواب آخرین من فرا رسد، دوستان من در زیر همان بید و در کنار همان جوی خوابگاه کوچکی برای من ترتیب دهند و جسد مرا در آن مدفن عشق و امید پنهان کنند، شاید باز هم بهشت خداوند را به خواب ببینم.

ا ر ۴ ر ۲۰ شیراز

****

# یحییٰ

(نویسنده:صادق چوبک)

### صادق چوبک



آپ ایک ایرانی ادیب تھے۔ بہت سے لوگ انہیں، صادق ہدایت اور بزرگ علوی کے ساتھ، جدید ایرانی افسانہ نگاری کے بانی سمجھتے ہیں۔ ان کی مشہور داستانوں میں سے " انتری که لوطی‌اش مرده بود"، "سنگ صبور" اور "تنگسیر" کا نام لیا جاسکتا ہے۔

صادق چوبک 5 جولائی 1916ء کو بوشہر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ایک تاجر تھے، لیکن انہوں نے اپنے والد کی ملازمت کی پیروی نہیں کی اور کتابوں کا رخ کیا۔ آپ نے بوشہر اور شیراز میں اور تہران کے امریکن کالج میں تعلیم حاصل کی اور 1937ء میں وزارت ثقافت میں ملازمت اختیار کی۔ آپ نے اپنی کہانیوں کا پہلا مجموعہ خیمه شب بازی کے نام سے 1945ء میں شائع کیا۔

چوبک 1976ء میں ریٹائر ہوئے اور انگلینڈ اور پھر امریکہ چلے گئے۔ صادق چوبک اپنی زندگی کے آخر میں اپنی بینائی سے محروم ہو گئے اور 1998 کو برکلے، امریکہ میں 81 سال کی عمر میں انتقال کر گئے اور ان کی وصیت کے مطابق ان کے غیر مطبوعہ آثار کو جلا دیا گیا۔ اسی طرح ان کی وصیت کے مطابق ان کی لاش کو بھی وہیں سپرد آتش کیا گیا۔

یحیی یازده سال داشت و اولین روزی بود که می‌خواست روزنامه "دیلی‌نیوز"بفروشد. در اداره روزنامه، متصدی تحویل روزنامه ها و چند تا بچۀ همسال خودش که آنها هم روزنامه می‌فروختند، چند بار اسم دیلی نیوز را برایش تلفظکردند. او هم بخوبی آن را یاد گرفت. و به نظرش آن اسم به شکل یک دیزی آمد. چند بار صحیح و بدون زحمت، پشت سر هم، پیش خودشگفت: «دیلی‌نیوز. دیلی‌نیوز. دیلی نیوز.» و از اداره روزنامه بیرون آمد.

توی کوچه که رسید شروع به دویدن کرد و فریاد زد: «دیلی نیوز! دیلی‌نیوز!» به هیچکس توجه نداشت. فقط سرگرم کار خودش بود. هر قدر آن اسم را زیادتر تکرار می‌کرد و مردم از او روزنامه می خریدند، بیشتر از خودش خوشش می‌آمد. و تا چند شماره هم که فروخت، هنوز آن اسم یادش بود. اما همین که بقیه

پول خورد یک پنج ریالی تحویل یک آقایی داد و دهشاهی کسر آورد و آن آقا هم آن دهشاهی را به او بخشید و رفت، هرچه فکر کرد اسم روزنامه یادش نیامد. آن را کاملا فراموش کرده بود .ترس ورش داشت. لحظه ای ایستاد و به کف خیابان خیره نگاه کرد. دو مرتبه شروع به دویدن کرد. باز هم بدون آنکه صدا کند چند شماره ازش خریدند. یحیی به دهن آنهایی که ازش روزنامه می‌خریدند نگاه می‌کرد تا شاید اسم روزنامه را از آنها بشنود، اما آنها همه با قیافه های گرفته و جدی، بدون آنکه به صورت او نگاه کنند، روزنامه را می‌گرفتند و می‌رفتند.

بیچاره و دستپاچه شده. به اطراف خودش نگاه می‌کرد شاید یکی از بچه ها را پیدا کند و اسم روزنامه را ازش بپرسد، اماکسی را ندید. چند بار شکل دیزی جلوش ورجه ورجه کرد اما از آن چیزی نفهمید. روی پیاده روی خیابان فوجی از دیزی‌های متحرک جلوش مشق می‌کرد، و مثل اینکه یکی دو بار هم اسم روزنامه در خاطرش برق زد، اما تا خواست آن را بگیرد خاموش شد.

سرش را به زیر انداخته بود و آهسته راه می‌رفت. بسته روزنامه را قایم زیر بلغش گرفته بود و به پهلویش فشار می‌داد. می‌ترسید چون اسم روزنامه را فراموشکرده بود، مبادا روزنامه ها را ازش بگیرند. می‌خواست گریه کند اما اشکش برون نمی‌آمد. خواست از چند نفر عابر بپرسد اسم روزنامه چیست، اما خجالت کشید و ترسید. یکهو قیافه اش عوض شد و نیشش باز شد. از سر و صورتش خنده می‌ریخت. پا به دوگذاشت و فریادکرد: [پریموس! پریموس] اسم روزنامه را یافته بود.!

****

# بچه ی مردم

از: جلال آل احمد

**جلال آل احمد**
(2 **دسمبر** 1923-9 **ستمبر** 1969)



سید جلال آل احمد ایک ممتاز ایرانی ناول نگار، مختصر افسانہ نگار، مترجم، فلسفی، سماجی وسیاسی نقاد، ماہر سماجیات تھے۔ جلال تہران میں ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے-ان کے والد ایک عالم دین تھے-ابتدائی اسکول کے بعد آل احمد کو تہران کے بازار میں روزی کمانے کے لیے بھیجا گیا، لیکن اس نے ساتھ ساتھ ماروی مدرسہ میں بھی دینی تعلیم حاصل کی، اور اپنے والد کی اجازت کے بغیر، دار الفنون میں رات کی کلاسز میں شرکت کرتے تھے۔

وہ مدرسہ نجف گئے لیکن بہت جلد گھر لوٹ آئے۔ اس کے بعد آپ احمد کسروی کی تقریر اور کاموں سے آشنا ہوئے ۔ 1946 میں آپ نے تہران ٹیچرز کالج سے فارسی ادب میں M.A کی ڈگری حاصل کی اور ایک استاد بن گئے، اپنی تعلیم جاری رکھتے ہوئے تہران یونیورسٹی میں فارسی ادب کے ڈاکٹریٹ پروگرام میں داخلہ لیا لیکن 1951 میں اپنے مقالے کا دفاع کرنے سے پہلے ہی چھوڑ دیا۔ 1950 میں، انہوں نے فارسی کے ایک مشہور ناول نگار سیمین دانشور سے شادی کی۔1969ء میں ان کی موت ایران کے شمال میں ایک جھونپڑی کے اندر ہوئی۔

ان کے چند معروف کارنامے یوں ہیں:

سرگذشت کندوها ، مدیر مدرسه، سنگی بر گوری، زن زیادی، سه تار، رنجی که می بریم، دید و باز دید، وغیره

خوب من چه می‌توانستم بکنم؟ شوهرم حاضر نبود مرا با بچه نگهدارد. بچه که مال خودش نبود. مال شوهر قبلی‌ام بود، که طلاقم داده بود، و حاضر هم نشده بود بچه را بگیرد. اگر کس دیگری جای من بود چه میکرد؟ خوب منهم میبایست زندگی میکردم. اگر این شوهرم هم طلاقم میداد چه میکردم؟ ناچار بودم بچه را یک جوری سر به نیست کنم. یک زن چشم و گوش بسته، مثل من، غیر از این چیز دیگری بفکرش نمیرسید، نه جائی را بلد بودم، نه راه و چاره‌ای میدانستم. نه اینکه جائی را بلد نبودم. میدانستم میشود بچه را بشیرخوارگاه گذاشت یا بخراب شده دیگری سپرد. ولی از کجا که بچه مرا قبول میکردند؟ از کجا می‌توانستم حتم داشته باشم که

معطلم نکنند و آبرویم را نبرند و هزار اسم روی خودم و بچه‌ام نگذارند؟ از کجا؟ نمی‌خواستم باین صورت‌ها تمام شود.

همان روز عصر هم وقتی کار را تمام کردم و بخانه برگشتم و آنچه را که کرده بودم برای مادرم و دیگر همسایه‌ها تعریف کردم؛ نمیدانم کدام یکی‌شان گفتند «خوب، زن، میخواستی بچه‌ات را ببری شیرخوارگاه بسپری. یا ببریش دارالایتام و...» نمیدانم دیگر کجاها را گفت. ولی همانوقت مادرم باو گفت که «خیال میکنی راش میدادن؟ هه!» من با وجود اینکه خودم هم بفکر اینکار افتاده بودم، اما آن زن همسایه‌مان وقتی این را گفت، باز دلم هُرّی ریخت تو و بخودم گفتم «خوب زن، تو هیچ رفتی که رات ندن؟» و بعد بمادرم گفتم «کاشکی این کارو کرده بودم.» ولی من که سررشته نداشتم. منکه اطمینان نداشتم راهم بدهند. آنوقت هم که دیگر دیر شده بود. از حرف آنزن مثل اینکه یک دنیا غصه روی دلم ریخت. همه شیرین زبانیهای بچه‌ام یادم آمد. دیگر نتوانستم طاقت بیاورم. و جلوی همه در و همسایه‌ها زار زار گریه کردم. اما چقدر بد بود! خودم شنیدم یکیشان زیر لب گفت «گریه هم می‌کنه! خجالت نمی‌کشه...» باز هم مادرم بدادم رسید. خیلی دلداریم داد. خوب راست هم میگفت، من که اول جوانیم است چرا برای یک بچه اینقدر غصه بخورم؟ آنهم وقتی شوهرم مرا با بچه قبول نمیکند. حالا خیلی وقت دارم که هی بنشینم و سه تا و چهار تا بزایم. درست است که بچه اولم بود و نمی باید اینکار را میکردم؛ ولی خوب، حالا که کار از کار گذشته است. حالا که دیگر فکر کردن ندارد. من خودم که آزار نداشتم بلند شوم بروم و این کار را بکنم.

شوهرم بود که اصرار می‌کرد. راست هم میگفت نمیخواست پس افتاده یک نرخر دیگر را سر سفره‌اش ببیند. خود من هم وقتی

کلاهم را قاضی میکردم باو حق میدادم. خود من آیا حاضر بودم بچه‌های شوهرم را مثل بچه‌های خودم دوست داشته باشم؟ و آنها را سر بار زندگی خودم ندانم؟ آنها را سر سفره شوهرم زیادی ندانم؟ خوب او هم همینطور. او هم حق داشت که نتواند بچه مرا، بچه مرا که نه، بچه یک نره خر دیگر را ـ بقول خودش ـ سر سفره‌اش ببیند. در همان دو روزی که بخانه‌اش رفته بودم همه‌اش صحبت از بچه بود. شب آخر خیلی صحبت کردیم. یعنی نه اینکه خیلی حرف زده باشیم. او باز هم راجع به بچه گفت و من گوش دادم. آخر سر گفتم «خوب، میگی چکنم؟» شوهرم چیزی نگفت. قدری فکر کرد و بعد گفت «من نمیدونم چه بکنی. هر جور خودت میدونی بکن. من نمیخام پس افتاده یه نره‌خر دیگر و سرسفره خودم ببینم.»

راه و چاره‌ای هم جلوی پایم نگذاشت. آنشب پهلوی من هم نیامد. مثلاً با من قهر کرده بود. شب سوم زندگی ما با هم بود. ولی با من قهر کرده بود. خودم میدانستم که میخواهد مرا غضب کند تا کار بچه را زودتر یکسره کنم. صبح هم که از در خانه بیرون میرفت گفت «ظهر که میام دیگه نباید بچه رو ببینم، ها!» و من تکلیف خودم را از همان وقت میدانستم. حالا هر چه فکر میکنم نمیتوانم بفهمم چطور دلم راضی شد! ولی دیگر دست من نبود. چادر نمازم را بسرم انداختم دست بچه را گرفتم و پشت سر شوهرم از خانه بیرون رفتم. بچه‌ام نزدیک سه سالش بود. خودش قشنگ راه میرفت. بدیش این بود که سه سال عمر صرفش کرده بودم. این خیلی بد بود. همه دردسرهاش تمام شده بود. همه شب بیدار ماندنهاش گذشته بود. و تازه اول راحتی‌اش بود. ولی من ناچار بودم کارم را بکنم. تا دم ایستگاه ماشین پا بپایش رفتم. کفشش را هم پایش کرده بودم. لباس خوب‌هایش را هم تنش کرده بودم. یک کت و شلوار آبی کوچولو همان اواخر، شوهر

قبلی‌ام برایش خریده بود. وقتی لباسش را تنش میکردم این فکر هم بهم هی زد که «زن، دیگه چرا رخت نوهاشو تنش میکنی؟» ولی دلم راضی نشد. می‌خواستمش چه بکنم؟ چشم شوهرم کور، اگر باز هم بچه‌دار شدم برود و برایش لباس بخرد. لباسش را تنش کردم. سرش را شانه زدم. خیلی خوشگل شده بود. دستش را گرفته بودم و با دست دیگرم چادر نمازم را دور کمرم نگهداشته بودم و آهسته آهسته قدم برمیداشتم. دیگر لازم نبود هی فحشش بدهم که تندتر بیاید. آخرین دفعه‌ای بود که دستش را گرفته بودم و با خودم بکوچه میبردم. دو سه جا خواست برایش قاقا بخرم. گفتم «اول سوار ماشین بشیم بعد برات قاقا هم میخرم» یادم است آنروز هم مثل روزهای دیگر هی ازمن سؤال میکرد. یک اسب پایش توی چاله جوی آب رفته بود و مردم دورش جمع شده بودند. خیلی اصرار کرد که بلندش کنم تا ببیند چه خبر است. بلندش کردم. و اسب را که دستش خراش برداشته بود و خون آمده بود دید. وقتی زمینش گذاشتم گفت «مادل دسس اوخ سده بودس» گفتم «آره جونم حرف مادرشو نشینده، اوخ شده» تا دم ایستگاه ماشین آهسته آهسته میرفتم. هنوز اول وقت بود. و ماشین‌ها شلوغ بود. و من شاید نیمساعت توی ایستگاه ماندم تا ماشین گیرم آمد. بچه‌ام هی ناراحتی می‌کرد. و من داشتم خسته می‌شدم. از بس سؤال میکرد حوصله‌ام را سر برده بود. دو سه بار گفت «پس مادل چطول سدس؟ ماسین که نیومدس. پس بلیم قاقا بخلیم» و من باز هم برایش گفتم که الان خواهد آمد. و گفتم وقتی ماشین سوار شدیم قاقا هم برایش خواهم خرید. بالاخره خط هفت را گرفتم و تا میدان شاه که پیاده شدیم بچه‌ام باز هم حرف میزد و هی میپرسید. یادم است یک بار پرسید «مادل تجامیلیم؟» من نمیدانم چرا یک مرتبه بی‌آنکه بفهمم، گفتم «میریم

پیش بابا» بچه‌ام کمی به صورت من نگاه کرد. بعد پرسید «مادل، تدوم بابا؟» من دیگرحوصله نداشتم. گفتم «جونم چقدر حرف میزنی اگه حرف بزنی برات قاقا نمی‌خرم. ها!» حالا چقدر دلم میسوزد. اینجور چیزها بیشتر دل آدم را میسوزاند. چرا دل بچه‌ام را در آن دم آخر اینطور شکستم؟ از خانه که بیرون آمدیم با خود عهد کرده بودم که تا آخر کار عصبانی نشوم. بچه‌ام را نزنم. فحشش ندهم. و باهاش خوشرفتاری کنم. ولی چقدر حالا دلم میسوزد! چرا اینطور ساکتش کردم؟ بچه یکم دیگر ساکت شد. و باشاگرد شوفر که برایش شکلک درمی‌آورد و حرف می‌زد، گرم اختلاط و خنده شده بود. اما من نه باو محل می‌گذاشتم نه ببچه‌ام که هی رویش را بمن میکرد. میدان شاه گفتم نگهداشت. و وقتی پیاده می‌شدیم بچه‌ام هنوز می‌خندید. میدان شلوغ بود و اتوبوس‌ها خیلی بودند. و من هنوز وحشت داشتم که کارم را بکنم. مدتی قدم زدم. شاید نیمساعت شد. اتوبوسها کمتر شدند. آمدم کنار میدان. ده شاهی از جیبم درآوردم و ببچه‌ام دادم. بچه‌ام هاج و واج مانده بود و مرا نگاه میکرد. هنوز پول گرفتن را بلد نشده بود. نمیدانستم چطورحالیش کنم. آنطرف میدان یک تخم کدوئی داد میزد. با انگشتم نشانش دادم و گفتم «بگیر. برو قاقا بخر. ببینم بلدی خودت بری بخری» بچه‌ام نگاهی به پول کرد و بعد رو بمن گفت «مادل تو هم بیا بلیم.» من گفتم «نه من اینجا وایسادم تورو می‌پام. برو ببینم خودت بلدی بخری.» بچه‌ام باز هم به پول نگاه کرد. مثل اینکه دودل بود. و نمیدانست چطور باید چیز خرید.

تا بحال همچه کاری یادش نداده بودم. بربر نگاهم میکرد. عجب نگاهی بود! مثل اینکه فقط همان دقیقه دلم گرفت و حالم بد شد. حالم خیلی بد شد. نزدیک بود منصرف شوم. بعد که بچه‌ام رفت و من فرار کردم و تا حالا هم، حتی آن روز عصر که جلوی در و

همسایه‌ها از زور غصه گریه کردم، هیچ اینطور دلم نگرفت و حالم بد نشد. نزدیک بود طاقتم تمام شود. عجب نگاهی بود! بچه‌ام سرگردان مانده بود و مثل اینکه هنوز میخواست چیزی از من بپرسد. نفهمیدم چطور خود را نگهداشتم. یکبار دیگر تخمه کدوئی را نشانش دادم و گفتم «برو جونم. این پول را بهش بده، بگو تخمه بده، همین. برو باریکلا» بچهکم تخم کدوئی را نگاه کرد و بعد مثل وقتیکه می‌خواست بهانه بگیرد و گریه کند گفت «مادل، من تخمه نمی‌خام. تیسمیس میخام.» من داشتم بیچاره میشدم. اگر بچه‌ام یک خُرده دیگر معطل کرده بود، اگر یک خرده گریه کرده بود، حتماً منصرف شده بود. ولی بچه‌ام گریه نکرد. عصبانی شده بودم. حوصله‌ام سررفته بود. سرش داد زدم «کیشمش هم داره. برو هر چی میخوای بخر. برو دیگه.» و از روی جوی کنار پیاده‌رو بلندش کردم و روی اسفالت وسط خیابان گذاشتم. دستم رابه پشتش گذاشتم و یواش به جلو هولش دادم و گفتم «ده برو دیگه دیر میشه.» خیابان خلوت بود. ازوسط خیابان تا آن ته‌ها اتوبوسی و درشگه‌ای پیدا نبود که بچه‌ام را زیر بگیرد. بچه‌ام دو سه قدم که رفت برگشت و گفت «مادل، تیسمیس هم داله؟» من گفتم «آره جونم. بگو ده شاهی کیشمیش بده.» واو رفت. بچه‌ام وسط خیابان رسیده بود که یکمرتبه یک ماشین بوق زد و من از ترس لرزیدم. و بی اینکه بفهمم چه می‌کنم، خودم را وسط خیابان پرتاب کردم و بچه‌ام را بغل زدم و توی پیاده‌رو دویدم و لای مردم قایم شدم. عرق از سر و رویم راه افتاده بود. ونفس نفس میزدم بچهکم گفت «مادل، چطول سدس؟» گفتم «هیچی جونم. ازوسط خیابون تند رد میشن. تو یواش میرفتی نزدیک بود بری زیر هوتول.» اینرا که میگفتم نزدیک بود گریه‌ام بیفتد. بچه‌ام همانطور که توی بلغم بود گفت «خوب مادل منو بزال زیمین»

ایندفه تند میلم.» شاید اگر بچهکم این حرف را نمیزد من یادم رفته بود که برای چه کار آمده‌ام. ولی این حرفش مرا ازنو بصراقت انداخت. هنوز اشک چشمهایم را پاک نکرده بودم که دوباره به یاد کاری که آمده بودم بکنم، افتادم. بیاد شوهرم که مرا غضب خواهد کرد، افتادم. بچهکم را ماچ کردم. آخرین ماچی بود که از صورتش برمیداشتم. ماچش کردم و دوباره گذاشتمش زمین و باز هم در گوشش گفتم «تند برو جونم، ماشین میادش.» باز خیابان خلوت بود و این بار بچه‌ام تندتر رفت. قدم‌های کوچکش را بعجله برمیداشت و من دو سه بار ترسیدم که مبادا پاهایش توی هم بپیچد و زمین بخورد. آنطرف خیابان که رسید برگشت و نگاهی بمن انداخت. من دامن‌های چادرم را زیر بغلم جمع کرده بودم و داشتم راه می‌افتادم. همچه که بچه‌ام چرخید و بطرف من نگاه کرد، من سر جایم خشکم زد. درست است که نمی‌خواستم بفهمد من دارم در میروم ولی برای این نبود که سر جایم خشکم زد. مثل یک دزد که سربزنگاه مچش را گرفته باشند شده بودم. خشکم زده بود و دستهایم همانطور زیر بغلهایم ماند. درست مثل آن دفعه که سر جیب شوهرم بودم ـ همان شوهر سابقم ـ و کندوکو میکردم و شوهرم از در رسید. درست همانطور خشکم زده بود. دوباره از عرق خیس شدم. سرم را پائین انداختم و وقتی به هزار زحمت سرم را بلند کردم، بچه‌ام دوباره راه افتاده بود و چیزی نمانده بود که به تخمه کدوئی برسد. کار من تمام شده بود. بچه‌ام سالم به آنطرف خیابان رسیده بود. از همانوقت بود که انگار اصلاً بچه نداشته‌ام.

آخرین باری که بچه‌ام را نگاه کردم، درست مثل این بود که بچه مردم را نگاه میکردم. درست مثل یک بچه تازه پا وشیرین مردم باو نگاه میکردم. درست همانطور که از نگاه کردن ببچه مردم میشود

حظ کرد، ازدیدن او حظ کردم. و بعجله لای جمعیت پیاده‌رو پیچیدم. ولی یک دفعه بوحشت افتادم. نزدیک بود قدمم خشک بشود و سرجایم میخکوب بشوم. وحشتم گرفته بود که مبادا کسی زاغ سیاه مرا چوب زده باشد. ازین خیال موهای تنم راست ایستاد و من تندتر کردم. دو تا کوچه پائین‌تر، خیال داشتم توی پسکوچه‌ها بیندازم و فرار کنم. بزحمت خودم را بدم کوچه رسانده بودم که یکهو، یک تاکسی پشت سرم توی خیابان ترمز کرد. مثال اینکه الان مچ مرا خواهند گرفت. تا استخوانهایم لرزی. خیال میکردم پاسبان سر چهارراه که مرا می‌پائیده توی تاکسی پریده و حالا پشت سرم پیاده شده و الان است که مچ دستم را بگیرد. نمیدانم چطور برگشتم و عقب سرم را نگاه کردم. و وارفتم. مسافرهای تاکسی پولشان را هم داده بودند و داشتند میرفتند. من نفس راحتی کشیدم و فکر دیگری بسرم زد. بی‌اینکه بفهمم و یا چشمم جائی را ببیند پریدم توی تاکسی و در را با سر و صدا بستم. شوفر قرقر کرد و راه افتاد. و چادر من لای درتاکسی مانده بود. وقتی تاکسی دور شد و من اطمینان پیدا کردم، در را آهسته باز کردم. چادرم را ازلای آن بیرون کشیدم و از نو در را بستم. به پشتی صندلی تکیه دادم و نفس راحتی کشیدم. و شب بالاخره نتوانستم پول تاکسی را از شوهرم دربیاورم.

****

انتخاب از:

# نثر فارسی کلاسیک

ClassicalPersianProse

# اخلاق جلالی

از: جلال الدین محقق دوانی

جلال الدین دوانی: (پیدائش 1426ء ۔ وفات 12 اکتوبر 1502ء)



جلال الدین محمد بن سعد الدین معروف بہ محقق دوانی کا شمار دور تیموریہ کے اہم ترین نثر نگاروں میں ہوتا ہے۔ ان کی پیدائش ۸۲۸ھ میں کازرون کے قریب ایک قصبہ دوان میں ہوئی تھی۔ لڑکپن کا زمانہ وطن ہی میں گذرا جہاں ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ چونکہ ایام طفولیت ہی سے حصول علم و فضل کا بے حد شوق تھا اس لئے زیادہ تر اوقات آبادی سے دور ایک بلند پہاڑی پر مطالعہ میں صرف کیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ اکتساب علم و فن کا شوق اس قدر بڑھا کہ اپنے آبائی وطن دوان کو خیر باد کہہ کر شیر از چلے گئے۔ اور ملا محی الدین انصاری کے حلقہ درس میں داخل ہوئے۔
کم عمری میں ہی موصوف نے فضائل و کمالات حاصل کئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں انکی شہرت ایک جید عالم، نامور حکیم اور بے بدل محقق کی حیثیت سے دور دراز مقامات تک پھیلی۔ سلاطین آق قونیلو نے انہیں قاضی القضاۃ کا عہدہ عطا کیا۔ عہدہ کے ساتھ ساتھ انہوں نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخر ۹۰۸ھ میں وفات پائی اور اپنے وطن گازرون میں مدفون ہوئے۔

اپنے عہدہ سے سبکدوش ہونے کے بعد مختلف ممالک کی سیر و سیاحت بھی کی۔ ہندوستان بھی آئے اور سلطان محمود گجراتی کے مہمان رہے۔ چونکہ اہل بیت رسول صلعم سے انکو والہانہ عقیدت تھی اس لئے بغداد ہوتے ہوئے نجف اشرف کی بھی زیارت کی۔

آپ سے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں مختلف تالیفات یادگار ہیں۔ عربی میں حواشی سہ گانہ بر شرح تجرید، رسالہ اثبات واجب قدیم، رسالہ واجب جدید، رسالہ امعیر العلوم حواشی تہذیب المنطق اور شرح ہیاکل وغیرہ ان کی مشہور تالیفات ہیں۔ فارسی میں رسالہ کوچک در شرح بعض رباعیات و اشعار نور الہدایہ، ان کی تمام تالیفات میں اخلاق جلالی کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہے۔

اخلاق جلالی:

اخلاق جلالی دور تیموریہ کی ایک اہم نثری تالیف ہے جس میں علم اخلاق کے تمام اہم عنوانات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب محقق نصیر الدین طوسی کی اخلاق ناصری کے بعد اور ملا حسین واعظ الکاشفی کی کتاب " اخلاق محسنی " سے قبل لکھی گئی ہے۔ اسکے مؤلف جلال الدین محقق دوانی کا زمانہ حیات ۸۲۸ھ سے ۹۰۵ھ کی مدت پر محیط ہے۔ انہوں نے اپنی اس تالیف میں اخلاق ناصری اور دیگر یونانی نظریات اخلاق سے استفادہ کیا ہے اور ان کی روشنی میں علم اخلاق کے تین عنوانات یعنی تہذیب اخلاق، تدبیر منزل اور سیاست مدن کی توضیح و تشریح کی ہے۔

# اخلاق جلالی
## لامع دوم:-
## "درتدبیر منزل" و دروی شش لمعه است

### لمعه اول

در سبب احتیاج بمنزل چون انسان در بقائی شخص بغذا محتاج است و غذائی انسانی بی تدبیر صناعی چون کشتن و درودن و خرد کردن و پاک کردن و سرشتن و پختن مهیا نمی شود و تمهید این اسباب جز بمعاونت و مشارکت صورت نبندد بخلاف غذائی دیگر حیوانات که طبیعی ست و صناعت را در آن مدخل نیست و چون تهیه آن مقدار غذا که ضرورت هر روز باشد روز بروز متعذرست پس احتیاج باذخار اسباب معاش و حفظ آن از دیگر ابنائی نوع حاصل باشد و محافظت بی مکانی که غذا و قوت را در آن حفظ توان کرد و دست تغلب ظالمان از آن کوتاه باشد میسر نیست،پس بمنازل احتیاج باشد و چون شخص را بترتیب صناعی که در تحصیل غذا ضروریست احتیاج باشد پس البته او را معاونی باید که در وقت غیبت و اشتغال او بامور ضرری اقامت در منزل نماید و بنیابت او بحفظ اغذیه و اقوات مشغول گردد و این حاجت نظر بحال شخص ست و نظر بحال نوع لابدست از زینکه بازدواج او توالد و تناسل حاصل شود.

پس حکمت الهی مقتضی آن باشد که بتناکح هم امر منزل مضبوط ماند و هم امر تناسل منتظم شود و چون فرزند حاصل شود تدبیر او بر وجه لائق واجب باشد چون جمع یعنی مرد و زن و فرزند مجتمع شوند هر آئنه مراعات مصالح ایشان بدون معاون دشوار باشد پس احتیاج باعوان و خدم باشد و بدین جماعت که ارکان منزل اند انتظام معاش صورت ببندد مثل پدر و مادر و فرزند و خادم و قوت.

و چون نظام هر کثرتی بوحدتی تالیفی منوط ست نظام منزل نیز بتدبیر صناعی که بموجب رابطهٔ اُلفت باشد مربوط تواند بود و از اشخاص مذکوره پدر باین تدبیر اولی ست پس ریا ست منزل و سیاست اهل آن مفوض باد باشد و مدبر را بانواع تدبیرات صائبه از ترغیب و ترهیب و وعد و وعید و تکلیف و رفق و مدارا و لطف و عنف قیام بسیاست باید نمود تا هر یک از آنچه در تخت تدبیر اوست بکمال لائق رسد و از اختلال ایمن باشد و مراد از منزل درین مقام نه خانه ایست که از خُشت و گل و سنگ و چوب باشد بلکه مراد تالیفی مخصوص است که میان شوهر و زن و والد و مولود و خادم و مخدوم و متمول و مال واقع شود خواه در مسکن چوب و سنگ سکون نمایند و خواه در خیمه و خرگاه و خواه در سایهٔ درخت و مغارات.و علم تدبیر منزل معرفت طریق سیاست احوال این طائفه باشد بر وجهی که از خلل ایمن تواند بود و چون احتیاج باین اجتماع عموم خلائق راست پس همه را تحصیل این باید نمود و اصل کلیه در تدبیر منزل آنکه مدبر نظر کند در احوال ارکان منزل و هر یک را در محل خود بدارد و اگر در یکی خلل واقع شود اصلاح کند و همچنانکه طبیب قطع عضوی از برایٔ مصلحت عضو اشرف جائز بل واجب می دارد در تدبیر منزل نیز رکن اخس را فدای رکن اشرف باید داشت. و اگر چه خصوصیت منزل درین فن ملحوظ نیست چنانکه اشارتی بآن رفت حکما اشارتی بتدبیر اشرف انواع منازل که بناست نموده اند و گفته اند افضل مساکن آنست که محکم باشد و سقف آن بار تفاع مائل و درهای آن واسع و مقام لائق هر فصلی و موسمی درآن معد باشد و احتیاطیکه در دفع غرق و حرق و نقب و تعرض هوام و سرقه باید درآن مرعی بود و در حدیث است که بنا باید که ارتفاع آن زیاده از شش گز نباشد و چون از شش گز زیاده

بلند کنند مَلَکی ندا کند " الی اَینَ یَا اَسرَفَ الغَالینَ " یعنی تا کجا عمارت را بلند خواهی کرد ای مسرفترین متغلیان و ملاحظه حال همسایه باید کرد و چه همسایهٔ بد شرعاً و عقلاً موجب بسی فساد می شود و افلاطون در کوی زرگران جائی گرفته بود چون از حکمت آن سوال کردند گفت: از آنجهت که در وقتیکه خواب غلبه کند و از مطالعه و تامل باز دارد و به آواز مطرقه ایشان بیدار شوم.

**لمعهٔ دوم**

در سیاست اقوات و اموال چون معلوم گشت که انسان را احتیاج به اذخار اقوات و ارزاق حاصل ست پس احتیاط آنست که اجناس مختلفه ذخیره کند تا اگر بعضی اجناس در معرض تلف آید بعضی بماند و بجهت ضرورت معاملات بدینار که حافظ عدالت و ناموس اصغر ست احتیاج ست و بنا بر عزت و نفاست و رَزانت جوهر و متانت ترکیب اندکی ازو با بسیاری اجناس مقاومت کند و بدین سبب احتیاج بنقل اقوات از مساکن بمساکن بعیده نباشد و اگر دینار نبودی مشقت نقل ضروریات ببلاد بعیده تحمل بایستی نمود و نظر در حال مال یا به اعتبارِ دخل باشد یا به اعتبارِ حفظ یا باعتبار خرج، اما دخل بر دو قسم: یکی آنکه به اسبابی شود که بتدبیر شخص منوط باشد چون صناعات، دوم آنکه اختیار را درآن دخل نباشدچون مواریث و عطایا ، و اصول مکاسب سه چیز است چنانچه بعضی ائمه دین گفته اند :زراعت و تجارت و صناعت.

و امام شافعی رضی الله عنه برآنست که تجارت بهترین بهترین هرسه است و مادر وی از اصحاب شافعی گفته که زراعت بهترست و بعضی علمائ متأخرگفته که چون درین زمانه اموال بیشتر مشتبه است و دروغ بر مردم غالب تجارت از احتیاط دور باشد و زراعت احواط باشد، و چون در زمان امام شافعی (رح) اموال حلال شائع بوده و

امانت و دیانت بیشتر ازین جهت حکم برجحان تجارت فرموده و حکماء گفته اند که تجارت اعتماد نباید کرد چه شرط آن مایه است و آن در معرض زوالست، و در کسب از سه چیز احتراز باید کرد، یکی جورچنانچه به تقلب یا به تفاوت وزن وکیل چیزی برند و دم عار چون مسخرگی و هزل و استهزا و انچه مودی بمنزلت باشد، و سوم دنائت چون کَناسی و دباغی با تَمکُّن از صناعات شریفه و صناعات بعضی ضروری بُوَد مانند زراعت و بعضی غیر ضروری چون زرگری و نقاشی و علی الجمله صناعات سه نوع است؛ شریف و خسیس و متوسط، شریف آنست که تعلق بقوت نفسانی داشته باشد و آن صناعات احرار و ارباب مروت باشد و معظم آن سه نوعست: یکی آنکه تعلق بجوهر عقل دارد چون صنعت و زرارت، دوم آنکه بادب و فضل تعلق دارد چون کتابت و بلاغت و نجوم و طب و استیفا و مساحت، سوم آنکه تعلق بقوت و شجاعت دارد چون سواری و ضبط ثغور و دفع اعدا، و صناعات خسیسه هم سه نوع ست یکی آنکه منافی مصلحت عامهٔ مردم باشد چون احتکار و سحر و قیادت و اینها صناعات اشقیاست، دوم آنکه منافی فضیلت نفسانی باشد چون مسخرگی و مطربی و مقمری و این صناعات سفهاست، سوم آنکه مقتضی تنفر طبع باشد چون حجّامی و دبّاغی و کنّاسی و اینهاصناعت فرومایگان و اخساست و چون احکام طبع را نزد عقل رواجی نیست صنف اخیر عندالعقل قبیح نیست بلکه البته جهت انتظام امور معاش باید که جمعی باشد بخلاف دو صنف اول که نزد عقل قبیح ست و هر کسیکه بصناعت موسوم است باید که دران صناعت تقدم و کمال طلبد و به دنائت همت راضی نشود و بداند که هم هیچ زینت در دنیا نیکوتر از روئی و فراخ نیست و بهترین اسباب آن صناعتیست که بعد از اشتمال بر عدالت بعفت و مروت نزدیک

باشد و هر مال که بغصب ومکابره و عار و دنائت آید اگرچه بسیار نماید ناقص و بی برکت باشد شرعاً و عقلا اجتناب ازان واجب باشد و هرچه بکسب جمیل حاصل شود اگر چه قلیل باشد میمون و بابرکت بود و رعایت اعتدال در بزل مال و خرج آن بی اسراف و تقتیر و ریا و مباهات باید نمود و باید که خرج کمتر از دخل باشد و ملاخطهٔ اوقات ضروری مانند ایام قحط و نکبات و امراض باید کر دو اولی آنکه بعضی اموال نقود و اثمان باشد و بعضی اجناس و امتعه و بعضی املاک و ضیاع و مواشی تا اگر در یکی خللی واقع شود از دیگری جبر آن حاصل گردد و مصارف مال سه نوع ست یکی آنکه بحکم الهی و وضع شریعت باید داد چون زکوهٔ و صدقات و نذر دوم آنکه بطریق سخاوت ایثار و اکرام دهند چون هدایا و مبرات ، سوم آنچه از روی ضرورت بجهت جلب نفع یا دفع ضرر باید داد اول چون تحف که بجهبت انجاح مهمات و قضائ مطالب پیش سلاطین برند و انفاق در وجوه مآکل و مشارب و ملابس اهل منزل دوم چون بذل مال بر ظلمه و سفها از جهت صبانت مال و عرض. و در نوع اول چهار چیز رعایت باید کرد:

یکی آنکه آنچه دهد بفرط رغبت و طیب خاطر دهد و اصلا بر آن نه در ظاهر نه در باطن متلهف باشد چه غایت سخافت بود که الله تعالی از خزانه کرم خود نعمتی بیکی از بندگان ارزانی فرماید و او را امر کند که محقری از ان در راه او صرف نماید و او را آن بر خاطر گران آید.

دیگر آنکه خالصاً لوجه الله صرف کند و اصلا بغرض دیگر مشوب نگرداند تا موجب بطلان و اخباط آن نه شود.

سوم آنکه معظم آن بدرویشان نهفته حال دهد که حق تعالی درشان ایشان می فرماید يَحْسَبُهُم الْجَاهِلُ اغنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ .

چهارم آنکه تا تواند پنهان صدقه کند چه افشاء مظنه رعونت و وضع منت ست و شاید که سبب انکسار خاطر مستحق گردد و در حدیث نبوی ست که صدقه نهفته غضب حق تعالی را باز می نشاند و در حدیث دیگر آنکه بهترین صدقات آنست که بدست راست بدهد چنانچه دست چپ را خبر نه بود و حضرت رسالت پناه صلی الله علیه وسلم فرموده که چون حضرت حق تعالی زمین را بیافرید در اضطراب آمد و قرار نمی گرفت پس کوه را بیافرید و زمین را بآن قرار داد ملائک ازین معنی تعجب فرمودند و سوال کردند که بار خدایا هیچ مخلوقی از کوه سخت تر باشد، فرمود که بلی آتش. دیگر پرسیدند که از آتش سخت تر هست فرمود که بلی آب، دیگر گفتند از آب سخت تر باشد فرمود که بلی باد، گفتند از باد سخت تر باشد فرمود که بلی صدقه پنهانی که بنی آدم کند چنانچه بدست راست دهد دست چپ را ازآن خبر نباشد چه تاثیر آن از همه چیز بیش ست زیرا که بلائی مبرم را دفع میکند.

و در صنف دوم پنج شرط رعایت باید کرد اول تعجیل چه بعد از انتظار شاید که لذت آن بالم انتظار برابر یا کمتر باشد دوم کتمان که از غوائل ظهور ایمن باشد سوم آنکه آنرا حقیر شمرد و اگرچه بسیار باشد چه این شیوه اهل مروت و علو همت ست چهارم مواصلت و بی در پئی عطا کردن چه طول عهد موجب فراموشی ست و سبب اضاعت انعامات سابقه پنجم وضع در موضع لائق تا از قبیل تخم در شوره زار کشتن نباشد چنانچه گفته اند، بیت:

فوضعُ الّذِی فِی مَوضعِ السَّیفِ بِالعَلی
مُضِرٌ کَوَضعِ السَّیف فی مَوضَعِ الندی

و در صنف سوم سه چیز رعایت باید نمود اول اعتدال لیکن در آنچه برایٔ دفع ضرر باشد احتیاط آنست که میل بزیادتی کند

بقدر آنکه از ضرر نفس و مال و عرض ایمن گردد چه انصاف و عدالت در اکثر طباع مفقود است و طمع و حرص و حسد و بغض در نفوس مرکوز پس بنائ انفاق بر قواعد عرف عامه ناس نهادن بسلامت عرض نزدیک ترست از بنا بر سیرت خواص و میل اکثر ناس بر تبذیر ست

**لمعه سوم**

در سیاست اهل باید که غرض اصلی و مقصود کلی در تاهل حفظ نفس از وقوع در فساد و طلب نسل و حفظ مال باشد نه داعیهٔ شهوت و دیگر اغراض و بهترین زنان آنست که بعقل و دیانت و عفت و فطانت وحیا و رقت قلب و ادب و ایثار رضائ شوهر و وقار متحلی باشد و عقیم نباشد بلکه ولود باشد و معرفت این حال اگر بکر باشد بان تواند بود که از قبیله باشد که اناث ایشان عقیم نباشند و اگر ثیب باشد بآنکه اورا فرزند شده باشد و آزاد از کنیزک بهتر چه مشتمل بر حصول اتباع و استظهار با قارب و استمالت اعدا و معاونت در امور معاش و احتراز از دنائت نسب اولادست و بکر از غیر بکر اولی چه قبول ادب و انقیاد شوهر درو بیشتر متصورست و اگر باوجود این خصائل به نسب و ثروت و جمال متحلی باشد غایت کمال تواند بود.
فاما در ین سه خصلت خطری چند هست ازین جهت رعایت احتیاط دران باید نمود چه سبب نسب عجب ست و چون زنان بنقصان عقل موسومند بدان واسطه از انقیاد شوهر انفت نمایند بلکه وقت باشد که شوهر را بمنزله خادم دانند و موجب انتکاس امر و انعکاس حال و اختلال مال گردد و در مال و جمال نیز همین غائله هست و جمال بفسادی دیگر مخصوص است چه زن جمیله راغب بسیار باشد و عقل که مانع از قبائح ست در زنان کمتر و ازین رو مودی بفساد بیشمار شود.

و شوهر را در سیاست زن سه چیز رعایت باید کرد و از سه چیز احتراز باید نمود و آن سه چیز که رعایت باید کرد: اول هیبت که خود را در نظر زن مهیب نماید تا از اطاعت او امر و نواهی او تهاون ننماید و این اعظم انواع سیاساتست و انتظام این معنی باظهار فضائل و اخفائی رذائل تواند بود. دوم کرامت که زن را گرامی دارد بچیزیکه موجب محبت والفت او شود تا از خوف زوال آن حال اقدام بر خلاف رائی شوهر ننماید با آنکه اورا در ستر و حجاب از غیر محارم نگاه دارد و با او بمجاملت محاورت نماید و در مبادی امور با او مشورت کند بر وجهیکه اورا در طمع متابعت نیفگند. سوم آنکه با خویشان و متعلقان او طریقه اکرام و احترام و مدارات ومواسات و بذل معروف سپرد و بی ظهور خللی درو زنی دیگر برو نگزیند و اگر چه بجمال و مال ونسب از و زیاده باشد چه غیرت و حسد ی که در طبائع زنان مرکوز ست با نقصان عقل ایشان را بر قبائح و فضائح دارد و بغیر از ملوک را که مقصود از تزوج کثرت نسل ست و زنان رانسبت بالیشان جز طریق عبودیت سپردن چاره نیست در تعدد ازواج رخصت نداده اندو ایشان را نیز احتراز اولی ست چه نسبت مرد بمنزل نسبت دل ست ببدن و همچنانکه یک دل منبع حیات دو بدن نتواند شد یک مرد را نیز تدبیر دو منزل میسر نه شود و دست تصرف زن در اقوات بروجه مصلحت و استعمال خدام در خدمت قوی دارد و پیوسته خاطرش به تعهد امور منزل و تکفل مهمات خانه و نظر در مصالح خانه مشغول گرداند تا تعطیل اورا باعث بر قبائح نه شود چه نفس انسانی تحمل تعطیل نه کند و فراغ از ضروریات مقتضی نظر در غیر ضروریات شود و باعث گردد بر بیرون آمدن و نظاره مردان کردن و ازان شوهر در نظر او مستحقر نماید و بر اقدام فضائح دلیر شود و راغبان را درو طمع پیدا شود و سبب فساد گردد و امان آن سه چیز

که از ان احتراز باید کرد اول افراط محبت زن که مقتضی استیلائ اوست و سبب انتکاس چه هر گاه که آمر مامور شود و حاکم محکوم هر آینه نظام اختلال یابد و اگر به محنت محبت او مبتلا شود از و مخفی دارد و اگر غلبه نماید بعلاجی که در باب عشق گفته اند دفع نماید. دوم آنکه در امور کلی باو مشورت نکند و بر اسرار خود اورا مطلع نه گرداند و مقدار مال خود و ذخائر غیر قوت از و پوشیده دارد چه نقصان عقل ایشان بر مفاسد باعث شود و در تواریخ آورده اند که حجاج را حاجبی بود که علاقه اختصاص قدیم باو داشت وقتی در اثنائ محاورت حجاج گفت راز خود را با زنان نباید گفت و برایشان اعتماد نشاید کرد حاجب گفت مرا زنیست بغایت دانا و مشفق و بروی اعتماد بسیار دارم چه بتکرر تجارب وثوق باحوال او حاصل نموده ام و او را خازن اسرار خود دانسته حجاج گفت این صورت خلاف حزم ست و من این معنی برتو روشن گردانم بعد ازان بفرمود تا هزار دینار در کیسه در آوردند و بران مهر خود نهاد و بحاجب داد و گفت این زر بتو بخشیدم اما بمهر من باشد و این را بخانه ببر و با زن بگوی که این زر را از حزانه ملک دزدیده ام و برائ تو آورده ام حاجب همچنان کرد بعد از مدتی حجاج کنیز کی باو بخشید حاجب او را بخانه برد زن با حاجب گفت که از برائی خاطر من این کنیزک را باید فروخت حاجب گفت کنیز کی که پادشاه بخشیده باشد چگونه باید فروخت زن ازین معنی خشم گرفت و چون پائی از شب گذشت بدر سرای حجاج رفت و پرده دار را گفت بگوئی که زن فلان حاجب آمده و بار می خواهد چون دستور یافت بعد از تمهید سلام و خدمت عرض کر د که چندین سالســت که شوهر من ربیب نعمت و رهین حضرت تست اکنون خیانتی در خزانه خاصه نموده مرا حق نعمت پادشاه نگذاشت که پنهان دارم و کیسه زر بیرون آورد و گفت که

شوهرم این را از خزانه دزدیده و همچنان بمهر پادشاه است حجاج حاجب را طلبید و کیسه زر را پیش او نهاد و گفت این زن دانائی مشفق ستوده تو آورده و مرا اگر از حقیقت کار خبر نبودی سر تو ازتن جدا شده دست بازی کودکان و پائمال ستوران بودی .

سوم آنکه زن را از ملاهی و نظر باجانب و استماع حکایات مردان و صحبت بازنان که باین خصال موسوم باشند منع کند خصوصاً پیر زنان که بفساد افعال متهم باشند و از حدیث نقل کرده اند که زنان را از خواندن قصه یوسف علیه السلام و شنیدن آن منع باید کرد که مبادا مودی بانحراف ایشان از قانون عفت شود.

و آنچه زنان را در حق شوهران رعایت باید کرد پنج خصلت ست اول ملازمت عفت دوم اظهار کفایت سوم شوهر را مهیب داشتن، و بنظر احترام درو دیدن، چهارم فرمان بردن و از نشوز احتراز کردن، پنجم مجاملت در عشرت کردن و ترک عتاب و حضرت رسالت پناه صلی الله علیه وسلم فرموده که اگر کسی را سجده مخلوق روا بودی من زنان را بسجده شوهران امر می کردم و حکما گفته اند زنان نیک شبیه اند بمادران در محبت و شفقت و بکنیزکان در قناعت و خدمت و بدوستان در الفت و صداقت، و زنان بد شبیه اند بجباران در فرمان نابردن وسطوت و بدشمنان در استخفاف شوهر و مذمت و بدزدان در طمع مال او بطریق خیانت و چون کسی بزنی ناشائسته مبتلا گردد و هیچ علاج چون مفارقت نیست مادام که مودی بفساد نشود مثل ضیعان اطفال و غیر آن از مفاسد و اگر میسر نشود بغیر از مدارت و مواسات بمال و غیره چاره نباشد و بعد از این همه بهترین تدبیرها آنست که اورا بکسی سپارد که منع او از مفاسد تواند کرد اختیار سفری دور کند و مدتی مدید دران سفر بپاید باشد که مفرج الکروب فرجی کرامت فرماید و خبری ملائم از جانب او بیاید.

و حکمائی عرب گفته اند از پنج طائفه زن احتراز باید کرد: حنانه و منانه و انانه وکیته القفا و حضراء الدمن. اما حنانه زنیست که او را فرزندان از شوهر دیگر باشند و بمال این شوهر بر ایشان مهربانی کند و منانه زنیست که پیشتر متموله باشد و بمال بر شوهر منت نهد و انانه زنیکه پیشتر شوهری دیگر داشته باشد که بزعم او بهتر ازین شوهر باشد و پیوسته از حال این شوهر شکایت و ناله کند و کیته القفا زنیست که بچادر عفت مستور نباشد و هردم در غیبت شوهر بذکر فضائح او داغی بر قفائی شوهر نهد و حضراء الدمن زنی باشد جمیل بد اصل و تشبیه او بسبزه مزبله ها کرده اند و همین معانی در حدیث سید المرسلین علیه الصلوۀ والسلام واردست و چون کسی بسیاست زن قیام نتواند نمود اولی اورا غروبت باشد.

## لمعه پنجم

در رعایت حقوق پدران و مادران چون بمقتضائ عقل و نقل شکر منعم واجبست و بعد از نعم الهی هیچ نعمت در حق فرزندان چون نعمت پدر و مادر نیست چه پدر سبب صوری وجود اوست و بعد ازان وسیله تربیت او به تهیه اغذیه البسه و ضروریات که سبب بقائ او و بلوغ بکمال نشو و نماست و باز واسطه حصول کمالات نفسانی او چون آداب و هنر ها و صناعات و بانواع مشقت و تعب جمع اسباب دنیوی می نماید و برائی او ذخیره می سازد و آن را باو ارزانی میدارد بلکه ایثار او بر خود می نماید و مادر در سبیت وجود شریک پدرست بآنکه تحمل مشقت حمل و مقاسات خطر ولادت و اوجاع طلق کرده و اول قوتی که سبب حیات فرزند شده خون بدن اوست و مدتی مدید حفظ و سیاست و تربیت او نموده و از فرط شفقت خود را فدائی او دانسته و ازین جهت که محبت والدین فرزند را محبتی

طبیعی ست و ایشان را در رعایت حقوق فرزندان احتیاج به تکلفی نیست بخلاف محبت فرزندان ایشان را در شرائع امر اولاد باحسان بر والدین بیشتر از کس ست پس مقتضائ عدالت آن باشد که بر والدین را تالی طاعت خالق داند چنانچه در آیات اعجاز غایات و احادیث هدایت سمات بیواسطه از عقب آن مذکور شده و چون استغنائ ساحت آلهی ازان متعالی ست که مفلسان کویی نیستی در مقابله نعم نامتناهی او بادائ شکری یا مکاناتی توانند در آید و نهایت اقدام سالکان درین راه اعتراف بعجز و قصور است بخلاف پدر و مادر که وجوه احتیاج ایشان ظاهر پس از ین وجه حقوق ایشان برعایت اولی باشد و بحسب قواعد شریعت نیز مبالغه در حق الناس بیشتر از حق الله ست چه حضرت حق سبحانه و تعالی جواد مطلق ست وَإِنَّ الله لَغَنِی عَنِ العَالَمِین.

قضیه محقق در رعایت حقوق والدین بسه چیز تواند بود اول دوستی خالص بجان و تعظیم بالغ به زبان و ارکان و امتثال او امر و نواهی ایشان بقدر امکان مادام که مودی بمعصیتی یا فوت مصلحتی کلی نباشد و اگر مودی بیکی ازینها شود بر سبیل مجاملت مخالفت باید کرد نه بر سبیل مجادله الا در صورتیکه شرعاً واجب باشد و امام غزالی از اکثر علما نقل فرموده که در شبهات اطاعت والدین واجب است چه جائ مباحات دوم مساعدت با ایشان در مصالح معاش پیش از طلب بی منت و توقع عوض مادام که مؤدی بمحذوری نشود. سوم اظهار خیر خواهی ایشان در سر و علانیه و محافظت بر وصایای ایشان خواه در حیات ایشان و خواه بعد از وفات، و چون حقوق پدر را طرف روحانیت غالب ست و حقوق مادر را طرف سیف جسمانیت و لهذا تنبیه در حق پدران و محبت ایشان بعد از قوت تمیز حاصل شود و حق مادران در مبادی حال معلوم گردد باین

میل اطفال بایشان زیاده است پس ادائ حق پدران ماموریکه روحانیت برآن غالب باشد مثل اطاعت و دعا و ثنا انسب باشد.
و قضائ حق مادران بجسمانیات مثل بذل مال و ترتیب اسباب معاش و چون عقوق رذیلتی ست مقابل این فضیلت پس او را سه نوع هم باشد در مقابل انواع ثلثه و کسانیکه بمنزلهٔ والدین باشند چون اجداد و اعمام و اخوال و برادران بزرگ و دوستان حقیقی هم بمثابهٔ ایشان باید داشت بقدر امکان مواسات با ایشان باید کرد و در حدیث صحیح ست که بهترین نیکو کاریها آنست که شخص دوستان پدر خود را رعایت نماید و بموجبی که سابقاً نموده شد که قرابت روحانی نیز معتبر ست با معلم که پدر نفسانیست همین طریق بلکه زیاده مسلوک باید داشت.

## لمعه ششم

در سیاست خدم بحکم عقل خدم بمنزلهٔ دست و پایی و دیگر جوارح شخص باشند چه ایشان بکارها اقدام نمایند که اگر نه ایشان باشند شخص را بنفس خود متوجه آنها باید شد و البته عضوی از اعضائی خود در ان استعمال باید کرد و اگر نه این طائفه باشند اسباب راحت منقطع گردد و از حرکات و ترددات متوالی بهیچ صناعت و فضیلت اقدام نتواند نمود با آنکه اسباب سقوط وقار و مهابت شود انواع تعب و مشقت به شخص عائد گردد پس باید که ایشان را ودائع الهی دانسته شکر وجود ایشان واجب داند و با ایشان طریقه رفق و مدارت مسلوک دارد و زیاده از حد اعتدال ایشان را کار نفرماید و اوقات راحت برای ایشان تعین کند چه هر آئنه ایشان را نیز ملال و کلال و ضعف باشد و وداعی طبیعت در جلبت مرکوز و ملاخط باید کرد که در جوهر فطرت میان او و ایشان اشتراک ست و

شکر آنکه حق تعالی ایشان را مامورا و داشته بجا باید آورد و برایشان جور نباید کرد چنانچه حضرت متمم مکارم اخلاق عَلَیهِ الصَّلوةُ وَالتَّحَیتُه مِنَ المَلِکِ الخلاق فرموده در ماکول وملبوس ایشان را با خود برابر باید داشت و چون کسی را برائ خدمتی قبول کند.

باید که اولا بامعان نظر ملاحظه حال او بکند و اگر تجربه درین باب میسر نه شود بفراست و کیاست استعانت نماید و اصحاب صور متخالفه و تخطیطات متفاوته را اختیار نکند چه غالباً خلق تابع خلق ست و خلاف آن نادر، و حکمائ فرس گفته اند نیکو ترین چیزی از زشت صورت اوست. و در حدیث نبوی ست اطلبُو الحَوَائِجَ عِندَ حِسَانِ الوُجُوه و فرموده که چون رسول بجائ فرستند باید که نیکو نام و خوبصورت باشد چه حسن صورت اول نعمتیست که از شخص رسد و در حدیثی دیگر است که همه پیغامبران خوبصورت و خوش آواز بوده اند و باید که از معلولان چون اعور و اعرج و اقرع و ابرص و نظائر آن اجتناب نماید و چون امارات کیاست از خادم مشاهده نماید باو باحتیاط باشد چه در اکثر حال حلیت و مکر باین خصلت باشد و حیای بسیار باندک عقل درین باب بهتر از عقل بسیار با وقاحت است چه حیا بهترین خصلتها است و خادم را بکاریکه اثر قابلیت آن درو مشاهده و آلات آن اورا مساعد و طبع او بآن ملائم باشد مشغول باید کرد چه هر کس را قابلیت کاریست و همچنانکه از اسپ حراثت نیابد و گاو کر و فر را نشاید از هر کس غیر از انچه قابلیت آن داشته باشد چشم نتوان داشت و چون بخادم کاری رجوع کنند بظهور اندک خللی او را ازان کار معزول نباید کرد چه این فعل متهتکان و کوتاه بینانست و هر آئنه بعد از عزل او بدلی باید و نتوان دانست که بدل بهتر ازو باشد یا بدتر و در دل خدم مقرر باید داشت که ایشان را جدائی از و بهیچ وجه در حساب نیست تاهم بمروت

نزدیک تر باشد و بوفا و کرم لائق تر و هم موجب مزید رغبت ایشان تاشرط هوا داری و جان سپاری بتقدیم رسانند چه هر گاه که دوام اختلاط خودها مخدوم تصور نماید خود را در مال و اسباب شریک او داند و نعمت و مکنت اورا نعمت و مکنت خود شناسد و چون داند که علاقه ایشان مستحکم نیست و باندک چیزی قابل زوال خدمت او را عاریتی شمارد و شرط اشفاق بجا نیاورد بلکه از برائ روز مفارقت ذخیره جمع کند و اصل در خدمت آنکه باعث بران محبت باشد بضرورت تا خدمت عاشقانه کند نه مزدورانه و بعد ازان باعث رجا باشد نه خوف تا چون محبانه نباشد باری مزدورانه باشد نه مظلومانه چه هر گاه کسی را بتخویف برکاری دارند البته او را ذوق باطنی بان کار نباشد و بقدر دفع ضرر بأن اقدام نماید و باید که مصالح خدم را بر مصالح خود مقدم دارد و نوعی سازد که کارها که بایشان متعلق ست از سر نشاط کنند نه از روی ملالت و کره و در اصلاح حال ایشان مرتب نگاه باید داشت و ایشان بلطف امید وار و از قهر خائف باید ساخت و اگر یکی از ایشان بعد از توبه گناه مراجعت نماید بعقوبات لائقه اورا گوشمالی باید داد و بمجرد این ازو نومید نباید شد و اگر بتکرار تجارب معلوم شود که قابل اصلاح نیست او را بزودی طرح باید کرد تا بمجاورت او دیگر خدم فاسد نه شوند و بنده از آزاد بخدمت اولی است چه میل بنده بانقیاد و اطاعت و تادب باخلاق و آداب سید بیشترست و وهم انقطاع کمتر و از طبقات خدم و عبید آنکه درو عقل و نطق و حیا و جلاوت بیشتر باشد برائ خدمت نفس تعین کنند و آنکه عفت و کفایت و کسب در و بیشتر باشد برائ تجارت و آنکه قوی ترو بر اعمال شاقه صبور تر برای عمارت و آنکه بیدار تر و بلند آواز تر برائ حراست.

و اصناف بندگان سه اند یکی حربه طبع و دیگر عبد به طبع و سوم عبد الشهوات، و اول را بمنزله اولاد تربیت باید کرد و دوم را بمنزلهٔ دواب و مواشی و سوم را بقدر ضرورت بدام مشتهیات نگاه باید داشت و بحسب مصلحت کارها فرمود و از اصناف امم عرب بنطق و فصاحت و ذَها ممتاز باشد و اما بجفاءِ طبع وقوت شهوت موسوم و از ایشان حبشه بوفا و ثبات قدم معروف اند اما به کبر و عدم تحمل هوان موصوف و عجم بعقل و سیاست و لطافت و کیاست ممتاز اما به حیلت و حرص و نفاق منجاز و ردم بوفا و امانت و کفایت موسوم اما به بخل ولوم ملوم دهند بقوت حدس و وهم و چستی و چالاکی موسومند اما بسبب عجب و حقد و مکر مذموم و ترک بشجاعت وجودت خدمت و حسن منظر مذکور اما بغدر و فساد و قسادت و بی حفاظی مشهور.

***

# سیاست نامه

از: خواجہ نظام الملک طوسی

**نظام الملک طوسی**
1018ء-1092ء



سلجوقیوں کا عہد نظام الملک طوسی کے ذکر کے بغیر ادھورا ہے۔ نظام الملک کا اصل نام حسن بن علی اور لقب نظام الملک تھا۔ وہ طوس کے ایک زمیندار علی کا بیٹا تھا۔ 408ھ میں طوس میں پیدا ہوئے اور بچپن سے ہی بہت ذہین اور کئی خوبیوں کے مالک تھے۔ اپنی ذہانت سے انتہائی کم عمری میں کئی علوم پر عبور حاصل کیا۔ سلجوقی عہد میں وزارت عظمٰی کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اس عہد کے تمام کارنامے نظام الملک کے تیس سالہ دورِ وزارت کے مرہونِ منت ہیں۔ یہ عہد سلجوقیوں کا درخشاں عہد کہلاتا ہے۔

سلجوقی سلطان الپ ارسلان نے نظام الملک کی صلاحیتوں کا اندازہ لگاتے ہوئے وزارت کا منصب اس کے سپرد کر دیا۔ اس نے الپ ارسلان کے عہد میں ایسے جوہر دکھائے کہ تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی ہزاروں شمعیں روشن ہو گئیں۔ اس نے ملک کے گوشے گوشے میں مدارس کا جال بچھا دیا اور سب سے بڑا اور اہم مدرسہ بغداد کا مدرسہ نظامیہ تھا جس کی تعمیر پر بے پناہ روپیہ صرف کیا گیا۔ انکے علمی و ادبی کارناموں کی طویل فہرست کے ساتھ مذہبی اور دینی خدمات بھی بے شمار ہیں اور رفاہ عامہ کے کارنامے تاریخ پر انمٹ نقوش ثبت کرتے ہیں۔ ان کی تحریر کردہ کتاب "سیاست نامہ" کو انتہائی شہرت حاصل ہوئی اور اس سے آج بھی استفادہ کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ یورپ کی مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے۔ نظام الملک 10 رمضان 485ھ بمطابق 14 اکتوبر 1092ء کو اصفہان سے بغداد جاتے ہوئے حسن بن صباح کے فدائین" حشاشین "کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

سیاست نامہ یا سیر الملوک:- نظام الملک طوسی کی مشہور تصنیف ہے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے اور 1092ء میں لکھی گئی۔ یہ پچاس ابواب پر مشتمل ہے۔ یہ پہلی تصنیف ہے جو آداب معاشرت و اخلاق، بادشاہوں و عمائدین سلطنت، قاضیوں اور خطیبوں وغیرہ کی سیاست پر نسبتاً سادہ زبان میں لکھی گئی ہے۔ کتاب میں بہت سی اہم روایات بھی ہیں۔ اس میں بعض سیاسی اور سماجی تحریکوں کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کی گئی ہیں، جن کی تاریخی اہمیت مُسلّم ہے۔

## فصل اول
## اندر احوال مردم و گردش روزگار و مدح خداوند عالم غیاث الدنیا والدین قدس سره

ایزد تعالی اندر هر عصری یکی را از میان خلق برگزیند و او را به هنرهای پادشاهانه ستوده و آراسته گرداند و مصالح جهان و آرام بندگان را بدو باز بندد و در فساد و آشوب و فتنه بدو بسته گرداند و

هیبت و حشمت او در دلها و چشم خلایق بگستراند تا مردمان اندر عدل او روزگار میگذرانند و ایمن میباشند و بقای دولت او میخواهند و اگر از بندگان عصیانی و استخفافی بر شریعت یا تقصیر اندر طاعت و فرمانهای حق تعالی بدید آید و خواهد که بدیشان عقوبتی رساند و پاداش کردار ایشان را بچشاند خدای عزوجل ما را چنین روزگار منمایاد و این چنین مدیری دور داراد هر آینه از شومی عصیان خشم و خذلان حق تعالی بدان مردمان در رسد پادشاهی نیک از میان ایشان برود و شمشیرهای مختلف کشیده شود و خونها ریخته آید و هر کرا دست قوی تر هر چه خواهد همی کند تا آن گناهکاران اندر آن آفتها و خون ریزش هلاک شوند و مثال این چنانست که آتش در نیستان افتد هر چه خشک باشد بسوزد و از جهت مجاورت خشک بسیار تر نیز بسوزد.

پس از بندگان یکی را بتوفیق ایزدی سعادتی و دولتی حاصل شود و او را حق تعالی براندازه او اقبالی ارزانی دارد و عقلی و علمی دهد که او بدان عقل و علم زیر دستان خود را هر یک براندازه خویش بدارد و هر یکرا برقدر او مرتبتی و محلی نهد و خدمتکاران و کسان ایشان را از میان مردمان برگزیند و هر یکی را از ایشان منزلتی دهد و در کفایت مهمات دینی و دنیاوی برایشان اعتماد کند و رعا یا آنکه راه اطاعت سپردند و بکار خویش مشغول باشند از رنجها آسوده دارد تا در سایه عدل او براحت روز کار می گذرانند و باز اگر از کسی از خدمتکاران و گماشتگان ناشایستگی و دراز دستی پدید آید اگر بتأدیبی وبندی و مالشی ادب گیرد و از خواب غفلت بیدار شود او را بر آن کار بردارد و اگر بیداری نیابد هیچ ابقا نکند و او را بکسی دیگر که شایسته بود بدل کند و از رعا یا کسانی که ایشان حق نعمت نشناخته قدر ایمنی و راحت را ندانند و بدل خیانتی اندیشند و

تمردی نمایند و پای از حد خویش بیرون نهند براندازه گناه بایشان عتاب و خطاب رود و ایشانرا بمقدار جرم ایشان پرسند و از سر آن در گذرند و دیگر آنچ بعمارت جهان پیوندد از بیرون آوردن کاریزها و کندن جویهای معروف و پلها کردن بر گذر آبهای عظیم آبادان کردن دیهها و مزارع و بر آوردن حصارها وبنا افکندن شهرهای نو و بناهای رفیع و نشست گاههای بدیع بجای آرد و برشاه راهها رباط فرماید از کردن آن نام همیشه او را بماند و ثواب آن بدان جهان او را حاصل بود و دعوات بخیر او را پیوسته شود و چون تقدیر حق تعالی خواست که این روزگار تاریخ روز کارهای گذشته دیگر گردد و طراز کردارها ملوک پیشین شود و خلایق را سعادتی ارزانی دارد که پیش از آن دیگر این اندیشه نداشته است خداوند عالم سلطان اعظم را از دو اصل بزرگوار که پادشاهی و پیش روی که در خاندان ایشان بودند و پدر بر پدر همچنین تا افراسیاب بزرک بدید آورد و او را بکرامتها و بزرگیها که ملوک جهان از آن خالی بودند آراسته گردانید پس آنچ بدان حاجت باشد ملوک را از دیدار خوب و خوی نیکو و عدل و مردانگی و دلیری و سواری و دانش و بکار داشتن انواع سلاح و راه بردن بهنرها و شفقت و مرحمت و خلق و وفا کردن نذرها و وعدها و دین درست و اعتقاد نیکو دوست داشتن و طاعت حق تعالی بجای آوردن فضایل از نماز شب و زیادت روزه و حرمت داشتن اهل علم و گرامی کردن زاهدان وصلحا وحکما وصدقات متواتر دادن و با درویشان نیکوئی و بازیردستان و خدمتکاران بخلق خوش زیستن و ستمکاران را از رعیت باز داشتن او را بارزانی داشت. لاجرم ایزد تعالی بر اندازه شایستگی و اعتقاد نیکو دولت وملک دوجهان جمله او را مسخر گردانید و هیبت و سیاست او بهمه اقلیم رسانید تا جهانیان خراج گذار باشند و بتقربی که بدو کنند از شمشیر او ایمنند و اگر بروزگار

بعضی از خلفا اندر ملک بسطی و وسعتی بوده است بهیچ وقت از دل مشغولی و خروج خوارج خالی نبوده است اکنون بحمد الله در این روزگار مبارک در همه جهان کسی نیست که بدل خلافی اندیشد یا سر او از چنبر اطاعت او بیرونست ایزد تعالی این دولت را تا قیامت پیوسته داراد و چشم بد از کمال دولت او دور دارد تا خلایق اندر عدل و سیاست این پادشاه روزگار میگذرانند و بدعای خیر مشغول می باشند.

چون حال دولت چنین است که گفته آمد اندازه دانش و شناختن رسوم نیکو بر قیاس دولت بود و دانش او همچو شمعی باشد که بسیار روشنایی از او افروخته آید و مردمان بدان روشنایی راه یابند و از تاریکی بیرون آیند و او را بهیچ مشیری حاجت نباشد و لیکن خداوندان را اندیشها باشد و خواهند که بندگان را بیازمایند و اندازه حال و عقل و دانش ایشان بدانند، آنست که بنده را فرمود که بعضی از سیر نیکو از آنچه پادشاهانرا از آن چاره نباشد بنویس و هر چیزی که پادشاهان بکار داشته اند و اکنون شرط آن بجای نمیآرند چه پسندیده وچه ناپسندیده آنچه بنده را از دیده و دانسته و شنیده و خوانده فراز آمد یاد کرده شد بعبارتی روشن و نزدیک بفهم و از معنی غریب و دشوار پرهیز کرده شد تا خواننده را تفهیم صواب باشد بتوفیق ایزد تعالی تمامت پزیرد.

## فصل دوم
## اندر شناختن قدر نعمت ایزد تعالی در پادشاهان را

پادشاهان را نگاه داشت رضای اوست تعالی شانه و رضای حق عزاسمه اندر احسان بود که با خلق کرده شود و عدلی که میان ایشان گسترده شود . چون دعای خلق بر نیکوئی پیوسته گردد آن

مملکت پایدار بود و هر روز بزیادت باشد و آن ملک از دولت و روزگار متمتع بود بدین جهان نیکو نام و بدان جهان رستگاری یابد و حساب او سهلتر باشد که گفته اند الملک یبقی مع الکفر ولا یبقی مع الظلم معنی آن است که ملک با کفر بپاید و با ستم و ظلم نپاید .

## حکایت در این معنی

در اخبار آمده است که یوسف علیه السلام چون از دنیا بیرون رفت وصیت کرده بود که مرا بنزد جدم ابراهیم علیه السلام دفن کنید چون تابوت یوسف نزدیک حظیره آوردند جبرئیل علیه السلام بیامد و گفت این جای او نیست که او را جواب ملکی که رانده است بقیامت بباید دادن پس چون حال یوسف ایدون باشد. بنگر تا حال دیگران چگونه خواهد بود.

در خبر چنین آمده است از پیغمبر صلی الله علیه و آله و سلم که هر کرا روز قیامت حاضر کنند از کساتی که ایشان را بر خلق دستی و فرمانی بوده باشد دستهای او بر گردن بسته بود اگر عادل بوده باشد عدل دست او گشاده گرداند و بهشت رود اگر ظالم بود همچنان دستش بسته بدوزخ افکنند .

و هم در خبر است که روز قیامت هر که او را بر کسی فرمانی بوده باشد بر خلق یا بر مقیمان سرای و بر زیردستان خویش او را بدان سؤال کنند و شبانی که گوسفندان را نگاه داشته باشد جواب از او بخواهند .

گویند عبد الله بن عمر الخطاب رضی الله عنهما در بیرون رفتن پدرش از این جهان ویرا پرسید که ای پدر تراکی بینم گفت بدان جهان، گفت زودتر میخواهم، گفت شب اول یا شب دوم یاشب سوم مرا در خواب بینی پس دوازده سال برآمد او را در خواب ندید

پس از دوازده سال او را بخواب دید گفت یا پدر نگفته بودی که پس از سه شب ترا بینم گفت مشغول بودم که در سواد بغداد پلی ویران شده بود و گماشتگان تیمار آن نداشته بودند و گوسفندی را در آن پل دست بسوراخی فروشد و بشکست تا اکنون جواب آن میدادم.

و برحقیقت خداوند عالم بداند که اندر آن روز بزرگ جواب این خلایق که در زیر فرمان او اند از او خواهند پرسید و اگر بکسی حوالت کند نخواهند شنید ، پس چون چنین است باید که ملک این مهم بهیچکس باز نگذارد و از کار خویش و خلق غافل نباشد چنانک تواند در سر و علانیه از احوال ایشان بر میرسد و دستهای دراز کوتاه میکند و ظلم ظالمان را باز می دارد تا برکات بروزگار و دولت او میرسد و دعای دولت او میگویند و دعای خیر تا قیامت بروزگار او میرسانند و ثواب بزرگ در دیوان او مُدَّخَر می شود.

## فصل سوم
## اندر مظالم نشستن پادشاه و عدل و سیرت نیکو ورزیدن

چاره نیست پادشاه را از آنک در هفته دو روز بمظالم نشیند و داد از بیدادگر بستاند و انصاف بدهد و سخن رعیت بگوش خویش بشنود بی واسطه و چند قصه که مهمتر بود باید عرض کنند و در هر یکی مثالی دهد که چون این خبر در مملکت پراکنده شود که خداوند عالم متظلمان و داد خواهان را در هفته دو روز پیش خویش میخواند و سخن ایشان می شنود همه ظالمان بشکوهند و دست ظلم کوتاه کنند و کس نیارد بیداد کردن و دست درازی کردن از بیم عقوبت او .

### حکایت

چنین خواندم در کتب پیشینگان که بیشتر ملوک عجم دکانی بلند ساختندی و بر پشت اسب بر آنجا بایستادندی تا

متظلمان را که در آن صحرا گرد شده بودندی همه را بدیدندی و داد هر یک بدادندی و سبب این چنان بود که چون پادشاه جای نشیند که آن جایگاه را در گاه و در بند و دهلیز و پرده باشد صاحب غرضان و ستمگران آن کس را بازدارند و نزد پادشاه نگذارند.

## حکایت

شنیدم که یکی از ملوک بگوش گران بوده است چنان اندیشید که کسانی که ترجمانی میکنند سخن متظلمان با او راست نگویند او چون حال نداند فرمانی فرماید که موافق آن کار نباشد فرمود که متظلمان باید که جامه سرخ پوشند و هیچکس دیگر نپوشد تا من ایشان را شناسم و آن ملک بریلی نشستی و صحرا بایستادی و هر که را با جامه سرخ دیدی فرمودی تا گرد کردندی پس بجای خالی نشستی و ایشان را یک یک بخواندی تا بآواز بلند حال خویش گفتندی و او انصاف ایشان را میدادی و آن همه احتیاط از بهر جواب آن جهان را کرده اند تا چیزی برایشان پوشیده نگردد .

## حکایت

امیر عادل از جمله سامانیان یکی بوده است او را اسمعیل ابن احمد گفتندی و سخت عادل بوده است او را سیرتهای نیکو بسیار بوده است و با خدای عزوجل اعتقاد خاصی داشته است و درویش بخشای بود که از سیر او باز نموده اند و این اسمعیل آن امیری بود که به بخارا نشستی و خراسان و عراق و ماوراء النهر پدران او را بود یعقوب لیث از سیستان خروج کرد و جمله سیستان بگرفت و داعیان مر او را بفریفتند و در شریعت اسماعیلیان شد و بر خلیفه بغداد دل بد کرد و آهنگ بغداد کرد تا خلیفه را هلاک کند و خانه عباسیان را بردارد خلیفه خبر یافت که یعقوب آهنگ بغداد کرده

است رسول فرستاد که تو ببغداد هیچ کاری نداری همان صواب تر که کوهستان و عراق و خراسان نگاهداری و مطالعت میکنی تا دل مشغولی تولد نکند باز گرد، فرمان نبرد گفت مرا آرزو چنانست که لابد بدرگاه تو آیم و شرط خدمت بجای آرم و عهد تازه کنم تا این نکنم باز نگردم هر چند خلیفه رسول می فرستاد جواب همین میداد لشکر برداشت وروی ببغداد نهاد خلیفه بدگمان شد بزرگان حضرت را بخواند و گفت - چنان میبینم که یعقوب لیث سر از چنبر اطاعت بیرون کرده و به خیانت اینجا می آید که ما او را نخوانده ایم و من میفرمایم که باز نمی گردد و ... بهمه حال خیانتی در دل دارد و پندارم که در بیعت باطنیان شده است و .. تا اینجا نرسد اظهار نکند ما را از احتیاط کردنِ او غافل نباید بودنِ تدبیر آن کار چیست.؟ پس بر آن نهادند که خلیفه در شهر نباشد و بصحرا رود و اردو و لشکرگاه بزند و خاصگیان و بزرگان بغداد جمله با او باشند چون یعقوب برسد خلیفه را بصحرا بیند بالشکر اندیشهٔ او برخطا افتد وعصیان او امیر المؤمنین را معلوم شود و مردم در لشکرگاه یکدیگر آمد و شد کنند اگر سرعصیان دارد نه همه میران عراق و خراسان با او یار باشند و رضا دهند بدانچه در دل دارد چون عصیان آشکارا کند، لشکر او را سر برگردانیم بتدبیر پس اگر در مانیم باری راه بر ما گشاده شود و چو اسیران در چهار دیوار گرفتار نگردیم و بجای برویم. امیر المؤمنین را این تدبیر خوش آمد همچنان کردند و این خلیفه المعتمد علی الله احمد بود، چون یعقوب لیث در رسید برابر لشکرگاه خلیفه فرود آمد وهر دو لشکر در هم آمیختند. و یعقوب لیث عضینان ظاهر کرد و کس بخلیفه فرستاد که بغداد را پردازد و هر کجا که می خواهی همی رو، خلیفه دو ماه زمان خواست، زمانش نداد چون شب اندر آمد به سران سپاه او در سر کس فرستاد که او عصیان آشکارا

کرد و با متحدان لعنهم الله یکی شد و بدان آمده است تا خاندان ما را اندازد و مخالفان را بجای ما نشاند و شما هم بدین همداستانی میکنید یا نه؟ گروهی گفتند ما نان پاره از او یافته ایم و این نعمت از خدمت او داریم هرچه او کرد ما کردیم و گفتند ما از این حال خبر نداریم و چنان پنداریم که او هرگز با امیر المؤمنین خلاف کند پس اگر مخالفت ظاهر کرد ما رضا ندهیم و روز ملاقات با تو باشیم و بوقت مصاف سوی تو آئیم و ترا نصرت دهیم و این گروه امرای خراسان بودند. چون خلیفه سران لشکر یعقوب برین گونه شنید خرم گشت دیگر روز بدل قوی بیعقوب لیس پیغام فرستاد که اکنون کفران نعمت پدید کردی و مخالف ما را موافق شدی، میان من و تو شمشیر ست و هیچ باک نیست اگر مرا لشکر اندک است و از آن تو بسیارست.حق تعالی نصرت کننده حق است و حق با من است وآن لشکر که تو داری مراست، و فرمود تا لشکر در سلاح شدند و کوس جنگ بزدند و بوق کین بدمیدند و بر صحرا صف کشیدند، چون یعقوب لیث بر آن گونه دید گفت بکام خویش رسیدم و او نیز بفرمود تا کوس بزدند و همه لشکر برنشستند و با تعبیه تمام بصحرا شدند برابر لشکر خلیفه صف بر کشیدند. و از انجانب خلیفه بیامد و در قلب بایستاد و از اینجانب یعقوب لیث، پس خلیفه فرمود بمردی بلند آواز که تا در میان دو صف رود و بآوازی بلند بگوید که یا معشر المسلمین بدانید که یعقوب عاصی شد و بدان آمده است تا خاندان عباس برکند و مخالفت او را از مهدیه بیارد و بجای وی بنشاند و سنت بردارد و بدعت آشکار کند، هر آنکسی که خلیفه رسول خدای را خلاف کند همچنان باشد که سر از اطاعت خدای تعالی کشیده باشد و از دائره مسلمانی بیرون شده باشد چنانک خدای تعالی در

محکم کتاب خویش میفرماید: اطیعو الله واطیعوا الرسول وأولو الأمر منکم.

اکنون کیست از شما که بهشت را بر دوزخ برگزیند حق را نصرت کنید و روی از باطل بگردانید با ما باشید نه برما ، چون لشکر یعقوب این سخن بشنیدند امرای خراسان بیکبار برگشتند و سوی خلیفه آمدند و گفتند ما پنداشتیم که او بحکم فرمان و طاعت و خدمت می آید اکنون که مخالفت و عصیان بدید کرد برگشتیم، ما با توایم تا جان داریم از بهر تو شمشیر میزنیم.

چون خلیفه قوت گرفت آن لشکر را بفرمود تا حمله کردند و یعقوب لیث بنخستین حمله شکسته شد و بهزیمت سوی خوزستان رفت و خزینه او جمله غارت کردند و لشکر از خواسته او توانگر شد، و اوچون بخوزستان رسید بهر جانب کس فرستاد و لشکر آورد و گماشتگان را بخواندن گرفت و دینار و درم بفرمود تا از خزینه های عراق وخراسان میاورند، چون خلیفه خبر یافت که بخوزستان مقام کرده است در وقت نامه وقاصد فرستاد که ما را معلوم شد که مردی ساده دلی و بسخن مخالفان غرّه شدی و عاقبت کار نگاه نکردی، دیدی که ایزد تعالی صنع خویش بتو چگونه بنمود و ترا هم بلشکر تو بشکست و سهوی بود که بر تو رفت، اکنون دانم که بیدار گشته و بر این پشیمانی امارت عراق و خراسان را هیچکس از تو شایسته تر نیست و ترا حق نعمت بسیار است بنزدیک ما، این یک خطا ترا در کار آن خدمتها پسندیده کردیم و کرده ترا نا کرده پنداشتیم، باید که او از سر این حدیث در گذرد چون ما از سر این وحشت در گذشتیم و هرچه زودتر بعراق و خراسان رود و بمطالعت ولایت مشغول شود.

چون یعقوب نامۀ خلیفه برخواند هیچگونه دلش نرم نشد و بر آن کار پشیمانی نخورد و بفرمود تا تره و ماهی و پیازی چند بر

طبق چوبین نهاده پیش آوردند آنگه بفرمود تا رسول خلیفه را آوردند و بنشاندند. پس روی سوی رسول کرد و گفت برو و خلیفه را بگوی که من مردی رویگر زاده ام و از پدر روی گری آموخته ام و خوردن من نان جوین و ماهی و تره و پیاز بوده است، این پادشاهی و آلات و گنج و خواسته از سرعیاری و شیر مردی بدست آورده ام نه از پدر میراث دارم و نه از تو یافته ام، از پای ننشینم تا سر تو بمهدیه نفرستم و خاندان ترا ویران نکنم تا اینک گفتم بکنم یا بسر نان جوین و ماهی و تره باز شوم و اینک گنجها را در باز کردم و لشکرها بازخواندم، و براثر این پیغام آمدم و رسول خلیفه را کسل کرد، و هر چند که خلیفه بنامه و قاصد بنواخت و تشریف فرستاد البته بازنگشت و لشکر گرد میکرد و قصد بغداد کرد و او را علت قولنج بود، علت قولنجش بگرفت و حالش بجائی رسید که دانست که از آن درد نرهد، برادر خویش را عمرو بن اللیث را ولی عهد کرد و گنج نامها بوی داد و بمرد، و عمرو بن اللیث بازگشت و بکوهستان آمد و یکچندی آنجا بود پس بخراسان رفت و بادشاهی کرد و طاعت همی داشت و لشکر و رعیت عمرو را دوست تر از یعقوب داشتند که این عمر و پس بزرگ همت و باعطا و بیدار و با سیاست بود و مروت و همت او تا آنجا بوده است که مطبخ او را چهار صد شتر میکشیدند.

چیزهای دیگر را قیاس باید کرد ولیکن خلیفه را استشعاری همی بود که نباید که او نیز بر طریقت برادر بود و فردا روز همان پیش گیرد که برادرش بر دست گرفته بود، هر چند که عمرو این اعتقاد نداشت ولیکن خلیفه از این معنی اندیشه همی کرد پیوسته در سرکس همی فرستاد ببخارا بنزدیک اسمعیل ابن احمد که خروج کن بر عمر و بن لیث و لشکر بکش و ملک از دست او بیرن کن که تو حق تری امارت خراسان و عراق را که این ملک پدران تو را بوده

است و ایشان تغلب دارند یکی که خداوند حق توی و دیگر آنک سیرتهاء تو پسندیده ترست و سدیگر آنک دعای من در قفای تو است بدین هر سه معنی شک نکنم که ایزد تعالی ترا بر وی نصرت دهد بدان منگر که ترا عدت و لشکر اندک است بدان نگر که خدای تعالی گوید "کم من فیۀ قلیلۀ غلبت فیۀ کثیرۀ باذن الله والله مع الصابرین" پس سخنهای خلیفه بر دل او کار کرد و عزم درست گردانید که با عمرو بن لیث مخالفت کند .

لشکری داشت همه را گرد کرد و از جیحون برین سو گذشت و بسر تازیانه بشمرد دو هزار سوار برآمد چنانک از هر دو یکی سپر داشت و از بیست مردیکی جوشن داشت و از هر پنجاه مرد یکی نیزه داشت و مرد بود که از بی ستوری جوشن بر فِتراک بسته بود و چنین لشکری از آموی برداشت و بشهر مرو آمد خبر بعمر ولیث بردند که اسماعیل بن احمد از جیحون گذشت و بمرو آمد و شحنه مرو بگریخت و طلب مملکت میکند، عمر ولیث بخندید و بنشابور بود، هفتاد هزار سوار عرضه کرد همه برگستوان دار با سلاح وعدتی تمام و روی ببلخ نهاد و چون بیکدیگر رسیدند مصاف کردند، اتفاق چنان افتاد که عمر و بن لیث بدر بلخ شکسته شد و هفتاد هزار سوار او بهزیمت برفتند، چنانک یکی را جراحتی نرسید و نه کسی اسیر گشت الا از میان همه عمر و بن لیث گرفتار شد و چون او را پیش اسمعیل آوردند بفرمود تا اورا بروز بانان سپردند و این از عجایبهای دنیاست.

چون نماز دیگر بکردند فراشی که از آن عمر ولیث بود در لشکرگاه می گشت چشمش بر عمرو بن لیث افتاد دلش بسوخت پیش او رفت و گفت امشب با من باش که بس تنها مانده ام، گفت تا من زنده ام از قوت چاره نیست، تدبیر چیزی خوردنی کن که گرسنه

ام. فراش یک من گوشت بدست آورد و تا به آهنین از لشکریان عاریت خواست و هر جانب بدوید و لختی پس و پیش بدوید، قدری سرگین خشک برچید و کلوخی دوسه بر هم نهاد تا قلیه خشک بکند. چون گوشت در تابه کرد مگر در طلب نمک شد و روز بآخر آمده بود، سگی بیامد و سر در تابه کرد و استخوانی برداشت دهنش بسوخت، سگ سر برآورد حلقه تا به در گردنش افتاد و از سوزش آتش بتگ خاست و تابه را ببرد، عمرو بن لیث چون چنان دید روی سوی لشکر و نگه بانان کرد و گفت: عبرت گیرید که من آن مردَم که بامداد مطبخ مرا چهار صد شتر می کشید و شبانگاه سگی برداشته است و همی برد و دیگر گفت " کنتُ اَصبَحتُ امیراً و اَمسیتُ اسیراً" معنی آن است که بامداد امیر بودم و شبانگاه اسیرم و این حال از عجایب های دنیاست، و از این هر دو حال عجب تر در معنی امیر اسمعیل و عمرو بن لیث آنست که چون عمر و گرفتار شد امیر اسمعیل روی سوی زرگان و سران لشکر خویش کرد و گفت این قدرت مرا خدای عزوجل داد و هیچ کس را بدین نعمت بر من منت نیست جز خدای را عزاسمه. پس گفت بدانید که عمرو بن لیث مردی بزرگ همت و بسیار عطا بود و باَلت وعدت و رای و تدبیر، و بیدار در کارها و فراخ نان و نمک و حق شناس، مرا رای چنانست که جهد کنم تا او را هیچ گزندی نرسد و باقی عمر بسلامت بگذراند عمر ولیث چون این بشنید گفت دانم که مرا از این بند هرگز خلاصی نبود ولیکن تو که اسمعیلی معتمدی را پیش من فرست که سخنی دارم گفتنی، چنانک از من بشنود بتو رساند این کس بیامد و بگفت اسمعیل در وقت معتمدی را پیش وی فرستاد و عمر و بن لیث معتمد را گفت اسمعیل را بگو که مرا تو نه شکستی بل که دیانت و اعتقاد وسیرت نیک تو و نا خشنودی امیر المؤمنین شکست، و این

مملکت خدای عزوجل از من بستد و بتو داد و تو بدین نیکی ارزانی و سزاوار تری این نعمت را و من موافقت خدای عزوجل کردم و تراجز نیکی نخواهم و تو در این حال ملکی نو گرفته و استظهاری نداری و مرا و برادرم را گنجها و دفینها هست بسیار و نسخت آن با منست و همه بتو ارزانی داشتم تا ترا استظهاری بود و قوی حال گردی و آلت و عدت سازی و خزینه آبادان کنی پس گنج نامه را بگشاد و بدست آن معتمد فرستاد بپیش امیر اسمعیل، چون معتمد بیامد و آنچ شنیده بود باز گفت و گنج نامه پیش اسمعیل نهاد او روی سوی بزرگان کرد و گفت این عمر و بن لیث از بس زیرکی که دارد میخواهد که از دست زیرکان بیرون جهد وزیرکانرا در دام آرد و گرفتار بلای جاودان گرداند آن گنج نامه را برداشت و پیش همان معتمد انداخت و گفت آن گنج نامه را بدو باز بر و او را بگوی که از بس حیلتی که در تو است میخواهی که از سر همه بیرون جهی ترا و برادر ترا گنج از کجا آمد که پدر شما مردی رویگر بود شما را روگری آموخت و از اتفاق آسمانی ملک بتغلب گرفتید و بتهور کار شما بر آمد و این گنجها ترا از درم و دینار همه آنست که از مردمان بظلم ستده و از بهاء ریسمان کنده پیران و پیرزنانست و از توشهٔ غریبان و مسافرانست و از مال ضعیفان و یتیمانست و جواب هر چه فردا پیش خدای عزوجل شما را باید داد، اکنون تو بجلدی میخواهی آن مظالم در کردن ما افکنی تا فردا بقیامت چون خصمان شما را بگیرند که این همه مال که بناحق ستده بازدهید، شما گویید هر چه از شما بستدیم با سمعیل سپردیم از او طلب کنید، شما همه حوالت بمن کنید و من طاقت جواب خصمان و خشم و سؤال خدای عزوجل ندارم، از ترس خدای عزوجل و دیانت که درو بود آن گنج نامه بدو باز فرستاد و بدنیا غره نشد بامیران این زمانه ماند که از بهر دیناری

حرام ندارند که ده حرام را حلال گردانند و حق را باطل کنند و عاقبت را ننگرند .

## حکایت

و هم این اسمعیل بن احمد را عادت چنان بودی که آن روز که سرما سخت تر بودی و برف بیشتر آمدی تنها بر نشستی و بمیدان آمدی و تا نماز پیشین بر پشت اسب بودی گفتی باشد که متظلمی بدرگاه آید و حاجتی دارد و او را نفقاتی و مسکنی نبود و چون بعذر برف و باران ما را نبیند و تا بما رسیدن بروی دشوار گردد چون بداند که ما اینجا ایستاده ایم بیاید و کار خویشتن بگذارد و بسلامت برود و مانند این بسیارست که گفته اند که همه احتیاط از بهر آن جهان کرده اند .

## فصل چهار
## اندر عمال و پرسیدن پیوسته از احوال وزیران و غلامان

عمال را که عملی دهند ایشان را وصیت کردن باید تا با خلق خدای عزوجل نیکو روند و جز مال حق نستانند و آن نیز بمدارا و بمجاملت طلب کنند و تا ایشان را دست بارتفاع نرسد هیچ از ایشان نخواهند که چون پیش از وقت خواهند رعایا را رنج رسد و در مکانه این ارتفاع که خواهند رسیدن از ضرورت بنیم درم بفروشند و اندر آن مستأصل و آواره شوند و اگر کسی از رعیت درمانده و بگاو و تخم حاجتمند گردد او را وام قحط دهند و سبک بار دارند تا بر جای بماند و از خانه خویش بغربت نیفتد .

## حکایت اندرین معنی

و چنین شنیدم که اندر روزگار کیقباد ملک هفت سال قحط بود و برکات از آسمان بریده شده بود فرمود عمال را تاغلها که

داشتندی میفروختند و بعضی در وجه صدقه می نهادند و از بیت المال و خز این درویشان را یاری همی کردند که همهٔ مملکت او اندر آن هفت سال یک کس از گرسنگی نمرده بود بدان سبب که با گماشتگان عتاب کرد.

و از احوال عامل پیوسته میباید پرسیدن اگر همچنین میرود که یاد کردیم عمل بروی نگاه دارند و اگر نه یکسان شایسته بدل کنند و اگر از رعیت چیزی زیاده ستده باشد از وی بازستانند و برعیت بازدهند و پس از آن اگر او را مالی باشد از وی بگیرند تا دیگران عبرت گیرند و در از دستی نکنند .

و از احوال و زیران میباید پرسیدن تا شغلها بروجه می رانند یا نه، که صلاح و فساد پادشاه و مملکت بدو باز بسته باشد که چون وزیر نیک روش ونیک رأی باشد مملکت آبادان بود ولشکر ورعایا خشنود و آسوده و با برک و پادشاه فارغ دل و چون بد روش باشد در مملکت آن خلل تولید کند که در نتوان گفت همیشه پادشاه سرگردان بود و رنجور دل و ولایت مضطرب .

## حکایت

چنین گویند که بهرام گور را وزیری بود او را راست روش خواندندی بهرام گور همهٔ مملکت بدست وی نهاده بود و بروی اعتماد کرده و سخن هیچ کس در حق وی نشنیدی و خود شب و روز بتماشا وشکار وشراب مشغول بودی و یکی را که نام خلیفه بهرام گور بود این ر است روش گفت او را که رعیت بی ادب گشته است از بسیاری عدل ما و دلیر شده اند و اگر مالش نیابند ترسم که تباهی بدید آید و پادشاه بشراب مشغول است و از کار مردمان و رعیت غافل است تو ایشان را بمال پیش از آنک تباهی بدید آید و اکنون بدان که

مالش بر دو وجه باشد بدان را کم کردن و نیکان ر ا مال ستدن. هر کرا گویم بگیر توهمی گیر پس هر که او را خلیفه بگرفتی و بازداشتی راست روش خویشتن را رشوت بستدی و خلیفه را فرمودی که او را دست باز دار تاهر که را در همه مملکت مال بود یا اسبی یا غلامی یا کنیز کی نیکو روی و یا ملکی وضیعتی نیکو داشت همه بستدند رعیت درویش گشتند و معروفان همه آواره گشتند و در خزانه چیز همی گرد نیامد و چون برین حدیث روزگاری برآمد بهرام گور را دشمنی پدید آمد خواست که لشکر خویش را بخشش دهد و آبادان کند و پیش دشمن فرستد در خزانه شد پس چیزی ندید و از معروفان و رئیسان شهر پرسید گفتند چندین سالست تا فلان و فلان آواره شدند و بغلان ولایت رفته اند گفت چرا گفتند ندانیم هیچ کس سخن وزیر از بیم وی نمیتوانست گفت بهرام گور آن روز و آن شب اندر آن اندیشه همی بود هیچ معلوم وی نگشت که این خلل از کجاست دیگر روز سپیده دم از دل مشغولی تنها بر نشست و روی بیابان نهاداندیشناک همی رفت تا روز بلند شد مقدار هفت فرسنگ رفته بود خبر نداشت گرما و تشنگی بروی غلبه کرد بشربتی آب حاجتمند شد در آن صحرا نگاه کرد دودی دید که بر همی آمد گفت بهمه حال آنجا مردم باشند روی بدان دود نهاد چون بنزدیک رسید رمهٔ گوسفندی دید خوابانیده و خیمه زده و سگی بردار کرده شگفت بماند رفت تا نزدیک خیمه مردی بیرون آمد و بروی سلام کرد ومر او را فرود آورد و چیزی پیش وی آورد و ندانست که وی بهرامست گفت نخست ما را از احوال آن سگ آگاه کن پیش از آنک نان خوریم تا این حال را بدانم جوانمرد گفت این سگ امین من بود بر این گوسفندان و از هنر او بدانسته بودم که باده گرگ بر آویختی و گرگ از بیم او کرد گوسفندان نیارستی گشت و بسیار وقت من بشهر

رفتمی بشغلی و دیگر روز باز آمدمی او گوسفندان بچرا بردی و بسلامت باز آوردی برین روز کاری بر آمد روزی گوسفندان را بشمردم چندین گوسفند کم آمد و همچنین هر چند روز نگاه کرد می اندک گوسفند کم بودی و هرگز اینجا دزد نمی آید و هیچ گونه نمیتوانستم دانستن که گوسفندان از چه کمتر میشود حال رمه من از اندکی بجای رسید که چون عامل صدقات بیامد و از من بر عادت گذشته صدقه خواست تمامی رمه را از بقیتی که مانده بود از رمه من آن نیز در کار صدقات شد و اکنون چوپانی آن عامل میکنم مگر این سگ را با گرگ ماده دوستی افتاده بود و دوست گشته و من غافل و بی خبر از کار او قضا را روزی بدشت رفته بودم بطلب هیزم چون بازگشتم از پس بالای بر آمدم و رمه گوسفندان را دیدم که می چریدند و گرگی را دیدم روی سوی رمه آورده می پویید پس در بن خاری بنشستم و پنهان نگاه میکردم چون سگ گرگ را دید پیش باز آمد ذنب بجنبانید گرگ خاموش باز ایستاد سگ بر پشت اوشد و با او گرد آمد و بگوشهٔ رفت و بخفت و گرگ در میان رمه تاخت یک گوسفند را بگرفت و بدرید و بخورد و این سگ هیچ آواز نداد من چون آگاه شدم و بدانستم که تباهی کار از بیراهی سگ بودست من او را بگرفتم و از بهر خیانتی که از وی پدید آمده بود بردار کردم.

بهرام گور را این حدیث عجب آمد چون بازگشت همه را درین حال تفکر میکرد تا بر اندیشه وی بگذشت که رعیت ما رمه اند و وزیر ما امین ما بود و احوال مملکت و رعیت سخت با خلل و آشفته میبینم و از هر که می پرسم با من راست نمی گویند و پوشیده میدارند تدبیر من آنست که از حال رعیت و وزیر پرسم چون باجای خویش باز آمد روز نامهای بازداشتکار انرا بخواست سرتاسر شناعتست روشن بدید و حال راست روش بدانست که او با مردمان نه نیک رفته

است و بیدادی کرده است گفت این نه راست روش است که دروغ و کر است پس مثل زد که راست گفته اند دانایان که هر که بنام فریفته شود بنان اندر ماند و هر که بنان خیانت کند بجامه اندر ماند و من این وزیر را قوی دست کرده ام تا مردمان او را بدین جاه و حشمت همی بینند از بیم او سخن راست نیارند گفتن چارۀ من آنست که فردا چون بدرگاه آید حرمت او پیش مردمان ببرم و او را بازدارم و بفرمایم تا بندی گران بر پای وی نهند و آنگاه زندانیان را پیش خود خوانم و از احوال ایشان بپرسم و بفرمایم تا منادی کنند که مار است روش را از وزارت معزول کردیم و باز داشتیم و نیز اور اکار نخواهیم فرمود هر کرا از وی رنجی رسیده است و دعوی دارد بیاید و حال خویش بزبان خویش بگوید و معلوم کند ما را اگر با مردمان نیکو رفته باشد و مال ناحق نستده باشد و از او شکر گویند او را بنوازیم و با سر شغل بریم و اگر این راه بخلاف این رفته باشد او را سیاست فرماییم.

پس روز دیگر چون ملک بهرام گور بارداد و بزرگان پیش رفتند و وزیر اندر آمد و بجای خود اندر نشست بهرام گور روی سوی وی کرد و گفت این چه اضطر ابست که در مملکت ما افکنده و لشکر ما بی برگ داری و رعیت ما را بی حال کرده ترا فرمودیم که روزی مردمان بوقت خویش برسان و از عمارت ولایت فارغ مباش و از رعیت جز خرج حق مستان و خزانه را بذخیره آبادان دار اکنون نه در خزانه چیزی می بینم ونه لشکر برگ دارد و نه رعیت برجای مانده است تو پنداری بدانک من خود را بشراب و شکار مشغول کردم و از کار مملکت و حال رعیت غافلم بفرمود تا او را بی حرمتی از جای برداشتند و در خانه بردند و بند گران بر پای وی نهادند و بر در سرای منادی کردند که ملک راست روش را از وزارت معزول کرد و

بروی خشم گرفت و نیز او را عمل نخواهد فرمود هر کرا از وی رنجی رسیده است و تظلمی دارد بی هیچ بیم و ترسی بدرگاه آیند و حال خویش باز نمایند تاملک داد شما بدهد و در وقت فرمود تا در زندان باز کردند و زندانیان را پیش او بردند و یک یک را همی پرسید که ترابچه جرم باز داشتند یکی گفت من برادری داشتم تو انگر و مال و نعمت بسیار داشت راست روش او را بگرفت و همه حال از وی بستد و در زیر شکنجه بکشت گفتم که این برادرم را چرا کشتی گفت با مخالفان ملک مکاتب دارد و مرا بزندان فرستاد تا پیش ملک تظلم نکنم و این حال پوشیده بماند دیگری گفت من باغی داشتم سخت خرم و خوش و از پدرم مانده بود و راست روش در قرب آن ضیعتی داشت روزی در باغ من آمد او را آن باغ بدل خوش آمد خریداری کرد و من نفروختم مرا بگرفت و در زندان کرد و گفت که دختر فلان کس را دوست میداری و جنایت بر تو واجب شده است این باغ را دست بازدار و قباله باقرار خویش بکن که بیزار گشتم، از باغ و هیچ دعوی ندارم و حق و ملک راست روش است من آن اقرار نمی کردم، و امروز پنج سالست تا در زندان مانده ام.

دیگری گفت من مردی بازرگانم و کار من آن است که بتر وخشک می کردم و اندک ما یه سرمایه دارم و ظرایفی که بشهری بخرم بدیگر شهر برم و بفروشم و باند کی سود قناعت کنم مگر عقدی مروارید داشتم چون بدین شهر آمدم در بها کردم خبر بوزیر ملک شد کس فرستاد و مرا بخواند و آن رشته مروارید از من خریداری کرد بی آنک بها بدهد بخزانه خویش فرستاد چند روز بسلام او همی رفتم خود در آن راه نشد که مرا بهای عقد مروارید می باید داد ونه عقد باز داد طاقتم نماند و بر سر راه بودم روزی پیش وی شدم گفتم اگر آن عقد شایسته است بفرمای تا بها بدهند و اگر

شایسته نیست بازدهند که من بر سر راه ام خود جواب من باز نداد چون بوثاق باز آمدم سرهنگی را دیدم با چهار پیاده که در وثاق من آمدند و گفتند برخیز که ترا وزیر میخواند، شاد گشتم گفتم بهای مروارید خواهد داد، برخاستم و با آن عوانان برفتم، عوانان مرا بردند تا بدر زندان، زندانبان را گفتند که فرمان چنانست که این مرد را در زندان کنی و بندی گران برپایش نهی، و اکنون سالی و نیم است که من در بند و زندانم.

دیگری گفت من رئیس فلان ناحیتم و همیشه خانه من بر مهمانان و غربا وعلما واهل علم گشاده بودی و مراعات مردمان و درماندگان کردمی و صدقه و خیرات من بر مستحقان پیوست بودی و از پدران چنین یافته بودم و هر چه مرا از ملک وضیاع موروث در آمدی همه در اخراجات خیر و مروت مهمانان صرف کردمی وزیر ملک مرا بگرفت که تو گنج یافته و بمطالبه و شکنجه گرفت و برندان بازداشت و من هر ملکی و ضیاعی که داشتم از ضروره بنیم بها فروختم و بدو دادم و امروز چهار سالست که تا در زندان و بند گرفتارم و بر یک درم قادر نیستم.

دیگری گفت من پسر فلان زعیمم وزیر ملک پدرم را مصادره کرد و در زیر چوب بکشت و مرا در زندان کرد و هفت سالست که رنج زندان کشم .

دیگری گفت که مردی لشکری ام و چندین سالست که پدر ملک را خدمت کرده ام و با او سفرها کرده و چندین سالست که ملک را خدمت میکنم اندک در دیوان نان پاره دارم پارچیزی نرسیده و امسال وزیر را تقاضا کردم و گفتم عیال دارم و بار مواجب من نرسید امسال اطلاق کن تا بعضی ترادهم و بعضی در وجه نفقات صرف کنم گفت ملک را هیچ مهمی در پیش نیست که بلشکر

حاجت خواهد بود و تو و مانند تو اگر در خدمت باشید و اگر نه می باشید شاید اگر نانت میباید بکارِ گِل شو، گفتم که مرا چندین حق خدمت باشد در این دولت کار گِل نباید کرد، اما ترا کدخدائی پادشاهی باید آموخت که من در شمشیر زدن جان فدای پادشاه میکنم و از فرمان او نمی گذرم و تو بکار دیوان نان از ما دریغ میداری و فرمان پادشاه نمی بری و این قدر نمیدانی که پادشاه را چاکری من و چاکری تو هر دو یکیست، ترا این شغل فرموده است و مرا آن. فرق میان من و تو آنست که من فرمان بردارم و تو نه، اگر پادشاه را چون من اگر نباید چون توهم نباید اگر فرمان داری که پادشاه نام من از دیوان کم کرده است بنمای والا آنچ پادشاه بما ارزانی داشته است بما میرسان، گفت برو که شما را و پادشاه را من نگاه میدارم، اگر من نیستمی دیرستی تا مغزهای شما کر کسان خوردندی، پس دو روز بر آمد مرا بحبس فرستاد و اکنون چهار ماه است تا در زندان مانده ام.

زیاده از هفتصد مرد زندانی بودند کم از بیست مرد خونی و درد و مجرم برآمد دیگر همه آن بودند که وزیر ایشانرا بطمع مال وظلم باز داشته بود و در زندان کرده.

چون خبر منادی که پادشاه فرمود مرمان شهر و ناحیت بشنیدند دیگر روز چندان متظلم بدرگاه آمدند که آنرا حد و اندازه نبود چون بهرام گور احوال خلق و بی رسمیها و بیدادها و ستم وزیر بر آنجمله شنید با خویشتن گفت فساد این مرد بیش از آن می بینیم در مملکت که نتوان گفت آن دلیری که او با خدا و خلق خدای تعالی و بر من کرده است بیش از آن است که اندیشه در او رسد در کار این ژرف تر نگاه باید کرد بفرمود تا بسرای راست روش روند و خریطهاء کاغذ او بیارند و همه در خانها را مهر بر نهند معتمدان برفتند و هم

ایدون کردند و خریطها بیاوردند و فروهمی نگریستند در آن میان خریطه یافتند پس از ملاطفتها که پادشاهی بر است روش فرستاده بود که خروج کرده بود و قصد ملک بهرام گور کرده و بخط راست روش ملاطفهٔ یافتند که بوی نوشته که این چه آهستگی که مَلِک میکنید که دانایان گفته اند غفلت، دولت را ببرد، و من در هواخواهی و بندگی هر چه ممکن گردد بجا آورده ام چند کسی را که سران لشکرند سر برگردانیده ام و در بیعت آورده ام و بیشتر لشکر رانی برگ و بی ساز کرده ام و هر چه در همه روزگار بدست آورده ام بیکبارگی فرستاده ورعیت را بی توش و ضعیف حال و آواره کرده ام و هر چه از جهت تو خزاند آراسته کردم که امروز هیچ ملکی را نیست و تاج و کمر و مجلس مرصع ساخته که مثل آن کس ندیده است و من ازین مرد بجان آمده ام و میدان خالی است و خصم غافل، هر چه زودتر شتابند پیش از آنک مرد از خواب غفلت بیدار شود. چون بهرام گور این نبشتها دید گفت زه خصم را بر من بیرون آورده است و بغرور او می آید و مرا در بد گوهری و مخالفی این هیچ شک نماند، بفرمود تا هر چه او را بود بخزانه آوردند و بندگان و چهار پایان او را بدست آوردند و هر چه از مردمان برشوت و ظلم سنده بود بفرمود تا ملکها وضیاع او همی فروختند و بمردمان همی دادند و سرا و خان و مان او را با زمین راست کردند و آنگاه بفرمود تا بر در سرای داری بلند بزدند و سی درخت دیگر در پیش آن بزدند، نخست راست روش را بردار کردند همچنانک آن مرد کرد مر آن سگ را، پس موافقان او را و کسانیکه در بیعت او بودند همه را بردار کردند و هفت روز فرمود تا منادی همی کردند که این جزای آنکس است که با ملک بداندیشد و مخالفان او را موافقت کند و خیانت را براستی گزیند و بر خلق ستم کند و برخدای و خدایگان دلیری کند.

چون این سیاست بکرد همه مفسدان از ملک بهرام بترسیدند و هر کرا راست روش شغل فرموده بود همه را معزول کرد و دبیران و همهٔ متصرفان را بدل کرد و چون خبر بدان پادشاه رسید که قصد مملکت بهرام گور کرده بود هم از آنجا بازگشت و از آن کرده پشیمان شد و بسیار مال و ظرایف بخدمت فرستاد و عذر خواست و بندگیها نمود و گفت هر گز عصیان ملک نیندیشم ولیکن وزیر هرا بر آن راه داشت از بس که می نبشت و کس میفرستاد وطن بنده گواهی میداد که او گنهگارست و پناه میجوید،

ملک بهرام عذر او پذیرفت و از سر آن در گذشت و مردی نیکو اعتقاد نیک روش خدای ترس را وزیری داد و کار لشکر و رعا یا همه نظام گرفت و شغلها روان گشت و جهان روی بآبادانی نهاد و خلق را از جور و بیداد برهانید و ملک بهرام آن مرد را که سگ بر دار کرده بود بوقت آن وی از خیمه بیرون آمد و بازخواست گشت تیری از ترکش برکشید و پیش آن مرد انداخت و گفت نان و نمک تو خوردم و رنجها و زیانها که ترا رسیده است معلوم گشت، حقی ترا بر من واجب شد، بدانکه من حاجبی از حاجبان ملک بهرام گورام و همه بزرگان و حاجبان درگاه او با من دوستی دارند و مرا نیک شناسند باید که برخیزی و با این تیر بدرگاه ملک بهرام آئی هر که ترا با این بیند پیش من آرد تا من ترا حقی گذارم که بعضی زبانها ترا ایلافی باشد و بازگشت.

پس چند روز زن آن مرد را گفت که برخیز و بشهر رو و آن تیر با خود ببر که آن سوار با آن زینت بی گمان مردی توانگر و محتشم بوده باشد اگر چه اندک نیکوئی با تو کند ما را آن ما یه امروز بسیار باشد و هیچ کاهلی مکن که سخن چنان کس بر مجاز نباشد مرد برخاست و بشهر آمد و آن شب بخفت و دیگر روز بدرگاه

ملک بهرام شد و بهرام گور حاجبان و اهل درگاه را گفته بود که چون مردی چنین بدرگاه آید و تیر من در دست او بینید او را زود پیش من آرید، چون حاجبان او را دیدند با آن تیر او را بخواندند و گفتند ای آزاد مرد کجائی که ما چندین روز است تا ترا چشم همی داریم، اینجا بنشین تا ترا پیش خداوند تیر ببریم، زمانی بود بهرام گور بیرون آمد و بر تخت نشست و بارداد حاجبان دست این مرد گرفتند و ببارگاه بردند چشم مرد بر ملک بهرام افتاد بشناخت گفت آوخ آن سوار ملک بهرام بوده است و من خدمت او چنانک واجب باشد نکرده ام و گستاخ وار با او سخن گفته ام که مراکراهتیش بدل آمده است چون حاجبان او را پیش تخت بردند ملک را نماز برد و بهرام گور روی سوی بزرگان کرد و گفت سبب بیدار شدن من در احوال مملکت این مرد بود و قصه سگ با بزرگان بگفت و من این مرد را بفال گرفتم پس فرمود تا او را خلعت پوشانیدند و هفتصد گوسفند از رمها چنانک او پسندید از میش و لخته بدو بخشید و فرمود که تازندگانی بهرام گور باشد صدقات از او نخواهند .

و اسکندر که دارا را بشکست بسبب آن بود که وزیرش در سر سر با اسکندر یکی کرد چون دارا کشته شد گفت غفلت امیر و خیانت و زیر پادشاهی ببر دهمه وقتی پادشاه را از احوال گماشتگان غافل نباید بودن و پیوسته از روش و سیرت ایشان بر می باید رسید چون ناراستی و خیانتی از ایشان بدیدار آید هیچ ابقا نباید کردن او را معزول باید کرد و براندازهٔ جرم او مالش دهد تا دیگران عبرت گیرند و هیچ کس از بیم و سیاست بر پادشاهان نیارد اندیشید و هر کرا شغلی بزرگ فرماید باید که در سریکی را بر او مشرف کند چنانک اونداند تا پیوسته کردار و احوال او می نماید وارسطاطالیس ملک اسکندر را چنین گفت که کسانی را که قلم ایشان در مملکت تو روان

باشد چون بیا زردی نیز او را شغل مفرمای که او سر با دشمنان تو یکی کند و بهلاک تو کوشد.

بوزیر ملک چنین گوید که ملک را شاید که گناه کار چهار گروه مردم را نگذارد، یکی آنک آهنگ مملکت کند دوم آنک آهنگ حرم وی کند و سدیگر آنک زبانرا نگاه ندارد و چهارم آنک بزبان با ملک باشد و بدل با مخالفان ملک، و در سرّ تدبیر ایشان کند، کردار مرد از سر او آگاهی دهد و چون مَلِک بیدار باشد در کارها بر او هیچ چیز پوشیده نماند .

## فصل پنجم
## اندر مقطعان وپرسیدن تا با رعایا چون روند

مقطعان که اقطاع دارند باید که بدانند که ایشان را بر رعایا جز آن نیست از فرمان که مال حق که بدیشان حوالت کرده اند از ایشان بستانند بوجهی نیکو و چون آن بستدند بتن و مال و زن و فرزند ایمن باشند و اسباب و ضیاع ایشان ایمن باشند و مقطعان را برایشان سبیلی نبود و اگر رعایا خواهند که بدرگاه آیند و حال خویش بازنمایند مر ایشان را از آن باز ندارند و هر مقطعی که جز این کند دستش کوتاه کنند و اقطاع از او باز ستانند و با او عتاب فرمایند تا دیگران عبرت گیرند و ایشانرا ببابد دانستن که ملک و رعیت همه سلطان راست، مقطعان بر سر ایشان و والیان همچنین شحنه اند با رعیّت هم چنانک پادشاه با دیگران تا رعایا خشنود باشد تا از عقوبت و عذاب آخرت ایمن باشد .

## حکایت ملک عادل

چنین گویند که چون قباد ملک فرمان یافت نوشروان عادل که پسر او بود بجای پدر بنشست هیجده ساله بود و کار پادشاهی

میراند و مردی بود که از خردگی باز عدل اندر طبع وی سرشته و پیوسته بود و زشتیها بزشت و نیکوییها را بنیک دانستی و همیشه گفتی که پدرم ضعیف رائ است و سلیم دل و زود فریفته شود و ولایت بکارداران گذاشتست تا هرچه خواهند میکنند و ولایت ویران میشود و خزانه تهی و سیم از میان می برند وزشت نامی مظالم در کردن وی همی ماند. و بیکبارگی بنیرنگ مزدک فریفته شد و دیگر بار بگفتار فلان والی و عامل که ایشان آن ولایات را از خواست ناحق ویران کردند و رعیت را درویش و بدان بدرهٔ دینار که پیش وی میآورند از سیم دوستی که فریفته شد از ایشان خشنود گشت این مایه تمیز نکرد و از ایشان نپرسید که تو والی و امیر ولایتی من ترا بدان ولایت چندان حوالت کرده ام که مواجب و کفاف و جامکی تو وخیل باشد دانم که آن از ایشان بستدهٔ این زیادتی که پیش من آوردی دانم که از میراث پدر بر نداشتی، همه آنست که از رعایا بنا حق ستده و عامل را همچنین بگفتی که مال ولایت چندین است بعضی ببرات خرج کردی و بعضی بخزانه رسانیدی این زیادتها که با تو همی بینم از کجا آوردی نه آن است که بناحق ستدی تعرف آن بجای نیاوردی تا دیگران راستی پیشه کردندی.

چون سه چهار سال برو بگذشت مقطعان و گماشتگان همچنان دراز دستی همی کردند. چون حاضر شدند نوشروان بر تخت بنشست و نخست خدای عز وجل را سپاس داری کرد و پس گفت که مرا این پادشاهی خدای عزوجل داد و دیگر از پدر بمیراث دارم و سدیگرعم بر من خروج کرد و با او مصاف کردم و او را قهر گردانیدم و دیگرباره ملک بشمشیرها گرفتم و چون خدای عزوجل جهان بمن ارزانی داشت من بشما ارزانی داشتم و بهر کسی ولایت بدادم و هر که را در این دولت حقی بر من بود می نصیب نگذاشتم و بزرگان که

بزرگی ولایت از پدرم یافته اند ایشان را هم بر آن محل و مرتبت بداشتم و منزلت و نان پاره از ایشان هیچ کم نکردم و پیوسته شما را همیگویم که با رعایا نیکو روید و بجز مال حق مستانید من حرمت شما نگاه دارم و شما نگاه نمیدارید، شما سخن هیچ در گوش نمیگیرید و از خدای نمیترسید و از خلق شرم نمیدارید و من از باد افراء یزدان همیترسم، نباید که شومی و بیداد شما بروز کار دولت من رسد جهان از مخالف صافی است کفاف و آسایش دارید مگر بشکر نعمت ایزد تعالی که شما را و ما را ارزانی داشته است مشغول گردید صواب تر باشد که بیدادی و ناسپاسی کردن که ملک را زوال آورد و ناسپاسی نعمت را ببرد.

باید که پس از این با خلق خدای عزوجل نیکوروید ورعایا را سبک بردارید ومرضعیفان را میازارید و دانایان را حرمت دارید و با نیکان صحبت کنید و از بدان بپرهیزید و خوشکاران را میازارید خدایرا و فرشتگان را برخود گواه گرفتم که اگر کسی بخلاف این طریقی سپرد هیچ ابقا نکنم، همه گفتند چنین کنیم و فرمان برداریم.

چون روزی چند بر آمد همه بر سر کار خویش باز شدند و همه بیدادی و دراز دستی در دست گرفتند وملک نوشروان را بچشم کودکی نگاه همی کردند و هر گردن کشی چنان همی پنداشتند که نوشروان را او بر تخت پادشاهی نشانده است اگر خواهد او را پادشاه دارد و اگر خواهد ندارد، نوشروان خاموش تن همی زد و با ایشان بمدارا روزگار همی گذرانید تا بر این حدیث پنج سال بگذشت مگر سپاه سالاری کزو توانگر تر و با نعمت تر نبود و نوشروان عادل او را بوالی آذر بایجان کرده بود و در همهٔ مملکت امیری از و بزرگتر نبود و هیچ کس را از آلت وخیل و تجمل نبود که اورا، مگر آرزوچنان

افتاد در آن شهر که او نشستی که در حوالی آن شهر نشست گاهی و باغی سازد و در آن بقعه پاره زمین از آن پیرزنی بدان مقدار که دخل آن هر سال چندانی بودی که حصه پادشاهی بدادی و برزیگر نصیب خویش برداشتی، چندان بماندی که پیرزن را سال تا سال هر روز چهار تاه نان رسیدی، نانی بنان خورش بدادی و نانی بروغن چراغ و نانی بچاشت بخوردی و نانی بشام و جامه او بترحم کردندی و هرگز از خانه بیرون نیامدی و در نهفت و نیاز روز گار می گذاشتی مگر این سپاه سالار آن پاره زمین او در خورد بود که در جمله باغ و سرای گیرد کس بکنده پیر فرستاد که این پاره زمین بفروش که مرا در خورد است، گنده پیر گفت نفروشم که مرا خوردتر است در همه جهان آن قدر زمین است و قوت من آن است و کس قوت خود نفروشد.

گفت من بها میدهم با عوضش زمینی بدهم که همچندان دخل و برش باشد کنده پیر گفت آن زمین من حلالست از مادر و پدر بمیراث دارم و آبخورش نزدیکست و همسایگان موافق اند روی مرا آزرم دارند و آن زمینی که تو مرا دهی این چند معنی درو نباشد دست از زمین بدار این سپاه سالار گوش بسخن پیرزن نکرد و بظلم و بزور زمین را گرفت و دیوار باغ بکرد کنده پیر در بماند و کارش بضرورت رسید بدان راضی بود که بهایش یا عوضی بدهد خویشتن را پیش او افکند و گفت یا بها بده یا عوض ولی درو تنگریست و او را نداشت گنده پیر ناامید از پیش او بیرون آمد و نیز او را در سرای او نگذاشتند و هر گاه که این سپاه سالار بر نشستی و بتماشا و شکار شدی.

گنده پیر بر راه او نشستی و چون از فراز رسیدی بانک برداشتی و بهای زمین خواستی هیچ جواب ندادی و از دور گذشتی و

اگر با خاصکیان و ندیمان و حاجبانش بگفتندی ؛ گفتندی آری بگویم و هیچ کس با او نگفتی تا برین حدیث دو سال برآمد کنده پیر سخت بماند و هیچ انصاف نیافت طمع از او ببرید و گفت آهن سرد چند کوبم خدای تعالی زیر هر دستی دستی آفریدست آخر با این همه جباری چاکر و بنده نوشروان عادلست. تدبیر من آنست که هر چگونه که باشد رنج بر خود نهم و از اینجا بمداین روم و خویشتن پیش نوشروان افکنم و حال خویش معلوم او گردانم باشد که انصاف از او بیابم.

پس با هیچ کس از این معنی نگفت و ناگاه برخاست و برنج و دشواری از آذربایگان بمداین شد و چون در و درگاه نوشروان بدید با خود گفت مراکی بگذارند که من در آنجا شوم آنک والی آذر بایگانست و چاکر این پادشاه است مرا در سرای او نگذاشتند پس آنک خداوند جهانست کی گذارند مرا که در سرای او روم و او را توانم دید تدبیر من آنست که هم درین نزدیکی سرا جایگاهی بدست آورم و می پرسم تا کی بتماشا خواهد شد باشد که در صحرا خویشتن پیش او افکنم وقصهٔ خویش بر او عرضه کنم قضارا این سپاه سالار که زمین اوستده بود بدرگاه آمد و ملک نوشروان عزم شکار کرد کنده پیر خبر یافت که ملک بفلان شکارگاه بشکار خواهد شد بفلان روز کنده پیر برخاست و پرسان پرسان بزشتی و دشواری بدان شکارگاه شد و در پس .

خاشاکی بنشست و آن شب خفت و دیگر روز نوشروان در رسید و بزرگان لشکر اوپراکندند و بشکار کردن مشغول شدند چنانک نوشروان با سلاح داری بماند و در شکارگاه میراند کنده پیرچون ملک را چنان تنها دریافت از پس خاربن برخاست و پیش ملک آمد و قصه برداشت و گفت ای ملک اگر جهانداری داد این ضعیفه بده و قصهٔ او

بخوان و حال او بدان نوشروان چون کنده پیر را بدید و سخن او بشنید دانستکه اگر او را ضرورت سخت نبودی بشکارگاه نیامدی اسب سوی وی راند و قصهٔ او بستد و بخواند و سخن او بشنید آب در دیده نوشروان بگردید.

نوشروان گنده پیر را گفت هیچ دل مشغول مدار تا اکنون کار ترا افتاده بود و اکنون که معلوم ما گشت ها را افتاده است مراد تو حاصل کنم آنگاه ترا با شهر فرستیم روزی چند این جایگاه بپاشی که از راه دور آمدی از پس نگریست فراشی را دید از آن خویش که بر استری موکبی نشسته بود و میآمد او را گفت، فرود آی. و این زن را بر استر نشان و بدیهی بر و او را بده مهتر سپار و خود بازآی چون از شکار بازگردیم او را از آن ده بشهر بر خانه خویش میدار و هر روز دومن نان و یک من گوشت و هر ماهی پنج دینار از خزانه ما بدو میرسان تا آن روز که ما او را از تو طلب کنیم، پس فراش همچنین کرد.

چون ملک نوشروان از شکار بازگشت همه روز همی اندیشید چگونه چاره کند که این حال بدرستی چنین هست که کنده پیر نمودست یا نه چنانک هیچ کس را از بزرگان معلوم نباشد پس نیم روز گاهی بوقت قیلوله ، همه خفته بودند سرای خالی بود خادمی را بفرمود که بفلان وتاق رو و فلان غلام را بیار، خادم برفت و آن غلام را بیاورد، ملک گفت ای غلام دانی که مرا غلامان شایسته بسیارند از همه ترا برگزیدم و اعتماد کاری بر تو کردم باید که نفقاتی از خزانه بستانی و بآذر بایکان روی و بغلان شهر در فلان محلت فرود آئی و بیست روز مقام کنی و بدان مردمان چنان نمای که من بطلب غلامی گریخته آمده ام پس با هر گونه مردم نشست و خاست میکنی و با ایشان در آمیزی و در میان سخن بمستی و هشیاری می پرسی

که در این محلت شما زنی پیر بود فلان نام کجا شد که از و نشان نمیدهند و د و آن پاره زمین چه کرد بنگر تا هر کسی چه می گوید و نیک یادگیری و مرا از درستی خبری بازآوری ترا بدین کار میفرستم و لیکن فردا ترا در بارگاه برابر بزرگان در پیش خویش خوانم و بآواز بلند چنانک همه میشنوند گویم برو و از خزانه نفقاتی بستان و از اینجا بآذر بایکان رو و بهر شهری و نواحی که رسی به بینی و بپرسی تا حال غله ها و میوه ها امسال چگونه است. جای آفت سماوی رسیده است یا نه و همچنین احوال مراعی و شکار گاهها به بین چنانک یایی بزودی بازگرد و مرا معلوم کن تا کس نداند که من ترا بچد کار میفرستم غلام گفت فرمان بردارم.

نوشروان دیگر روز چنین کرد و غلام برفت و بدان شهر شد و بیست روز آنجا مقام کرد و با هر که نشست احوال پیرزن میپرسید همه آن گفتند که پیرزن نموده بود و گفتند زن پیر و مستور و اصیل زاده بود و ما او را با شوهر و فرزندان دیده بودیم شوهر و فرزندانش همه مردند و نعمتش بیالود و او مانده بود و پارهٔ زمین موروث ببرزیگری داده بود تا میکشت و آنچ از آن زمین حاصل میشد جندان بودی که نصیب پادشاه و قسط برزیگر بدادی و نصیب او چندان ماندی که تا وقت ارتفاع هر روز چهار تا نان رزق او بودی یکی نان بنان خورش بدادی و یکی بروغن چراغ و یکی بچاشت بخوردی و یکی بشام مگر والی را مراد چنان افتاد که کوشکی و منظری و باغی سازد زمینک او را بزورها گرفت و در جملهٔ باغ گرفت نه بها داد و نه عوض و سالی پیرزن بدر سرای او میشد و بانک همی داشت و بها همی خواست کس گوش بدو نکرد و اکنون مدتی است تا کس او را در شهر نمیدید ندانیم تا کجا رفت یا مرده است یا زنده.

غلام باز گشت و بدرگاه باز آمد نوشروان عادل بار داده بود غلام پیش رفت و خدمت کرد نوشروان گفت هان بگو تا چون یافتی. گفت بدولت خداوند امسال بهمه جایها غله نیکست و هیچ آفت نرسیده است و مرغزارها خرم است و شکار گاهها آبادان گفت الحمدالله خوش خبری آوردی و چون مردمان بپراکندند و سرا از بیگانه خالی شد غلام بر آن جمله که شنیده بود حال پیرزن باز گفت آن روز و آن شب او را از اندیشه و تغابن خواب نبرد دیگر روز بگاه حاجب بزرگ را پیش بخواند و فرمود که چون بزرگان در آمدن گیرند چون فلان در آید او را در دهلیز بنشان تا بگویم که چه باید کرد.

چون همه بزرگان و موبدان بارگاه حاضر شدند حاجب چنان کرد که نوشروان فرموده بوده نوشروان بیرون آمد و بار داد زمانی بود روی سوی بزرگان و موبدان کرد و گفت سخنی از شما پرسم چنانک دانید از روی قیاس براستی بگویید گفتند فرمان برداریم گفت این فلان را که امیر آذربایکان است چه ما یه دستگاهش باشد از زر نقد گفتند مگر دوبار هزار هزار دینار باشد که او را بدان حاجت نیست گفت مجلس و متاع گفتند پانصد هزار دینار از زرینه و سیمینه دارد گفت از جواهر گفتند ششصد هزار دینار دارد گفت ملک مستغل و ضیاع و عقار گفتند در خراسان و عراق و پارس و آذر بایکان بهیج ناحیتی و شهری نیست که از سراها و کاروانسرا و دخل و مستغل نباشد، گفت اسب و استر گفتند سی هزار دارد، گفت گوسفند گفتند دویست هزار، گفت شتر گفتند سی هزار دارد گفت بنده و درم خریده، گفتند هزار و هفتصد غلام دارد ترک ورومی و حبشی و چهارصد کنیزک گفت کسیکه چندین نعمت دارد و هر روز از بیست گونه طعام وبره و حلوا وقلیهٔ چرب و شیرین خورد و یکی هم از

گوهرا و آدمی بنده و پرستار خدای باشد عزوجل ضعیفی بیکس و بیچاره که در همهٔ جهان دو تا نان دارد خشک ازو بستاند و محروم بگذارد او را چه واجب آید همه گفتند این کس مستوجب همه عقوبت باشد و هر بدی که بجای او کنند دون حق او باشد نوشروان گفت هم اکنون خواهم که پوست از تنش جدا کنید و گوشتش بسگان دهید و پوستش پر کاه کنید و بر در سرای بیاویزید و هفت روز منادی همی کنید که بعد از این هر که مستم کند یا تو بره گاه یا مرغی یا دسته تره به بیداد از کسی بستاند و یا متظلمی بدر گاه آید با آنکس همین کنند و همین رود که با این رفت، همچنین کرد پس فراش را فرمود که این پیرزن را بیاور پس بزرگان را گفت این ستم رسیده است و ستمکار اینستکه جزا یافت.

آن غلام را که بآذر بایگان فرستاده بودم گفت بدانک تا از احوال این کنده پیرو از تظلم او بر رسم و بدرستی و راستی ملک را معلوم کردانم پس بزرگان را گفت تا دانید که من سیاست از گزاف نکردم و بعد این با ستمکاران جز بشمشیر سخن نخواهم گفتن و میش و بره را از کرک نگاه خواهم داشت و دستهاء در از کوتاه خواهم کرد و مفسدان را از روی زمین بر گیرم و جهان را بداد و عدل و امن آبادان کنم که مرا از جهت آن کار آفریده اند اگر شایستی که مردمان هر چه خواستندی، کردندی، خدای عزوجل پادشاه را پدیدار نکردی و بر سر ایشان نگماشتی، اکنون جهد آن کنید تا کاری نکنید که با شما همین رود که با این رفت.

هر که در آن مجلس بود از هیبت و سیاست نوشروان آن بیم بود که زهره شان بکند پیرزن را گفت آنک برتو ستم کرد جزاش دادم و آن سرا و باغ که زمین تو در آن میانست بتو بخشیدم و چهار پا و نفقت فرمودم تا بسلامت با توقیع من بشهر و وطن خویش باز

روی ومارا بدعای خیر یادآری پس گفت چرا باید که در سرا برستمکاران گشاده بود و برستم رسیدگان بسته باشد که لشکر و رعایا هر دو زیردستان و کارکنان ما اند رعایا دهنده اند و لشکریان ستاننده و از بی رسمیها که می رود و بیدادیها که میکنند و از پروانهاء یکی آن است که متظلمی بدرگاه آید بنگذارند تا او را پیش من آید و حال خویش بنماید اگر پیرزن اینجا راه یافتی او را بشکار گاه رفتن حاجت نیافتادی پس بفرمود تا سلسله سازند و جرسها در آویزند چنانک دست بچه هفت ساله بدور سد تا هر متظلمی که بدر گاه آید او را بحاجبی حاجت نباشد سلسله را بجنباند خروش از جرسها برآید نوشروان بشنود و داد او بدهد هم چنین کردند.

چون از پیش او باز گشتند و بسراء خویش شدند در حال وکیلان زیر دستان خویش بخواندند و گفتند بنگرید تا درین دو ساله آنچ بنا واجب بسنده و یا کسی را خون آلود کرده و بمستی و هشیاری بیازرده باید که ما و شما در این ایستیم تا همۀ خصمان را خوشنود کنیم پیش از آنک کسی بدرگاه رود و از ما تظلم کند پس همگنان در ایستادند و خصمانرا بوجهی نیکو میخواندند و بر در سراء ایشان میشدند و هر یکی را بعذر و بمال خشنود همی کردند و با این همه خطی از اقرار او می ستدند که فلان از فلان خشنود گشت و با او هیچ دعوی ندارد بدین یک سیاست بواجب که ملک نوشروان عادل بکرد همۀ مملکت او راست بایستاد و همه دستهاء دراز کوتاه شد و خلق همه عالم بر آسودند چنانک هفت سال بگذشت هیچکس بدرگاه از کسی بتظلم نیامد .

## حکایت

بعد از هفت سال و نیم روزیکه سرا خالی بود و مردمان همه رفته بودند و نوبتیان همه خفته از جرسها بانگ بخاست نوشروان بشنید در وقت دو خادم را بفرستاد گفت بنگرید تا کیست که بتظلم آمده است چون خادم بدر سرا آمدند خری را دیدند پیر و لاغر و کر گن که بدر سرا آمده بود و پشت و گردن در آن سلسله میمالید بانگ جرس همیآمد هر دو خادم در رفتند و گفتند هیچکس بتظلم نیامده است مگر خری کر کن که خویشتن بر زنجیری مالد، نوشروان گفت نه چنین است که شما میپندارید و چون نیک نگاه کنید این خر هم بتظلم آمده است خواهم که هر دو بروید و این خر را در میان بازار ببرید و بپرسید و معلوم من کنید.

خادمان بیرون آمدند و خر را در میان شهر آوردند و از مردمان پرسیدند که هیچکس است از شما که حال این خر بگوید همه گفتند ای و الله کم کس است در این شهر که این خر را نشناسد گفتند چون شناسید گفتند این خر از فلان گازر است و قریب بیست سالست تا ما این خر را با او بینیم هر روز جامهاء مردمان بر پشت او نهادی و بگازرستان بردی و شبانگاه باز آوردی و تا جوان بود کارش توانست کردن علفش میداد اکنون چون پیر شد آزادش بکرد و از خانه اش بیرون کرد و اکنون مدت سالی و نیم است تا چنین میگردد و هر کسی از بهر ثواب او را علف میدهد مگر دو شبانه روز بگذشت که علف نیافته است.

چون خادمان این شنیدند باز کردند و معلوم ملک کردند نوشروان گفت نه من شما را گفتم که این خر هم بداد خواستن آمده

است امشب این خر را نیکو دارید و فردا آن مرد گازر را با چهار مرد کدخدای از محلت او پیش من آرید تا آنچ واجب آید بفرمایم.

دیگر روز خادمان همچنین کردند نوشروان کازر را گفت تا این خرک جوان بود و کار تو میتوانست کرد علفش همی دادی و تیمارش همی داشتی اکنون که پیر گشت و از کار کردن فروماند علفش ببریدی تا مادام که این خرک زنده باشد علفش بدهد و اگر تقصیر کند ادبش کنند تا دانی که پادشاهان در حق ضعفا اندیشه داشته اند و در کارهاء گماشتگان احتیاط کرده اند از برای نیکنامی این جهان و رستگاری آخرت و هر دو سه سال عمال را و مقطعا نرا بدل باید کرد، تا پای سخت نکنند و حصنی نسازند و دل مشغولی ندهند و با رعایا نیکو روند تا ولایت آبادان بماند.



# چهارمقاله

از:نظامی عروضی

**نظامی عروضی سمرقندی**

احمد بن عمر ابن علی، جسے نظامی عروضی سمرقندی کے نام سے جانا جاتا ہے ایک شاعر اور نثر نگار تھے جس نے 1110ء اور 1161ء کے درمیان شہرت پائی۔ وہ خاص طور پر اپنے چہار مقالہ کے لیے مشہور ہیں، جو مکمل طور پر باقی رہنے والا ان کا واحد کام ہے۔ ان کی پیدائش اور وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ وہ غالباً گیارہویں صدی کے آخر میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے اپنا زیادہ تر وقت خراسان میں گزارا، اور 45 سال تک غوریوں کے درباری شاعر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ 1115ء میں ہرات میں رہائش اختیار کی۔ اگلے سال، آپ نے نیشاپور میں غربت کی زندگی گزاری، اور اس طرح خراسان پر حکومت کرنے والے سلجوق شہزادے احمد سنجر کی حمایت حاصل کرنے کے مقصد سے طوس چلا گیا۔ وہاں اس نے فارسی شاعر فردوسی کے مقبرے کی زیارت کی، اور ان کے متعلق مواد اکٹھا کیا۔ اس کی ملاقات سلجوقوں کے ایک شاعر "معزی" سے بھی ہوئی جس نے اسے شاعری میں اپنے کیریئر کو آگے بڑھانے میں مدد کی۔ مؤخر الذکر کی مدد سے نظامی سنجر کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ 1201ء میں، اسے معزی نے فردوسی اور غزنوید سلطان محمود کی داستان سنائی۔ 1136 میں وہ نیشاپور واپس گئے اور عمر خیام کے مقبرے کی زیارت کی۔

نظامی عروضی کی کتاب "چہار مقالہ"، ایک ایسی کتاب ہے جو چار مباحثوں پر مشتمل ہے۔ دبیر، شاعر، نجومی اور طبیب۔ چونکہ ان چار مشیروں کی ضرورت بادشاہ کو لازمی طور ہوتی ہے۔ کتاب کے دیباچے میں نظامی نے دنیا کی تخلیق اور چیزوں کی ترتیب کے فلسفیانہ یا مذہبی نظریے پر بحث کی ہے۔

## مقاله اول:
## در ماهیت دبیری و کیفیت دبیر کامل وآنچه تعلق بدین دارد

### حکایت یک:
### اسکافی وخطاب نوح بن منصور باآیهٔ قرآن:

اسکافی دبیری بود از جملهٔ دبیران آل سامان رحمهم الله.و آن صناعت نیکو آموخته بود و بر شواهق نیکو رفتی و از مضایق نیکو بیرون آمدی.و در دیوان رسالت نوح بن منصور محرری کردی.مگر قدر او نشناختند و بقدر فضل او را ننواختند. از بخارا بهرات رفت

بنزدیک البتکین.و البتکین ترکی خردمند بود و ممیز او را عزیز کرد و دیوان رسالت بدو تفویض فرمود.و کار او گردان شد و بسبب آنکه نو خاستگان در حضرت پدیدار آمده بودند بر قدیمان استخفاف همی کردند و البتکین تحمل همی کرد و آخر کار او بعصیان کشید باستخفافی که در حق او رفته بود باغراء جماعتی که نوخاسته بودند.

و امیر نوح از بخارا بزاولستان بنوشت تا سبکتکین با آن لشکر بیایند و سیمجوریان از نشابور بیایند و با البتکین مقابله و مقاتله کنند و آن حرب سخت معروفست و آن واقعهٔ صعب مشهور.

پس از آنکه آن لشکر ها بهرات رسیدند امیرنوح علی بن محتاج الکشانی را که حاجب الباب بود با البتکین فرستاد با نامهٔ چون آب و آتش مضمون او همه وعید و مقرون او همه تهدید صلح را مجال نا گذاشته و آشتی را سبیل رها نا کرده چنانکه در چنین واقعهٔ و در چنین داهیهٔ خداوند ضجر قاصی ببندگان عاصی نویسد همه نامه پر از آنکه بیایم و بگیرم و بکشم چون حاجب ابوالحسن علی بن محتاج الکشانی نامه عرضه کرد و پیغام بگفت و هیچ باز نگرفت البتکین آزرده بود آزرده‌تر شد برآشفت.و گفت من بندهٔ پدر اویم اما در آنوقت که خواجهٔ من از دار فنا بدار بقا تحویل کرد او را بمن سپرد نه مرا بدو و اگر چه از روی ظاهر مرا در فرمان او همی باید بود اما چون این قضیت را تحقیق کنی نتیجه بر خلاف این آید که من در مراحل شیبم و او در منازل شباب و آنها که او را برین بعث همی کنند ناقض این دولت اند نه ناصح و هادم این خاندانند نه خادم.و از غایت زعارت باسکافی اشاره کرد که چون نامه جواب کنی از استخفاف هیچ باز مگیر و بر پشت نامه خواهم که جواب کنی.پس اسکافی بر بدیهه جواب کرد و اول بنوشت:

بسم الله الرحمن الرحیم یا نوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا فائتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین.

چون نامه بامیر خراسان نوح بن منصور رسید آن نامه بخواند تعجبها کرد و خواجگان دولت حیران فرو ماندند و دبیران انگشت بدندان گزیدند.چون کار البتکین یکسو شد اسکافی متواری گشت و ترسان و هراسان همی بود.تا یک نوبت که نوح کس فرستاد و او را طلب کرد و دبیری بدو داد و کار او بالا گرفت و در میان اهل قلم منظور و مشهور گشت.اگر قرآن نیکو ندانستی در آن واقعه بدین آیت نرسیدی و کار او از آن درجه بدین غایت نکشیدی.

**حکایت دو:**
**ماکان فصار کاسمه**

چون اسکافی را کار بالا گرفت در خدمت امیر نوح بن منصور متمکن گشت.و ماکان کاکوی بری و کوهستان عصیان آغاز کرد و سر از ربقهٔ اطاعت بکشید و عمال بخوار و سمنک فرستاد و چند شهر از کومش بدست فرو گرفت و نیز از سامانیان یاد نکرد.نوح بن منصور بترسید از آنکه او مردی سهمگین و کافی بود و بتدارک حال او مشغول گشت.

و تاش اسپهسالار را با هفت هزار سوار بحرب او نامزد کرد که برود و آن فتنه را فرونشاند و آن شغل گران از پیش برگیرد بر آن وجه که مصلحت بیند که تاش عظیم خردمند بود و روشن رای و در مضایق چست درآمدی و چابک بیرون رفتی و پیروز جنگ بودی و از کارها هیچ بی مراد بازنگشته بود و از حربها هیچ شکسته نیامده بود و تا او زنده بود ملک بنی سامان رونقی تمام و کار ایشان طراوتی قوی داشت.پس درین واقعه امیر عظیم مشغول دل بود و پریشان خاطر. کس فرستاد و اسکافی را بخواند و با او بخلوت بنشست و گفت:

من ازین شغل عظیم هراسانم که ماکان مردی دلیر است و با دلیری و مردی کفایت دارد وجود هم و از دیالمه چون او کم افتاده است باید که با تاش موافقت کنی و هر چه درین واقعه از لشکرکشی بر وی فرو شود تو با یاد او فرو دهی و من بنشابور مقام خواهم کرد تا پشت لشکر بمن گرم گردد و خصم شکسته دل شود باید که هر روز مسرعی با ملطفهٔ از آن تو بمن رسد و هر چه رفته باشد نکت از آن بیرون آورده باشی و در آن ملطفه ثبت کرده چنانکه تسلی خاطر آید.اسکافی خدمت کرد و گفت فرمان بردارم.

پس دیگر روز تاش رایات بگشاد و کوس بزد و بر مقدمه از بخارا برفت و از جیحون عبر کرد با هفت هزار سوار و امیر با باقی لشکر در پی او بنشایور بیامد. پس امیر تاش را و لشکر را خلعت بداد و تاش درکشید و به بیهق درآمد و بکومش بیرون شد و روی بری نهاد با عزمی درست و حزمی تمام. و ماکان با ده هزار مرد حربی زره پوشیده بر در ری نشسته بود و بری استناد کرده تا تاش برسید و از شهر برگذشت و در مقابل او فرود آمد. و رسولان آمد و شد گرفتند بر هیچ قرار نگرفت که ماکان مغرور گشته بود بدان لشکر دل انگیز که از هر جای فراهم آورده بود پس بر آن قرار گرفت که مصاف کنند. و تاش گرگ پیر بود و چهل سال سپهسالاری کرده بود و از آن نوع بسیار دیده چنان ترتیب کرد که چون دو لشکر در مقابل یکدیگر آمدند و ابطال و شداد لشکر ماوراء النهر و خراسان از قلب حرکت کردند نیمی از لشکر ماکان بجنگ دستی گشادند و باقی حرب نکردند و ماکان کشته گشت. تاش بعد از آنکه از گرفتن و بستن و کشتن فارغ شد روی باسکافی کرد و گفت:

کبوتر بباید فرستاد بر مقدمه تا از پی او مسرع فرستاده شود اما جملهٔ وقائع را بیک نکته باز باید آورد چنانکه بر همگی احوال دلیل بود و کبوتر بتواند کشید و مقصود بحاصل آید.
پس اسکافی دو انگشت کاغذ برگرفت و بنوشت:
اما ما کان فصار کاسمه و السلام.
ازین ما مای نفی خواست و از کان فعل ماضی تا پارسی چنان بود که ماکان چون نام خویش شد یعنی نیست شد.
چون این کبوتر به امیر نوح بن منصور رسید ازین فتح چندان تعجب نکرد که ازین لفظ و اسباب ترفیه اسکافی تازه فرمود و گفت چنین کس فارغ دل باید تا بچنین نکتها برسد.

**حکایت سه: آرد نماند**

هر صناعت که تعلق بتفکر دارد صاحب صناعت باید که فارغ دل و مرفه باشد که اگر بخلاف این بود سهام فکر او متلاشی شود و بر هدف صواب بجمع نیاید زیرا که جز بجمعیت خاطر بچنان کلمات باز نتواند خورد.

آورده اند که یکی از دبیران خلفاء بنی عباس رضی الله عنهم به والی مصر نامه‌ای می نوشت و خاطر جمع کرده بود و در بحر فکرت غرق شده و سخن می پرداخت چون در ثمین و ماء معین.
ناگاه کنیزکش درآمد و گفت آرد نماند! دبیر چنان شوریده طبع و پریشان خاطر گشت که آن سیاقت سخن از دست بداد و بدان صفت منفعل شد که در نامه بنوشت که آرد نماند!
چنانکه آن نامه را تمام کرد و پیش خلیفه فرستاد و ازین کلمه که نوشته بود هیچ خبر نداشت. چون نامه بخلیفه رسید و مطالعه کرد چون بدان کلمه رسید حیران فرو ماند و خاطرش آنرا بر هیچ حمل

نتوانست کرد که سخت بیگانه بود.کس فرستاد و دبیر را بخواند و آن حال ازو باز پرسید.دبیر خجل گشت و براستی آن واقعه را در میان نهاد.

خلیفه عظیم عجب داشت و گفت: اول این نامه را بر آخر چندان فضیلت و رجحان است که قل هو الله احد را بر تبت یدا ابی لهب. دریغ باشد خاطر چون شما بلغا را بدست غوغاء مایحتاج باز دادن و اسباب ترفیه او چنان فرمود که امثال آن کلمه دیگر هرگز بغور گوش او فرو نشد. لا جرم آنچنان گشت که معانی دو کون در دو لفظ جمع کردی.

**حکایت چهار:**
**ایها القاضی بقم**

صاحب کافی اسماعیل بن عباد الرازی وزیر شهنشاه بود و در فضل کمالی داشت و ترسل و شعر او بر این دعوی دو شاهد عدل‌اند و دو حاکم راست.و نیز صاحب مردی عدلی مذهب بود و عدلی مذهبان بغایت متنسک و متقی باشند و روا دارند که مؤمنی به خصمی یک جو جاودانه در دوزخ بماند.و خدم و حشم و عمال او بیشتر آن مذهب داشتندی که او داشت.

و قاضیئی بود به قم از دست صاحب که صاحب را در نسک و تقوی او اعتقادی بود راسخ.و یک یک بر خلاف این از وی خبر میدادند و صاحب را استوار نمی آمد تا از ثقات اهل قم دو مقبول القول گفتند که زمان خصومت که میان فلان و بهمان بود قاضی پانصد دینار رشوت بستد.صاحب را عظیم مستنکر آمد به دو وجه یکی از کثرت رشوت و دوم از دلیری و بی دیانتی قاضی.حالی قلم بر گرفت و بنوشت:

بسم الله الرحمن الرحیم ایها القاضی بقم قد عزلناک فقم

و فضلا دانند و بلغا شناسند که این کلمات در باب ایجاز و فصاحت چه مرتبه دارد. لا جرم از آن روز باز این کلمه را بلغا و فصحا بر دلها همی نویسند و بر جانها همی نگارند.

**حکایت پنج:**

**خواجه احمد حسن میمندی والخراج خراج**

لمغان شهری است از دیار سند از اعمال غزنین و امروز میان ایشان و کفار کوهی است بلند و پیوسته خائف باشند از تاختن و شبیخون کفار.

اما لمغانیان مردمان بشکوه باشند و جلد و کسوب و با جلدی زعری عظیم تا به غایتی که باک ندارند که بر عامل به یک من کاه و یک بیضه رفع کنند و به کم ازین نیز روا دارند که به تظلم به غزنین آیند و یک ماه و دو ماه مقام کنند و بی حصول مقصود باز نگردند.

فی الجمله در لجاج دستی دارند و از ابرام پشتی. مگر در عهد یمین الدوله سلطان محمود انار الله برهانه یکی شب کفار بر ایشان شبیخون کردند و به انواع خرابی حاصل آمد. ایشان خود بی خاک مراغه کردندی، چون این واقعه بیفتاد تنی چند از معارف و مشاهیر برخاستند و به حضرت غزنین آمدند و جامه‌ها بدریدند و سرها برهنه کردند و واویلا کنان به بازار غزنین درآمدند و به بارگاه سلطان شدند و بنالیدند و بزاریدند و آن واقعه را بر صفتی شرح دادند که سنگ را بر ایشان گریستن آمد و هنوز این زعارت و جلادت و تزویر و تمویه از ایشان ظاهر نگشته بود. خواجهٔ بزرگ احمد حسن میمندی را بر ایشان رحمت آمد و خراج آن سال ایشان را ببخشید و از عوارضشان مصون داشت و گفت: باز گردید و بیش کوشید و کم خرج کنید تا سر سال به جای خویش باز آیید. جماعت لمغانیان با فرحی قوی و بشاشتی تمام بازگشتند و آن سال مرفه بنشستند و آب به کس ندادند.

و چون سال به سر شد همان جماعت باز آمدند و قصهٔ خود بخواجه رفع کردند. نکت آن قصه مقصور بر آن که: سال پار خداوند خواجهٔ بزرگ ولایت ما را به رحمت و عاطفت خویش بیاراست و به حمایت و حیاطت خود نگاه داشت و اهل لمغان بدان کرم و عاطفت به جای خویش رسیدند و چنان شدند که در آن ثغر مقام توانند کرد. اما هنوز چون مزلزلی‌اند و می‌ترسیم که اگر مال مواضعت را امسال طلب کنند بعضی مستأصل شوند و اثر آن خلل هم به خزانهٔ معموره بازگردد. خواجه احمد حسن هم لطفی بکرد و مال دیگر سال ببخشید. در این دو سال اهل لمغان توانگر شدند و بر آن بسنده نکردند. در سوم سال طمع کردند که مگر ببخشد. همان جماعت باز به دیوان حاضر آمدند و قصه عرضه کردند و همه عالم را معلوم شد که لمغانیان بر باطل‌اند.

خواجهٔ بزرگ قصه بر پشت گردانید و بنوشت: الخراج خراج اداؤه دوائه. گفت خراج ریش هزار چشمه است گزاردن او داروی اوست.و از روزگار آن بزرگ این معنی مثلی شد و در بسیار جای به کار آمد. خاک بر آن بزرگ خوش باد.

### حکایت هفت:
### خلیفهٔ عباسی در ذم سلجوقیان

اما در روزگار ما هم از خلفاء بنی عباس ابن المستظهر المسترشد بالله امیرالمؤمنین طیب الله تربته و رفع فی الجنان رتبته از شهر بغداد خروج کرد با لشکری آراسته و تجملی پیراسته و خزینه‌ای بی‌شمار و سلاحی بسیار متوجها الی خراسان بسبب استزادتی که از سلطان عالم سنجر داشت و آن صناعت اصحاب اغراض بود و تمویه و تزویر اهل شر که بدانجا رسانیده بودند.

چون به کرمانشاهان رسید روز آدینه خطبه‌ای کرد که در فصاحت از ذروهٔ اوج آفتاب در گذشته بود و به منتهای عرش و علیین رسید. در اثناء این خطبه از بس دلتنگی و غایت ناامیدی شکایتی کرد از آل سلجوق که فصحاء عرب و بلغاء عجم انصاف بدادند که بعد از صحابهٔ نبی رضوان الله علیهم اجمعین که تلامذهٔ نقطهٔ نبوت بودند و شارح کلمات جوامع الکلم هیچ کس فصلی بدین جزالت و فصاحت نظم نداده بود.

قال امیر المؤمنین المسترشد بالله: فوضنا امورنا الی آل سلجوق فبرزوا علینا فطال علیهم الامد فقست قلوبهم و کثیر منهم فاسقون.

می‌گوید کار های خویش به آل سلجوق باز گذاشتیم. پس بر ما بیرون آمدند و روزگار بر ایشان برآمد و سیاه و سخت شد دلهای ایشان و از ایشان بیشتر فاسقانند یعنی گردن کشیدند از فرمانهای ما در دین و مسلمانی.

**حکایت هشت: گورخان و خواجه احمد و اتمتکین**

گور خان خطائی به در سمرقند با سلطان عالم سنجر بن ملکشاه مصاف کرد و لشکر اسلام را چنان چشم زخمی افتاد که نتوان گفت و ماوراءالنهر او را مسلم شد بعد از کشتن امام مشرق حُسام الدین انار الله برهانه و وسّع علیه رضوانه.

پس گور خان بخارا را به اتمتکین داد پسر امیر بیابانی برادرزادهٔ خوارزمشاه اتسز.

و در وقت بازگشتن او را به خواجهٔ امام تاج الاسلام احمد بن عبدالعزیز سپرد که امام بخارا بود و پسر برهان تا هر چه کند با اشارت او کند و بی امر او هیچ کاری نکند و هیچ حرکت بی حضور او نکند. و گور خان بازگشت و به برسخان باز رفت و عدل او را اندازه‌ای

نبود و نفاذ امر او را حدی نه. و الحق حقیقت پادشاهی از این دو بیش نیست.

اتمتکین چون میدان تنها یافت دست به ظلم برد و از بخارا استخراج کردن گرفت. بخاریان تنی چند به وفد سوی برسخان رفتند و تظلم کردند. گور خان چون بشنید نامه‌ای نوشت سوی اتمتکین بر طریق اهل اسلام:

بسم الله الرحمن الرحیم اتمتکین بداند که میان ما اگر چه مسافت دور است رضا و سخط ما بدو نزدیک است. اتمتکین آن کند که احمد فرماید و احمد آن فرماید که محمد فرموده است و السلام.

بارها این تأمل رفته است و این تفکر کرده‌ایم. هزار مجلد شرح این نامه است بلکه زیادت و مجملش به غایت هویدا و روشن است و محتاج شرح نیست. و من مثل این کم دیده‌ام.

### حکایت نه:
### قرآن در نظر ولید بن مغیره

غایت فصاحت قرآن ایجاز لفظ و اعجاز معنی است و هر چه فصحا و بلغا را امثال این تضمین افتاده است تا به درجه ایست که دهشت همی‌آرد و عاقل و بالغ از حال خویش همی‌بگردد و آن دلیلی واضح است و حجتی قاطع بر آن که این کلام از مجاری نفس هیچ مخلوقی نرفته است و از هیچ کام و زبانی حادث نشده است و رقم قدم بر ناصیهٔ اشارات و عبارات او مثبت است.

آورده‌اند که یکی از اهل اسلام پیش ولید بین المغیرهٔ این آیت همی خواند:

قیل یا ارض ابلعی ماءک و یا سماء اقلعی و غیض الماء و قضی الامر و استوت علی الجودی.. فقال الولید بن المغیرهٔ:

والله ان علیه لطلاوة و ان له لحلاوة و ان اعلاه لمثمر و ان اسفله لمعذق و ما هو قول البشر.
چون دشمنان در فصاحت قرآن و اعجاز او در میادین انصاف بدین مقام رسیدند دوستان بنگر تا خود به کجا برسند و السلام.

**حکایت ده:**
**محمد بن عبده کاتب**

پیش از این در میان ملوک عصر و جبابرهٔ روزگار پیش چون پیشدادیان و کیان و اکاسره و خلفاء رسمی بوده است که مفاخرت و مبارزت به عدل و فضل کردندی و هر رسولی که فرستادندی از حکم و رموز و لغز مسائل با او همراه کردندی و در این حالت پادشاه محتاج شدی به ارباب عقل و تمیز و اصحاب رای و تدبیر، و چند مجلس در آن نشستندی و برخاستندی تا آنگاه که آن جوابها بر یک وجه قرار گرفتی و آن لغز و رموز ظاهر و هویدا شدی آنگاه رسول را گسیل کردندی، و این ترتیب بر جای بوده است تا به روزگار سلطان عادل یمین الدولة و الدین محمود بن سبکتکین رحمه الله. و بعد از او چون سلجوقیان آمدند و ایشان مردمان بیابان نشین بودند و از مجاری احوال و معالی آثار ملوک بی‌خبر بیشتر از رسوم پادشاهی به روزگار ایشان مندرس شد و بسی از ضروریات ملک منطمس گشت یکی از آن دیوان برید است باقی بر این قیاس توان کردن.

آورده‌اند که سلطان یمین الدوله محمود رحمه الله روزی رسولی فرستاد به ماوراءالنهر به نزدیک بغراخان و در نامه‌ای که تحریر افتاده بود تقریر کرده این فصل که قال الله تعالی ان اکرمکم عند الله اتقیکم و ارباب حقائق و اصحاب دقائق بر آن قرار داده‌اند که این تقیه از جهل می‌فرماید که هیچ نقصانی ارواح انسان را از نقص جهل بتر نیست و از نقص نادانی باز پس‌تر نه و کلام ناآفریده گواهی

همی‌دهد بر صحت این قضیت و درستی این خبر والذین اوتوا العلم درجات. پس همی‌خواهیم که ائمهٔ ماوراءالنهر و علماء زمین مشرق و افاضل حضرت خاقان از ضروریات این قدر خبر دهند که نبوت چیست؟ ولایت چیست؟ دین چیست؟ اسلام چیست؟ ایمان چیست؟ احسان چیست؟ تقوی چیست؟ امر معروف چیست؟ نهی منکر چیست؟ صراط چیست؟ میزان چیست؟ رحم چیست؟ شفقت چیست؟ عدل چیست؟ فضل چیست؟

چون این نامه به حضرت بغراخان رسید و بر مضمون و مکنون او وقوف یافت ائمهٔ ماوراءالنهر را از دیار و بلاد باز خواند و در این معنی با ایشان مشورت کرد و چند کس از کبار و عظام ائمهٔ ماوراءالنهر قبول کردند که هر یک در این باب کتابی کنند و در اثناء سخن و متن کتاب جواب آن کلمات درج کنند و بر این چهار ماه زمان خواستند و این مهلت به انواع مضر همی‌بود چه از همه قوی‌تر اخراجات خزینه بود در اخراجات رسولان و پیکان و تعهد ائمه.

تا محمد بن عبده الکاتب که دبیر بغرا خان بود و در علم تعمقی و در فضل تنوقی داشت و در نظم و نثر تبحری و از فضلا و بلغاء اسلام یکی او بود گفت:

من این سؤالات را در دو کلمه جواب کنم چنان که افاضل اسلام و اماثل مشرق چون ببینند در محل رضا و مقر پسند افتد. پس قلم برگرفت و در پایان مسائل بر طریق فتوی بنوشت که:

قال رسول الله صلی الله علیه و سلم التعظیم لامر الله و الشفقهٔ علی خلق الله.

همهٔ ائمهٔ ماوراء النهر انگشت به دندان گرفتند و شگفتیها نمودند و گفتند: اینت جوابی کامل و اینت لفظی شامل! و خاقان

عظیم برافروخت که به دبیر کفایت شد و به ائمه حاجت نیفتاد و چون به غزنین رسید همه بپسندیدند.

پس از این مقدمات نتیجه آن همی‌آید که دبیر عاقل و فاضل مهین جمالی است از تجمل پادشاه و بهین رفعتی است از ترفع پادشاهی.

پس بدین حکایت این مقالت را ختم کنیم و السلام.

****

# چهار مقاله:
## مقاله دوم:
### در ماهیت علم شعر و صلاحیت شاعر

#### مقدمه

شاعری صناعتی است که شاعر بدان صناعت اتساق مقدمات موهمه کند و التئام قیاسات منتجه بر آن وجه که معنی خرد را بزرگ گرداند و معنی بزرگ را خرد و نیکو را در خلعت زشت باز نماید و زشت را در صورت نیکو جلوه کند و به ایهام قوتهای غضبانی و شهوانی را بر انگیزد تا بدان ایهام طباع را انقباضی و انبساطی بود و امور عظام را در نظام عالم سبب شود. چنان که آورده‌اند:

#### حکایت اول: از احمد بن عبدالله خجستانی:

احمد بن عبدالله الخجستانی را پرسیدند که: تو مردی خر بنده بودی، به امیری خراسان چون افتادی؟ گفت: به بادغیس در خجستان روزی دیوان حنظلهٔ بادغیسی همی خواندم، بدین دو بیت رسیدم:

مهتری گر به کام شیر در است    شو خطر کن ز کـام شـیر بجـوی
یا بزرگی و عز و نعمـت و جـاه    یـا چـو مردانـت مـرگ رویـاروی

داعیه‌ای در باطن من پدید آمد که به هیچ وجه در آن حالت که اندر بودم راضی نتوانستم بود. خران را بفروختم و اسب خریدم و از وطن خویش رحلت کردم و به خدمت علی بن اللیث شدم برادر یعقوب بن اللیث و عمرو بن اللیث. و باز دولت صفاریان در ذروهٔ اوج علیین پرواز همی کرد، و علی برادر کهین بود و یعقوب و عمرو را بر او اقبالی تمام بود. و چون یعقوب از خراسان به غزنین شد از راه جبال علی بن اللیث مرا از رباط سنگین باز گردانید و به خراسان به شحنگی اقطاعات فرمود. و من از آن لشکر سواری صد بر راه کرده

بودم و سواری بیست از خود داشتم. و از اقطاعات علی بن اللیث یکی کروخ هری بود و دوم خواف نشابور.

چون به کروخ رسیدم فرمان عرضه کردم. آنچه به من رسید تفرقهٔ لشکر کردم و به لشکر دادم. سوار من سیصد شد. چون به خواف رسیدم و فرمان عرضه کردم خواجگان خواف تمکین نکردند و گفتند:ما را شحنه‌ای باید با ده تن. رای من بر آن جمله قرار گرفت که دست از طاعت صفاریان بازداشتم و خواف را غارت کردم و به روستای بشت بیرون شدم و به بیهق درآمدم. دو هزار سوار بر من جمع شد بیامدم و نشابور بگرفتم و کار من بالا گرفت و ترقی همی کرد تا جملهٔ خراسان خویشتن را مستخلص گردانیدم. اصل و سبب این دو بیت شعر بود. و سلامی اندر تاریخ خویش همی آرد که:

کار احمد بن عبدالله به درجه‌ای رسید که به نشابور یک شب سیصد هزار دینار و پانصد سر اسب و هزار تا جامه ببخشید. و امروز در تاریخ از ملوک قاهره یکی اوست. اصل آن دو بیت شعر بود.

و در عرب و عجم امثال این بسیار است اما بر این یکی اختصار کردیم .

**درناگزیری بقای اسم پادشاه از شاعران نیکو**

پس پادشاه را از شاعر نیک چاره نیست که بقاء اسم او را ترتیب کند و ذکر او را در دواوین و دفاتر مثبت گرداند زیرا که چون پادشاه به امری که ناگزیر است مأمور شود از لشکر و گنج و خزینهٔ او آثار نماند و نام او به سبب شعر شاعران جاوید بماند.. شریف مجلدی گرگانی گوید:

از آن چندان نعیم این جهانی      که ماند از آل ساسان و آل سامان
ثنای رودکی مانده‌ست و مدحت      نوای باربد مانده‌ست و دستان

و اسامی ملوک عصر و سادات زمان به نظم رائع و شعر شائع این جماعت باقی است. چنان که اسامی آل سامان به استاد ابو عبدالله جعفر بن محمد الرودکی و ابوالعباس الربنجنی و ابوالمثل البخاری و ابو اسحق جویباری و ابوالحسن آغجی و طحاوی و خبازی نیشابوری و ابو الحسن الکسائی.

اما اسامی ملوک آل ناصرالدین باقی ماند به امثال عنصری و عسجدی و فرخی و بهرامی و زینبی و بزرجمهر قاینی و مظفری و منشوری و منوچهری و مسعودی و قصار امی و ابوحنیفهٔ اسکاف و راشدی و ابوالفرج رونی و مسعود سعد سلمان و محمد ناصر و شاه بورجا و احمد خلف و عثمان مختاری و مجدود السنائی.

اما اسامی آل خاقان باقی ماند به لؤلؤی و کلابی و نجیبی فرغانی و عمعق بخاری و رشیدی سمرقندی و نجار ساغرجی و علی بانیذی و پسر درغوش و علی سپهری و جوهری و سغدی و پسر تیشه و علی شطرنجی. اما اسامی آل بویه باقی ماند به استاد منطقی و کیا غضائری و بندار.

اما اسامی آل سلجوق باقی ماند به فرخی گرگانی و لامعی دهستانی و جعفر همدانی و درفیروز فخری و برهانی و امیر معزی و ابو المعالی رازی و عمید کمالی و شهابی. اما اسامی ملوک طبرستان باقی ماند به قمری گرگانی و رافعی نشابوری و کفائی گنجه‌ای و کوسه فالی و پور کله. و اسامی ملوک غور آل شنسب خلد الله ملکهم باقی ماند به ابوالقاسم رفیعی و ابوبکر جوهری و کمترین بندگان نظامی عروضی و علی صوفی. و دواوین این جماعت ناطق است به کمال و جمال و آلت و عدت و عدل و بذل و اصل و فضل و رای و تدبیر و تأیید و تأثیر این پادشاهان ماضیه و این مهتران خالیه نور الله مضاجعهم و وسع علیهم مواضعهم.

بسا مهتران که نعمت پادشاهان خوردند و بخششهای گران کردند و بر این شعراء مفلق سپردند که امروز از ایشان آثار نیست و از خدم و حشم ایشان دیار نه و بسا کوشکهای منقش و باغهای دلکش که بنا کردند و بیاراستند که امروز با زمین هموار گشته است و با مفازات و اودیه برابر شده.

(مصنف گوید)

بسا کاخا که محمودش بنا کرد  که از رفعت همی با مه مرا کرد
نبینی زآن همه یک خشت بر پای  مدیح عنصری ماندەست بر جای

و خداوند عالم علاء الدنیا و الدین ابو علی الحسین بن الحسین اختیار امیر المؤمنین که زندگانیش دراز باد و چتر دولتش منصور به کین خواستن آن دو ملک شهریار شهید و ملک حمید به غزنین رفت و سلطان بهرامشاه از پیش او برفت. بر درد آن دو شهید که استخفافها کرده بودند و گزافها گفته شهر غزنین را غارت فرمود و عمارات محمودی و مسعودی و ابراهیمی خراب کرد و مدایح ایشان به زر همی‌خرید و در خزینه همی‌نهاد. کس را زهرهٔ آن نبودی که در آن لشکر یا در آن شهر ایشان را سلطان خواند و پادشاه خود از شاهنامه بر می‌خواند آنچه ابوالقاسم فردوسی گفته بود:

**چو کودک لب از شیر مادر بشست  ز گهواره محمود گوید نخست**
**به تن زنده پیل و به جان جبرئیل  به کف ابر بهمن به دل رود نیل**
**جهاندار محمود شاه بزرگ  به آبشخور آرد همی میش و گرگ**

همه خداوندان خرد دانند که اینجا حشمت محمود نمانده بود حرمت فردوسی بود و نظم او و اگر سلطان محمود دانسته بودی همانا که آن آزاد مرد را محروم و مأیوس نگذاشتی.

## فصل
## درچگونگی شاعروشعراو

اما شاعر باید که سلیم الفطره عظیم الفکره صحیح الطبع جید الرویه دقیق النظر باشد. در انواع علوم متنوع باشد و در اطراف رسوم مستطرف زیرا چنان که شعر در هر علمی به کار همی‌شود هر علمی در شعر به کار همی‌شود. و شاعر باید که در مجلس محاورت خوشگوی بود و در مجلس معاشرت خوشروی.

و باید که شعر او بدان درجه رسیده باشد که در صحیفهٔ روزگار مسطور باشد و بر السنهٔ احرار مقروء، بر سفائن بنویسد و در مدائن بخوانند که حظ اوفر و قسم افضل از شعر بقاء اسم است و تا مسطور و مقروء نباشد این معنی به حاصل نیاید و چون شعر بدین درجه نباشد تأثیر او را اثر نبود و پیش از خداوند خود بمیرد و چون او را در بقاء خویش اثری نیست در بقاء اسم دیگری چه اثر باشد.

اما شاعر بدین درجه نرسد الا که در عنفوان شباب و در روزگار جوانی بیست هزار بیت از اشعار متقدمان یاد گیرد و ده هزار کلمه از آثار متأخران پیش چشم کند و پیوسته دواوین استادان همی‌خواند و یاد همی‌گیرد که درآمد و بیرون شد ایشان از مضایق و دقائق سخن بر چه وجه بوده است تا طرق و انواع شعر در طبع او مرتسم شود و عیب و هنر شعر بر صحیفهٔ خرد او منقش گردد تا سخنش روی در ترقی دارد و طبعش به جانب علو میل کند.

هر که را طبع در نظم شعر راسخ شد و سخنش هموار گشت روی به علم شعر آرد و عروض بخواند و گرد تصانیف استاد ابوالحسن السرخسی البهرامی گردد چون غایة العروضین و کنز القافیه، و نقد معانی و نقد الفاظ و سرقات و تراجم و انواع این علوم بخواند بر استادی که آن داند تا نام استادی را سزاوار شود و اسم او در صحیفهٔ روزگار پدید آید چنان که اسامی دیگر استادان که نامهای ایشان یاد

کردیم تا آنچه از مخدوم و ممدوح بستاند حق آن بتواند گزارد در بقاء اسم.

و اما بر پادشاه واجب است که چنین شاعر را تربیت کند تا در خدمت او پدیدار آید و نام او از مدحت او هویدا شود.

اما اگر از این درجه کم باشد نشاید بدو سیم ضائع کردن و به شعر او التفات نمودن خاصه که پیر بود و در این باب تفحص کرده‌ام در کل عالم از شاعر پیر بدتر نیافته‌ام و هیچ سیم ضائع‌تر از آن نیست که به وی دهند، ناجوانمردی که به پنجاه سال ندانسته باشد که آنچه من همی گویم بد است کی بخواهد دانستن؟

اما اگر جوانی بود که طبع راست دارد اگر چه شعرش نیک نباشد امید بود که نیک شود و در شریعت آزادگی تربیت او واجب باشد و تعهد او فریضه و تفقد او لازم.

اما در خدمت پادشاه هیچ بهتر از بدیهه گفتن نیست که به بدیهه طبع پادشاه خرم شود و مجلسها برافروزد و شاعر به مقصود رسد و آن اقبال که رودکی در آل سامان دید به بدیهه گفتن و زود شعری کس ندیده است.

## حکایت دو:
## رودکی و قصیدهٔ بوی جوی مولیان

چنین آورده‌اند که نصر بنِ احمد که واسطهٔ عقد آلِ سامان بود، و اوج دولتِ آن خاندان ایامِ مُلکِ او بود و اسبابِ تَمتّع و عللِ تَرفع در غایتِ ساختگی بود، خزائنْ آراسته و لشکرْ جرّار و بندگانْ فرمانبُردار. زمستان به دارالملکِ بخارا مُقام کردی و تابستان به سمرقند رفتی یا به شهری از شهرهای خراسان.

مگر یک سال نوبت هَری بود، به فصلِ بهار به بادغِیس بود، که بادغِیس خرّم‌ترین چراخوارهای خراسان و عراق است. قریبِ هزار ناو هست پر آب و علف، که هر یکی لشکری را تمام باشد.

چون سُتوران بهارِ نیکو بخوردند و به تن و توشِ خویش باز رسیدند و شایستهٔ میدان و حرب شدند، نصر بنِ احمد روی به هَری نهاد و به درِ شهر به مَرغِ سپید فرود آمد و لشکرگاه بزد.

و بهارگاه بود، شمال روان شد و میوه‌های مالِن و کُروخ در رسید که امثالِ آن در بسیار جای‌ها به دست نشود و اگر شود بدان ارزانی نباشد. آنجا لشکر برآسود و هوا خوش بود و بادْ سرد و نانْ فراخ و میوه‌ها بسیار و مَشمومات فراوان. و لشکری از بهار و تابستان برخورداری تمام یافتند از عمرِ خویش؛ و چون مهرگانِ درآمد و عَصیر در رسید و شاه‌سِفَرْم و حَماحِم و اُقحُوان در دم شد، انصاف از نعیمِ جوانی بستدند و داد از عنفوانِ شباب بدادند.

مهرگان دیر درکشید و سرما قوّت نکرد و انگور در غایتِ شیرینی رسید و در سوادِ هَری صد و بیست لون انگور یافته شود، هر یک از دیگری لطیف‌تر و لذیذتر و از آن دو نوع است که در هیچ ناحیتِ ربعِ مسکون یافته نشود: یکی پرنیان و دوم کَلَنْجَریِ تُنُک‌پوستِ خُردتَکِسِ بسیارآب، گوئی که در او اجزاءِ ارضی نیست. از کَلَنْجَری خوشه‌ای پنج من و هر دانه‌ای پنج درَمسنگ بیاید، سیاه چون قیر و شیرین چون شکر. و ازَش بسیار بتوان خورد به سببِ مائیّتی که در اوست، و انواعِ میوه‌های دیگر همه خیار.

چون امیر نصر بنِ احمد مهرگانِ و ثمراتِ او بدید عظیمش خوش آمد. نرگسْ رسیدن گرفت. کشمش بیفکندند در مالِن و مُنَقّی برگرفتند و آونگ ببستند و گنجینه‌ها پُر کردند. امیر با آن لشکر بدان دو پاره دیه در آمد که او را غوره و دَرواز خوانند. سراهایی دیدند

هر یکی چون بهشتِ اعلی و هر یکی را باغی و بستانی در پیش بر مَهَبِّ شمال نهاده. زمستان آنجا مُقام کردند و از جانبِ سَجِستان نارنج آوردن گرفتند و از جانبِ مازندران ترنج رسیدن گرفت. زمستانی گذاشتند در غایتِ خوشی. چون بهار در آمد، اسبان به بادغِیس فرستادند و لشکرگاه به مالِن به میانِ دو جوی بردند و چون تابستان درآمد میوه‌ها در رسید.

امیر نصر بن احمد گفت: تابستان کجا رویم که از این خوشتر مُقامگاه نباشد، مهرگان برویم! و چون مهرگان درآمد گفت: مهرگانِ هَری بخوریم و برویم.

همچنین فصلی به فصل همی انداخت تا چهار سال بر این برآمد؛ زیرا که صَمیمِ دولتِ سامانیان بود و جهانْ آباد و مُلکْ بی‌خصم و لشکرْ فرمانبُردار و روزگارْ مساعد و بختْ موافق. با این همه، ملول گشتند و آرزوی خانمان برخاست. پادشاه را ساکن دیدند، هوای هَری در سَرِ او و عشقِ هَری در دلِ او. در اِثناءِ سخن هَری را به بهشتِ عَدَن مانند کردی، بلکه بر بهشت ترجیح نهادی و از بهارِ چین زیادت آوردی. دانستند که سرِ آن دارد که این تابستان نیز آنجا باشد.

پس سرانِ لشکر و مِهترانِ مُلک به نزدیکِ استاد ابوعبدالله الرّودکی رفتند- و از نُدماءِ پادشاه هیچ کس محتشم‌تر و مقبول‌القول‌تر از او نبود، گفتند: پنج هزار دینار تو را خدمت کنیم اگر صنعتی بکنی که پادشاه از این خاک حرکت کند که دل‌های ما آرزوی فرزند همی‌بَرَد و جانِ ما از اشتیاقِ بخارا همی برآید. رودکی قبول کرد که نبضِ امیر بگرفته بود و مزاجِ او بشناخته. دانست که به نثر با او در نگیرد، روی به نظم آورد و قصیده‌ای بگفت و به وقتی که امیر صَبوح کرده بود درآمد و به جای خویش بنشست و چون مطربان فرو داشتند او چنگ برگرفت و در پردهٔ عُشاق این قصیده آغاز کرد:

بوی جوی مولیان آید همی   بوی یارِ مهربان آید همی

پس فروتر شود و گوید:

**ریگ آموی و درشتی راه او   زیر پایم پرنیان آید همی**
**آبِ جیحون از نشاطِ روی دوست   خِنگِ ما را تا میان آید همی**
**ای بخارا! شاد باش و دیر زی   میر زی تو شادمان آید همی**
**میر ماه است و بخارا آسمان   ماه سوی آسمان آید همی**
**میر سرو است و بخارا بوستان   سرو سوی بوستان آید همی**

چون رودکی بدین بیت رسید امیر چنان منفعِل گشت که از تخت فرود آمد و بی‌موزه پای در رکابِ خِنگِ نوبتی آورد و روی به بخارا نهاد چنان که رانِین و موزه تا دو فرسنگ در پی امیر بردند به بُرونه و آنجا در پای کرد و عِنان تا بخارا هیچ جای بازنگرفت. و رودکی آن پنج هزار دینار مضاعف از لشکر بستد.

و شنیدم به سمرقند به سنهٔ أربَعَ و خَمسَ مأه از دهقان ابو رجا احمد ابن عبدالصمد العابدی که گفت: جدّ من ابو رجا حکایت کرد که چون در این نوبت رودکی به سمرقند رسید چهارصد شتر زیرِ بُنهٔ او بود. و الحقّ آن بزرگ بدین تجمّلْ ارزانی بود، که هنوز این قصیده را کس جواب نگفته است که مجالِ آن ندیده‌اند که از این مَضایقْ آزاد توانند بیرون آمد. و از عَذَب‌گویان و لطیف‌طبعانِ عَجَم یکی امیرالشعراء مُعزّی بود که شعرِ او در طلاوت و طراوت به غایت است و در روانی و عَذوبت به نهایت. زین‌الملک ابو سعد هندو بن محمد بن هندو الاصفهانی از وی درخواست کرد که آن قصیده را جواب گوی! گفت: «نتوانم». اِلحاح کرد. چند بیت بگفت که یک بیت از آن بیت‌ها این است:

رستم از مازندران آید همی   زَینِ مُلک از اصفهان آید همی

همه خردمندان دانند که میان این سخن و آن سخن چه تفاوت است و که تواند گفتن بدین عَذْبی؟ که او در مدح همی‌گوید در این قصیده:

آفرین و مدح سود آید همی  گر به گنج اندر زیان آید همی

و اندر این بیت از محاسِن هفت صنعت است: اول مطابق، دوم متضاد، سوم مُرَدّف، چهارم بیانِ مساوات، پنجم عَذوبَت، ششم فصاحت، هفتم جِزالَت،

و هر استادی که او را در علم شعر تبحّری است چون اندکی تفکر کند، داَند که من در این مُصیبم. و السلام.

**حکایت چهار:**
**فرخی سیستانی**

فرخی از سیستان بود پسر جولوغ غلام امیر خلف بانو. طبعی بغایت نیکو داشت و شعر خوش گفتی و چنگ تر زدی و خدمت دهقانی کردی از دهاقین سیستان و این دهقان او را هر سال دویست کیل پنج منی غله دادی و صد درم سیم نوحی. او را تمام بودی. اما زنی خواست هم از موالی خلف و خرجش بیشتر افتاد و دبه و زنبیل درافزود. فرخی بی برگ ماند. و در سیستان کسی دیگر نبود مگر امراء ایشان. فرخی قصه به دهقان برداشت که مرا خرج بیشتر شده است چه شود که دهقان از آنجا که کرم اوست غلهٔ من سیصد کیل کند و سیم صد و پنجاه درم تا مگر با خرج من برابر شود. دهقان بر پشت قصه توقیع کرد که این قدر از تو دریغ نیست و افزون از این را روی نیست. فرخی چون بشنید مأیوس گشت و از صادر و وارد استخبار میکرد که در اطراف و اکناف عالم نشان ممدوحی شنود تا روی بدو آرد. باشد که اصابتی یابد. تا خبر کردند او را از امیر ابوالمظفر چغانی بچغانیان که این نوع را تربیت میکند و این جماعت

را صله و جایزهٔ فاخر همی دهد و امروز از ملوک عصر و امراء وقت درین باب او را یار نیست. قصیده‌ای بگفت و عزیمت آن جانب کرد.

**با کاروان حله برفتم ز سیستان        با حلهٔ تنیده ز دل بافته ز جان**

الحق نیکو قصیده‌ایست و در او وصف شعر کرده است در غایت نیکوئی و مدح خود بی نظیر است. پس برگی بساخت و روی به چغانیان نهاد.

و چون به حضرت چغانیان رسید بهارگاه بود و امیر به داغگاه و شنیدم که هجده هزار مادیان زهی داشت هر یکی را کره‌ای در دنبال و هر سال برفتی و کرگان داغ فرمودی و عمید اسعد که کدخدای امیر بود به حضرت بود و نزلی راست میکرد تا در پی امیر برد. فرخی به نزدیک او رفت و او را قصیده‌ای خواند و شعر امیر بر او عرضه کرد.

خواجه عمید اسعد مردی فاضل بود و شاعر دوست، شعر فرخی را شعری دید تر و عذب خوش و استادانه. فرخی را سگزیی دید بی اندام جبه‌ای پیش و پس چاک پوشیده، دستاری بزرگ سگزی‌وار در سر و پای و کفش بس ناخوش و شعری در آسمان هفتم! هیچ باور نکرد که این شعر آن سگزی را شاید بود. بر سبیل امتحان گفت:

امیر به داغگاه است و من می‌روم پیش او و تو را با خود ببرم به داغگاه که داغگاه عظیم خوش جایی است، جهانی در جهانی سبزه بینی، پر خیمه و چراغ چون ستاره از هر یکی آواز رود می آید و حریفان در هم نشسته و شراب همی‌نوشند و عشرت همی‌کنند و به درگاه امیر آتشی افروخته چند کوهی و کرگان را داغ همی کنند و پادشاه شراب در دست و کمند در دست دیگر شراب میخورد و اسب

می بخشد. قصیده‌ای گوی لائق وقت و صفت داغگاه کن تا تو را پیش امیر برم.

فرخی آن شب برفت و قصیده‌ای پرداخت سخت نیکو و بامداد در پیش خواجه عمید اسعد آورد و آن قصیده این است:

چون پرند نیلگون بر روی پوشد مرغزار — پرنیان هفت رنگ اندر سر آرد کوهسار

خاک را چون ناف آهو مشک زاید بی قیاس — بید را چون پر طوطی برگ روید بی شمار

دوش وقت صبحدم بوی بهار آورد باد — حبذا باد شمال و خرما بوی بهار

باد گویی مشک سوده دارد اندر آستین — باغ گویی لعبتان جلوه دارد بر کنار

نسترن لؤلوی بیضا دارد اندر مرسله — ارغوان لعل بدخشی دارد اندر گوشوار

تا برآمد جامهای سرخ مل بر شاخ گل — پنجه‌های دست مردم سر فرو کرد از چنار

باغ بوقلمون لباس و شاخ بوقلمون نمای — آب مروارید گون و ابر مروارید بار

راست پنداری که خلعتهای رنگین یافتند — باغهای پر نگار از داغگاه شهریار

داغگاه شهریار اکنون چنان خرم بود — کاندر او از خرمی خیره بماند روزگار

سبزه اندر سبزه بینی چون سپهر اندر سپهر — خیمه اندر خیمه چون سیمین حصار اندر حصار

هر کجا خیمه است خفته عاشقی با دوست مست — هر کجا سبزه است شادان یاری از دیدار یار

سبزه‌ها با بانگ چنگ مطربان چرب دست — خیمه‌ها با بانگ نوش ساقیان می گسار

عاشقان بوس و کنار و نیکوان ناز و عتاب — مطربان رود و سرود و خفتگان خواب و خمار

بر در پرده سرای خسرو پیروز بخت — از پی داغ آتشی افروخته خورشیدوار

بر کشیده آتشی چون مطرد دیبای زرد — گرم چون طبع جوان و زرد چون زر عیار

داغها چون شاخهای بسد یاقوت رنگ — هر یکی چون نار دانه گشته اندر زیر نار

ریدکان خواب نادیده مصاف اندر مصاف — مرکبان داغ ناکرده قطار اندر قطار

خسرو فرخ سیر بر بارهٔ دریا گذر — با کمند اندر میان دشت چون اسفندیار

همچو زلف نیکوان مورد گیسو تاب خورد — همچو عهد دوستان سال خورده استوار

میر عادل بوالمظفر شاه با پیوستگان — شادمان و شاد خوار و کامران و کامکار

هر که را اندر کمند شست بازی در فکند — گشت نامش بر سرین و شانه و رویش نگار

هر چه زین سو داغ کرد از سوی دیگرهدیه داد — شاعران را با لگام و زائران را با فسار

چون خواجه عمید اسعد این قصیده بشنید حیران فروماند که هرگز مثل آن به گوش او فرو نشده بود. جملهٔ کار ها فرو گذاشت

و فرخی را برنشاند و روی به امیر نهاد و آفتاب زرد پیش امیر آمد و گفت:

ای خداوند تو را شاعری آورده‌ام که تا دقیقی روی در نقاب خاک کشیده است کس مثل او ندیده است. و حکایت کرد آنچه رفته بود پس امیر فرخی را بار داد. چون درآمد خدمت کرد. امیر دست داد و جای نیکو نامزد کرد و بپرسید و بنواختش و به عاطفت خویش امیدوارش گردانید و چون شراب دوری چند درگذشت فرخی برخاست و به آواز حزین و خوش این قصیده بخواند که:

بـا کـاروان حلـه بـرفتم ز سیسـتان

چون تمام برخواند امیر شعر شناس بود و نیز شعر گفتی از این قصیده بسیار شگفتیها نمود. عمید اسعد گفت: ای خداوند باش تا بهتر بینی. پس فرخی خاموش گشت و دم در کشید تا غایت مستی امیر. پس برخاست و آن قصیدهٔ داغگاه برخواند. امیر حیرت آورد پس در آن حیرت روی به فرخی آورد و گفت:

هزار سر کره آوردند همه روی سپید و چهار دست و پای سپید ختلی راه تراست تو مردی سگزی و عیاری چندانکه بتوانی گرفت بگیر تو را باشد.

فرخی را شراب تمام دریافته بود و اثر کرده بیرون آمد و زود دستار از سر فرو گرفت خویشتن را در میان فسیله افکند و یک گله در پیش کرد و بدان روی دشت برد و بسیار بر چپ و راست و از هر طرف بدوانید که یکی نتوانست گرفت. آخر الامر رباطی ویران بر کنار لشکرگاه پدید آمد. کرگان در آن رباط شدند. فرخی بغایت مانده شده بود. در دهلیز رباط دستار زیر سر نهاد و حالی در خواب شد از غایت مستی و ماندگی. کرگان را بشمردند چهل و دو سر بودند رفتند و احوال با امیر بگفتند. امیر بسیار بخندید و شگفتیها نمود و گفت:

مردی مقبل است کار او بالا گیرد او را و کرگان را نگاه دارید و چون او بیدار شود مرا بیدار کنید.

مثال پادشاه را امتثال کردند. دیگر روز بطلوع آفتاب فرخی برخاست و امیر خود برخاسته بود و نماز کرده. بار داد و فرخی را بنواخت و آن کرگان را بکسان او سپردند و فرخی را اسب با ساخت خاصه فرمود و دو خیمه و سه استر و پنج سر برده و جامهٔ پوشیدنی و گستردنی. و کار فرخی در خدمت او عالی شد و تجملی تمام ساخت.

پس به خدمت سلطان یمین الدوله محمود رفت و چون سلطان محمود او را متجمل دید به همان چشم در او نگریست و کارش بدانجا رسید که تا بیست غلام سیمین کمر از پس او برنشستندی و السلام.

**حکایت پنج:**
**امیر معزی**

در سنهٔ عشر و خمسمایهٔ پادشاه اسلام سنجر بن ملکشاه اطال الله بقائه و ادام الی المعالی ارتقائه به حد طوس به دشت تروق بهار داد و دو ماه آنجا مقام کرد. و من از هری بر سبیل انتجاع بدان حضرت پیوستم و نداشتم از برگ و تجمل هیچ. قصیده‌ای بگفتم و به نزدیک امیر الشعراء معزی رفتم و افتتاح از او کردم و شعر من بدید و از چند نوع مرا برسخت به مراد او آمدم بزرگیها فرمود و مهتریها واجب داشت. روزی پیش او از روزگار استزادتی همی نمودم و گله همی کردم.

مرا دل داد و گفت: تو در این علم رنج برده‌ای و تمام حاصل کرده‌ای آن را هر آینه اثری باشد و حال من هم چنین بود و هرگز هیچ شعری نیک ضایع نمانده است و تو در این صناعت حظی داری

و سخت هموار و عذب است و روی در ترقی دارد. باش تا ببینی که از این علم نیکوئیها بینی و اگر روزگار در ابتدا مضایقتی نماید در ثانی الحال کار بمراد تو گردد. و پدر من امیر الشعراء برهانی رحمه الله در اول دولت ملکشاه به شهر قزوین از عالم فنا به عالم بقا تحویل کرد و در آن قطعه که سخت معروف است مرا به سلطان ملکشاه سپرد در این بیت:

من رفتم و فرزند من آمد خلف صدق او را به خدا و به خداوند سپردم

پس جامگی و اجراء پدر به من تحویل افتاد و شاعر ملکشاه شدم. و سالی در خدمت پادشاه روزگار گذاشتم که جز وقتی از دور او را نتوانستم دیدن و از اجرا و جامگی یک من و یک دینار نیافتم و خرج من زیادت شد و وام به گردن من درآمد و کار در سر من پیچید. و خواجهٔ بزرگ نظام الملک رحمه الله در حق شعر اعتقادی نداشتی از آن که در معرفت او دست نداشت و از ائمه و متصوفه به هیچ کس نمی پرداخت. روزی که فردای آن رمضان خواست بود من از جملهٔ خرج رمضانی و عیدی دانگی نداشتم. در آن دلتنگی به نزدیک علاء الدولهٔ امیر علی فرامرز رفتم که پادشاه زاده بود و شعر دوست و ندیم خاص سلطان بود و داماد او. حرمت تمام داشت و گستاخ بود و در آن دولت منصب بزرگ داشت و مرا تربیت کردی. گفتم: زندگانی خداوند دراز باد. نه هر کاری که پدر بتواند کرد پسر بتواند کرد یا آنچه پدر را بباید پسر را بباید. پدر من مردی جلد و سهم بود و در این صناعت مرزوق و خداوند جهان سلطان شهید الب ارسلان را در حق او اعتقادی بودی. آنچه از او آمد از من همی نیاید. مرا حیائی مناع است و نازک طبعی با آن یار است. یک سال خدمت کردم و هزار دینار وام برآوردم و دانگی نیافتم. دستوری خواه بنده را

تا به نشابور بازگردد و وام بگزارد و با آن باقی که بماند همی‌سازد و دولت قاهره را دعائی همی گوید.

امیر علی گفت: راست گفتی. همه تقصیر کرده‌ایم بعد از این نکنیم. سلطان نماز شام به ماه دیدن بیرون آید باید که آنجا حاضر باشی تا روزگار چه دست دهد. حالی صد دینارم فرمود تا برگ رمضان سازم و بر فور مهری بیاوردند صد دینار نشابوری و پیش من نهادند. عظیم شادمانه بازگشتم و برگ رمضان بفرمودم و نماز دیگر به در سراپردهٔ سلطان شدم. قضا را علاء الدوله همان ساعت در رسید. خدمت کردم. گفت: سره کردی و به وقت آمدی پس فرود آمد و پیش سلطان شد. آفتاب زرد سلطان از سرا پرده به در آمد. کمان گروهه‌ای در دست علاءالدوله بر راست. من بدویدم و خدمت کردم امیر علی نیکوئیها پیوست و به ماه دیدن مشغول شدند و اول کسی که ماه دید سلطان بود عظیم شادمانه شد. علاءالدوله مرا گفت: پسر برهانی در این ماه نو چیزی بگوی!

من برفور این دو بیتی بگفتم:

ای ماه چو ابروان یاری گوئی      یا نی چو کمان شهریاری گوئی
نعلی زده از زر عیاری گوئی      در گوش سپهر گوشواری گوئی

چون عرضه کردم امیر علی بسیاری تحسین کرد.

سلطان گفت: برو از آخور هر کدام اسب که خواهی بگشای. و در این حالت بر کنار آخور بودیم. امیر علی اسبی نامزد کرد بیاوردند و به کسان من دادند. ارزیدی سیصد دینار نشابوری. سلطان به مصلی رفت و من در خدمت نماز شام بگزاردیم و به خوان شدیم. بر خوان امیر علی گفت: پسر برهانی درین تشریفی که خدواند جهان فرمود هیچ نگفتی حالی دو بیتی بگوی!من بر پای جستم و خدمت کردم و چنانکه آمد حالی این دو بیتی بگفتم:

چون آتش خاطر مرا شاه بدید      از خاک مرا بر زبر ماه کشید
چون آب یکی ترانه از من بشنید      چون باد یکی مرکب خاصم بخشید

چون این دو بیتی ادا کردم علاءالدوله احسنتها کرد و به سبب احسنت او سلطان مرا هزار دینار فرمود. علاءالدوله گفت: جامگی و اجراش نرسیده است فردا بر دامن خواجه خواهم نشست تا جامگیش از خزانه بفرماید و اجراش بر سپاهان نویسد. گفت: مگر تو کنی که دیگران را این حسبت نیست و او را به لقب من بازخوانید. و لقب سلطان معز الدنیا و الدین بود. امیرعلی مرا خواجه معزی خواند سلطان گفت امیر معزی،آن بزرگ بزرگ زاده چنان ساخت که دیگر روز نماز پیشین هزار دینار بخشیده و هزار و دویست دینار جامگی و برات نیز هزار من غله به من رسیده بود و چون ماه رمضان بیرون شد مرا به مجلس خواند و با سلطان ندیم کرد و اقبال من روی در ترقی نهاد و بعد از آن پیوسته تیمار من همی داشت و امروز هر چه دارم از عنایت آن پادشاه زاده دارم ایزد تبارک و تعالی خاک او را به انوار رحمت خوش گرداناد بمنه و فضله.

**حکایت شش- ازرقی**

آل سلجوق همه شعر دوست بودند اما هیچ کس به شعر دوستی‌تر از طغانشاه بن الب ارسلان نبود و محاورت و معاشرت او همه با شعرا بود و ندیمان او همه شعرا بودند چون امیر ابو عبدالله قرشی و ابوبکر ازرقی و ابومنصور بایوسف و شجاعی نسوی و احمد بدیهی و حقیقی و نسیمی و اینها مرتب خدمت بودند و آینده و رونده بسیار بودند همه از او مرزوق و محظوظ. مگر روزی امیر با احمد بدیهی نرد می‌باخت و نرد ده هزاری به پایین کشیده بود و امیر سه مهره در شش گاه داشت و احمد بدیهی سه مهره در یک گاه و ضرب امیر را بود. احتیاطها کرد و بینداخت تا سه شش زند سه یک

برآمد. عظیم طیره شد و از طبع برفت و جای آن بود و آن غضب به درجه‌ای کشید که هر ساعت دست به تیغ می‌کرد و ندیمان چون برگ بر درخت همی لرزیدند که پادشاه بود و کودک بود و مقمور به چنان زخمی.

ابو بکر ازرقی برخاست و به نزدیک مطربان شد و این دوبیتی بازخواند:

گر شاه سه شش خواست سه یک زخم افتاد
تـــا ظـــن نبـــری کـــه کعبتـــین داد نـــداد
آن زخـــم کـــه کـــرد رای شاهنشـــه یـــاد
در خـــدمت شـــاه روی بـــر خـــاک نهـــاد

بامنصور بایوسف در سنهٔ تسع و خمسمایهٔ که من به هرات افتادم مرا حکایت کرد که امیر طغانشاه بدین دوبیتی چنان با نشاط آمد و خوش طبع گشت که بر چشمهای ازرقی بوسه داد و زر خواست پانصد دینار و در دهان او می‌کرد تا یک درست مانده بود و به نشاط اندر آمد و بخشش کرد. سبب آن همه یک دوبیتی بود. ایزد تبارک و تعالی بر هر دو رحمت کناد بمنه و کرمه.

**حکایت هفت - مسعود سعد سلمان**

در شهور سنهٔ اثنتین و سبعین و خمسمایه (اربع مایه_ صح) صاحب غرضی قصه به سلطان ابراهیم برداشت که پسر او سیف الدوله امیر محمود نیت آن دارد که به جانب عراق رود به خدمت ملکشاه. سلطان را غیرت کرد و چنان ساخت که او را ناگاه بگرفت و ببست و به حصار فرستاد. و ندیمان او را بند کردند و به حصارها فرستاد از جمله یگی مسعود سعد سلمان بود و او را به وجیرستان به قلعهٔ نای فرستادند. از قلعهٔ نای دوبیتی به سلطان فرستاد:

در بند تو ای شاه ملکشه باید تا بند تو پای تاجداری ساید

آن کس که ز پشت سعد سلمان آید   گر زهر شود ملک تو را نگزاید

این دوبیتی علی خاص بر سلطان برد. بر او هیچ اثری نکرد.

و ارباب خرد و اصحاب انصاف دانند که حبسیات مسعود در علو به چه درجه‌ای رسیده است و در فصاحت به چه پایه بود. وقت باشد که من از اشعار او همی‌خوانم موی بر اندام من بر پای خیزد و جای آن بود که آب از چشم من برود.جملهٔاین اشعار بر آن پادشاه خواندند و او بشنید که بر هیچ موضع او گرم نشد. و از دنیا برفت و آن آزاد مرد را در زندان بگذاشت. مدت حبس او به سبب قربت سیف الدوله دوازده سال بود و در روزگار سلطان مسعود ابراهیم به سبب قربت او ابونصر پارسی را هشت سال بود.

و چندانِ قصائد غرر و نفائس درر که از طبع وقاد او زاده البته هیچ مسموع نیفتاد .بعد از هشت سال ثقهٔ الملک طاهر علی مشکان او را بیرون آورد و جمله آن آزاد مرد در دولت ایشان همهٔ عمر در حبس به سر برد و این بدنامی در آن خاندان بزرگ بماند. و من بنده اینجا متوقفم که این حال را بر چه حمل کنم؟ بر ثبات رأی یا بر غفلت طبع یا بر قساوت قلب یا بر بددلی؟ در جمله ستوده نیست و ندیدم هیچ خردمند که آن دولت را بر این حزم و احتیاط محمدت کرد.

و از سلطان عالم غیاث الدنیا و الدین محمد بن ملکشاه به در همدان در واقعهٔ امیر شهاب الدین قتلمش الب غازی که داماد او بود به خواهر طیب الله تربتهما و رفع فی الجنان رتبتهما شنیدم که خصم در حبس داشتن نشان بددلی است زیرا که از دو حال بیرون نیست یا مصلح است یا مفسد، اگر مصلح است در حبس نگاه داشتن ظلم است و اگر مفسد است مفسد را زنده گذاشتن هم ظلم است.

در جمله بر مسعود به سر آمد و آن بدنامی تا دامن قیامت بماند.

## حکایت‌هشت-رشیدی

ملک خاقانیان در زمان سلطان خضر بن ابراهیم عظیم طراوتی داشت و شگرف سیاستی و مهابتی که بیش از آن نبود. و او پادشاه خردمند و عادل و ملک آرای بود. ماوراء النهر و ترکستان او را مسلم بود و از جانب خراسان او را فراغتی تمام و خویشی و دوستی و عهد و وثیقت برقرار و از جمله تجمل ملک او یکی آن بود که چون برنشستی به جز دیگر سلاح هفتصد گرز زرین و سیمین پیش اسب او ببردندی. و شاعردوست عظیم بود. استاد رشیدی و امیر عمعق و نجیبی فرغانی و نجار ساغرجی و علی بانیذی و پسر درغوش و پسر اسفراینی و علی سپهری در خدمت او صلتهای گران یافتند و تشریفهای شگرف ستدند. و امیر عمعق امیر الشعراء بود و از آن دولت حظی تمام گرفته و تجملی قوی یافته چون غلامان ترک و کنیزکان خوب و اسبان راهوار و ساختهای زر و جامهای فاخر و ناطق و صامت فراوان. و در مجلس پادشاه عظیم محترم بود به ضرورت دیگر شعرا را خدمت او همی بایست کردن. و از استاد رشیدی همان طمع می‌داشت که از دیگران و وفا نمی‌شد.

اگر چه رشیدی جوان بود اما عالم بود در آن صناعت. ستی زینب ممدوحهٔ او بود و همگی حرم خضر خان در فرمان او بود و به نزدیک پادشاه قربتی تمام داشت. رشیدی او را بستودی و تقریر فضل او کردی تا کار رشیدی بالا گرفت و سید الشعرائی یافت و پادشاه را در او اعتقادی پدید آمد و صلتهای گران بخشید.

روزی در غیبت رشیدی از عمعق پرسید که شعر عبدالسید رشیدی را چون می بینی؟ گفت: شعری به غایت نیک منقی و منقح اما قدری نمکش در می‌باید. نه بس روزگاری برآمد که رشیدی در رسید و خدمت کرد و خواست که بنشیند. پادشاه او را پیش خواند و

به تضریب چنان که عادت ملوک است گفت:امیر الشعراء را پرسیدم که شعر رشیدی چون است گفت نیک است اما بی نمک است باید که در این معنی بیتی دو بگویی. رشیدی خدمت کرد و به جای خویش آمد و بنشست و بر بدیهه این قطعه بگفت:

شعرهای مرا بـه بـی نمکـی عیـب کـردی روا بـود شـاید
شعر مـن همچـو شـکر و شـهد واندر این دو نمک نکو نایـد
است شلغم و باقلیست گفتهٔ تو نمـک ای قلتبـان تـرا بایـد

چون عرضه کرد پادشاه را عظیم خوش آمد. و در ماوراءالنهر عادت و رسم است که در مجلس پادشاه و دیگر مجالس زر و سیم در طبقها به نقل بنهند و آن را سیم طاقا یا جفت خوانند و در مجلس خضر خان بخش را چهار طبق زر سرخ بنهادندی در هر یکی دویست و پنجاه دینار و آن به مشت ببخشیدی.این روز چهار طبق رشیدی را فرمود. و حرمتی تمام پدید آمد و معروف گشت زیرا که چنان که ممدوح به شعر نیک شاعر معروف شود شاعر به صلهٔ گران پادشاه معروف شود که این دو معنی متلازمانند.

**حکایت ئه-فردوسی**

استاد ابو القاسم فردوسی از دهاقین طوس بود از دیهی که آن دیه را باژ خوانند و از ناحیت طبران است. بزرگ دیهی است و از وی هزار مرد بیرون آید. فردوسی در آن دیه شوکتی تمام داشت چنان که به دخل آن ضیاع از امثال خود بی نیاز بود. و از عقب یک دختر بیش نداشت. و شاهنامه بنظم همی کرد و همه امید او آن بود که از صلهٔ آن کتاب جهاز آن دختر بسازد. بیست و پنج سال در آن کتاب مشغول شد که آن کتاب تمام کرد. و الحق هیچ باقی نگذاشت. و سخن را به آسمان علیین برد و در عذوبت به ماء معین رسانید. و کدام طبع را قدرت آن باشد که سخن را بدین درجه رساند که او

رسانیده است، در نامه‌ای که زال همی نویسد به سام نریمان بمازندران در آن حال که با رودابه دختر شاه کابل پیوستگی خواست کرد:

یکی نامه فرمود نزدیک سام — سراسر درود و نوید و خرام
نخست از جهان آفرین یاد کرد — که هم داد فرمود و هم داد کرد
وزو باد بر سام نیرم درود — خداوند شمشیر و کوپال و خود
چماننده چرمه هنگام گرد — چراننده کرکس اندر نبرد
فزاینده باد آوردگاه — فشانندهٔ خون ز ابر سیاه
به مردی هنر در هنر ساخته — سرش از هنر گردن افراخته

من در عجم سخنی بدین فصاحت نمی‌بینم و در بسیاری از سخن عرب هم. چون فردوسی شاهنامه تمام کرد نساخ او علی دیلم بود و راوی ابودلف و وشکرده حیی قتیبه که عامل طوس بود و بجای فردوسی ایادی داشت. نام این هر سه بگوید:

از این نامه از نامداران شهر — علی دیلم و بودلف راست بهر
نیامد جز احسنتشان بهره‌ام — بکفت اندر احسنتشان زهره‌ام
حیی قتیبه‌ست از آزادگان — که از من نخواهد سخن رایگان
نیم آگه از اصل و فرع خراج — همی غلطم اندر میان دواج

حیی قتیبه عامل طوس بود و اینقدر او را واجب داشت و از خراج فرو نهاد. لا جرم نام او تا قیامت بماند و پادشاهان همی‌خوانند. پس شاهنامه علی دیلم در هفت مجلد نبشت و فردوسی بودلف را برگرفت و روی به حضرت نهاد به غزنین، و به پایمردی خواجهٔ بزرگ احمد حسن کاتب عرضه کرد و قبول افتاد. و سلطان محمود از خواجه منتها داشت اما خواجهٔ بزرگ منازعان داشت که پیوسته خاک تخلیط در قدح جاه او همی‌انداختند. محمود با آن جماعت تدبیر کرد که: فردوسی را چه دهیم؟ گفتند: پنجاه هزار درم و این خود بسیار باشد که او مردی رافضی است و معتزلی مذهب و این بیت بر اعتزال او دلیل کند که او گفت:

به بینندگان آفریننده را نبینی مرنجان دو بیننده را

و بر رفض او این بیتها دلیل است که او گفت:

خردمند گیتی چو دریا نهاد برانگیخته موج از او تند باد
چو هفتاد کشتی در او ساخته همه بادبانها برافراخته
میانه یکی خوب کشتی عروس برآراسته همچو چشم خروس
پیمبر بدو اندرون با علی همه اهل بیت نبی و وصی
اگر خلد خواهی به دیگر سرای به نزد نبی و وصی گیر جای
گرت زین بد آید گناه من است چنین دان و این راه راه من است
بر این زادم و هم بر این بگذرم یقین دان که خاک پی حیدرم

و سلطان محمود مردی متعصب بود. در او این تخلیط بگرفت و مسموع افتاد. در جمله بیست هزار درم بفردوسی رسید. به غایت رنجور شد و به گرمابه رفت و برآمد. فقاعی بخورد و آن سیم میان حمامی و فقاعی قسم فرمود. سیاست محمود دانست. بشب از غزنین برفت و به هری به دکان اسمعیل وراق پدر ازرقی فرود آمد و شش ماه در خانهٔ او متواری بود تا طالبان محمود به طوس رسیدند و بازگشتند. و چون فردوسی ایمن شد از هری روی به طوس نهاد و شاهنامه برگرفت و به طبرستان شد به نزدیک سپهبد شهریار که از آل باوند در طبرستان پادشاه او بود. و آن خاندانی است بزرگ نسبت ایشان بیزدگرد شهریار پیوندند. پس محمود را هجا کرد در دیباچه بیتی صد و بر شهریار خواند و گفت:

من این کتاب را از نام محمود به نام تو خواهم کردن که این کتاب همه اخبار و آثار جدان توست. شهریار او را بنواخت و نیکوئیها فرمود و گفت: یا استاد محمود را بر آن داشتند و کتاب ترا بشرطی عرضه نکردند و ترا تخلیط کردند و دیگر تو مرد شیعیئی و هر که تولی به خاندان پیامبر کند او را دنیاوی به هیچ کاری نرود که ایشان را خود نرفته است. محمود خداوندگار من است. تو شاهنامه به نام او رها کن

و هجو او به من ده تا بشویم و تو را اندک چیزی بدهم. محمود خود تو را خواند و رضای تو طلبد و رنج چنین کتاب ضایع نماند. و دیگر روز صد هزار درم فرستاد و گفت:

هر بیتی به هزار درم خریدم. آن صد بیت به من ده و با محمود دل خوش کن.

فردوسی آن بیتها فرستاد. بفرمود تا بشستند. فردوسی نیز سواد بشست و آن هجو مندرس گشت و از آن جمله شش بیت بماند:

| | |
|---|---|
| مرا غمز کردند کان پرسخن | به مهر نبی و علی شد کهن |
| **اگر مهرشان من حکایت کنم** | **چو محمود را صد حمایت کنم** |
| پرستار زاده نیاید بکار | وگر چند باشد پدر شهریار |
| از این در سخن چند رانم همی | چو دریا کرانه ندانم همی |
| به نیکی نبد شاه را دستگاه | وگرنه مرا برنشاندی بگاه |
| چو اندر تبارش بزرگی نبود | ندانست نام بزرگان شنود |

الحق نیکو خدمتی کرد شهریار مر محمود را، و محمود از او منتها داشت.

در سنهٔ اربع عشرهٔ و خمس مایهٔ به نشابور شنیدم از امیر معزی که او گفت: از امیر عبدالرزاق شنیدم به طوس که او گفت وقتی محمود بهندوستان بود و از آنجا بازگشته بود و روی به غزنین نهاده مگر در راه او متمردی بود و حصاری استوار داشت. و دیگر روز محمود را منزل بر در حصار او بود. پیش او رسولی بفرستاد که فردا باید که پیش آئی و خدمتی بیاری و بارگاه ما را خدمت کنی و تشریف بپوشی و باز گردی. دیگر روز محمود بر نشست و خواجهٔ بزرگ بر دست راست او همی راند که فرستاده بازگشته بود و پیش سلطان همی آمد. سلطان با خواجه گفت: چه جواب داده باشد؟ خواجه این بیت فردوسی بخواند:

اگر جز بکام من آید جواب        من و گرز و میدان و افراسیاب

محمود گفت: این بیت کراست که مردی ازو همی زاید؟ گفت: بیچاره ابوالقاسم فردوسی راست که بیست و پنج سال رنج برد و چنان کتابی تمام کرد و هیچ ثمره ندید! محمود گفت: سره کردی که مرا از آن یاد آوردی که من از آن پشیمان شده‌ام. آن آزادمرد از من محروم ماند. به غزنین مرا یاد ده تا او را چیزی فرستم.

خواجه چون به غزنین آمد بر محمود یاد کرد سلطان گفت: شصت هزار دینار ابوالقاسم فردوسی را بفرمای تا به نیل دهند و به اشتر سلطانی به طوس برند و از او عذر خواهند. خواجه سالها بود تا در این بند بود. آخر آن کار را چون زر بساخت و اشتر گسیل کرد. و آن نیل به سلامت به شهر طبران رسید. از دروازهٔ رودبار اشتر در می‌شد و جنازهٔ فردوسی به دروازهٔ رزان بیرون همی‌بردند. در آن حال مذکری بود در طبران تعصب کرد و گفت: من رها نکنم تا جنازهٔ او در گورستان مسلمانان برند که او رافضی بود! و هر چند مردمان بگفتند با آن دانشمند درنگرفت. درون دروازه باغی بود ملک فردوسی. او را در آن باغ دفن کردند. امروز هم در آنجاست و من در سنهٔ عشر و خمسمایهٔ آن خاک را زیارت کردم.

گویند از فردوسی دختری ماند سخت بزرگوار. صلت سلطان خواستند که بدو سپارند قبول نکرد و گفت: بدان محتاج نیستم. صاحب برید به حضرت بنوشت و بر سلطان عرضه کردند. مثال داد که آن دانشمند از طبران برود بدین فضولی که کرده است و خانمان بگذارد. و آن مال به خواجه ابوبکر اسحق کرامی دهند تا رباط چاهه که بر سر راه نشابور و مرو است در حد طوس عمارت کند. چون مثال به طوس رسید فرمان را امتثال نمودند و عمارت رباط چاهه از آن مال است.

### حکایت ده-سه نظامی

در آن تاریخ که من بنده در خدمت خداوند ملک الجبال بودم نور الله مضجعه و رفع فی الجنان موضعه و آن بزرگوار در حق من بنده اعتقاد قوی داشت و در تربیت من همت بلند. مگر از مهتران و مهترزادگان شهر بلخ عمرها الله امیر عمید صفی الدین ابوبکر محمد بن الحسین الروانشاهی روز عید فطر بدان حضرت پیوست جوان فاضل مفضل دبیری نیک مستوفی بشرط در ادب و ثمرات آن با بهره در دلها مقبول و در زبانها ممدوح و درین حال من بخدمت حاضر نبودم در مجلس بر لفظ پادشاه رفت که: نظامی را بخوانید!

امیر عمید صفی الدین گفت که: نظامی اینجاست؟ گفتند که: آری! و او چنان گمان برد که نظامی منیری است گفت: چه شاعری نیک و مردی معروف!

چون فراش رسید و مرا بخواند موزه در پای کردم و چون درآمدم خدمت کردم و بجای خویش بنشستم. و چون دوری چند درگذشت امیر عمید گفت: نظامی نیامد! ملک جبال گفت: آمد! اینک آنجا نشسته است!

امیر عمید گفت: من نه این نظامی را می‌گویم آن نظامی دیگرست و من این را خود نشناسم. همیدون آن پادشاه را دیدم که متغیر گشت و در حال روی سوی من کرد و گفت: جز تو جائی نظامی هست؟ گفتم: بلی ای خداوند دو نظامی دیگراند یکی سمرقندی است و او را نظامی منیری گویند و یکی نیشابوری و او را نظامی اثیری گویند و من بنده را نظامی عروضی خوانند. گفت: تو بهی یا ایشان؟

امیر عمید دانست که بد گفته است و پادشاه را متغیر دید گفت: ای خداوند آن هر دو نظامی معربدند و سبک مجلسها را بعربده بر هم شورند و بزبان آرند. ملک بر سبیل طیبت گفت:

باش تا این را ببینی که پنج قدح سیکی بخورد و مجلس را بر هم زند. اما ازین هر سه نظامی شاعرتر کیست؟ امیر عمید گفت: من آن دو را دیده‌ام و بحق المعرفه شناسم اما این را ندیده‌ام و شعر او نشنیده‌ام اگر درین معنی که برفت دو بیت بگوید و من طبع او ببینم و شعر او بشنوم بگویم که کدام بهتر است ازین هر سه. ملک روی سوی من کرد و گفت:هان ای نظامی تا ما را خجل نکنی و چون گوئی چنان گوی که امیر عمید خواهد .اندر آن وقت مرا در خدمت پادشاه طبعی بود فیاض و خاطری وهاج و اکرام و انعام آن پادشاه مرا بدانجا رسانیده بود که بدیهٔ من رویت گشته بود قلم برگرفتم و تا دو بار دور درگذشت این پنج بیت بگفتم:

| | |
|---|---|
| در جهان سه نظامییم ای شاه | که جهانی ز ما بـه افغانند |
| من به ورساد پیش تخت شهم | و آن دو در مرو پیش سلطانند |
| به حقیقت که در سخن امروز | هر یکی مفخر خراسانند |
| گر چه همچون روان سخن گویند | ور چه همچون خرد سخن دانند |
| من شرابم که شان چو دریابم | هر دو از کار خود فرو مانند |

چون این بیتها عرض کردم امیر عمید صفی الدین خدمت کرد و گفت:ای پادشاه نظامیان را بگذار من از جملهٔ شعراء ماوراءالنهر و خراسان و عراق هیچ کس را طبع آن نشناسم که بر ارتجال چنین پنج بیت تواند گفت خاصه بدین متانت و جزالت و عذوبت مقرون بالفاظ عذب و مشحون بمعانی بکر شاد باش ای نظامی ترا بر بسیط زمین نظیر نیست. ای خداوند پادشاه طبعی لطیف دارد و خاطری قوی و فضلی تمام و اقبال پادشاه وقت و همت او رفعهما الله در

افزوده است نادره‌ای گردد و ازین هم زیادت شود که جوان است و روز افزون.

روی پادشاه خداوند عظیم برافروخت و بشاشتی در طبع لطیف او پدید آمد. مرا تحسین کرد و گفت: کان سرب ورساد ازین عید تا بعید گوسفند کشان بتو دادم عاملی بفرست. چنان کردم و اسحق یهودی را بفرستادم در صمیم تابستان بود و وقت کار و گوهر بسیار می گداختند در مدت هفتاد روز دوازده هزار من سرب از آن خمس بدین دعاگوی رسید و اعتقاد پادشاهه در حق من بنده یکی هزار شد ایزد تبارک و تعالی خاک عزیز او را بشمع رضا پرنور کناد و جان شریف او را بجمع غنا مسرور بمنه و کرمه.

****

# گلستانِ

نویسنده:سعدی شیرازی



شیخ سعدی

1210ء ولادت، 1292ء وفات

مصلح الدین شیخ سعدی آج سے تقریباً800 برس پہلے ایران کے شہر شیراز میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک بہت بڑے معلم مانے جاتے ہیں-آپ کی دو کتابیں گلستان اور بوستان بہت مشہور ہیں-پہلی کتاب گلستان نثر میں ہے جبکہ دوسری کتاب بوستان نظم میں ہے- آپ نے بیاسی برس کی عمر میں ۱۲۹۲ء شیراز، ایران میں انتقال فرمایا-

۱۲۱۰ء میں ایران کے شہر شیراز میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کی وفات آپ کے بچپن میں ہی ہو گئی تھی۔ اپنی جوانی میں سعدی نے غربت اور سخت مشکلات کا سامنا کیا اور بہتر تعلیم کے لیے آپ نے اپنے آبائی شہر کو خیر باد کہا اور بغداد تشریف لے آئے۔ آپ نے المدرسۃ النظامیہ میں داخلہ لیا، جہاں آپ نے اسلامی سائنس، قانون، حکمت و فلسفہ، تاریخ، عربی ادب اور اسلامی الہیات کی تعلیم حاصل کی۔ سعدی شیرازی نے جامع نظامیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد متعدد ملکوں کی سیاحت کی۔ وہ شام، مصر، عراق، اناتولیا بھی گئے، جہاں بڑے شہروں کی زیارت کی، گاہکوں سے بھرے پر رونق بازار دیکھے، اعلی درجہ کے فنون لطیفہ کے نمونوں سے محظوظ ہوئے اور وہاں کے علما اور فن کاروں سے ملاقاتیں کی۔ آخر کار وہ جہادی صوفیوں کے ایک گروہ میں شامل ہو گئے، جو صلیبی جنگوں میں شریک تھا۔ ان کے ساتھ مل کر انہوں نے جنگیں لڑیں۔ ایک ایسی ہی جنگ میں وہ جنگی قیدی بنے اور سات سال اس کیفیت میں گزارے۔ ایک غلام کی حیثیت سے وہ خندقیں کھودنے کے کام پر متعین رہے۔ مملوکوں نے تاوان ادا کیا، تو جنگی قیدیوں کو رہا کیا گیا۔، جن میں سعدی شیرازی بھی شامل تھے۔ قید سے رہائی کے بعد سعدی شیرازی یروشلم (بیت المقدس) چلے گئے۔ وہاں سے مکہ اور مدینہ کا رُخ کیا۔ بیس برس کی طویل مسافت کے بعد سعدی شیرازی آخر کار اپنے آبائی وطن ایران پہنچے، جہاں انہیں اپنے پرانے رفقا کی صحبت میسر آئی۔

سعدیؔ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں گلستان، بوستان کو زیادہ شہرت ملی مگر ان کے علاوہ عربی قصیدہ قافیہ میم، طیبات، بدائع، خواتیم، قصائد فارسیہ، مراثی، ملمعات، مثلثات، (فارسی، عربی اور ترکی میں) قصائد عربیہ، ترجیعات، مقطعات، مجلس ہزل، مطائبات، رباعیات، مفردات اور غزلیات بھی ہیں۔

سعدی کو ان کے اقوال زریں کی وجہ سے بہت شہرت حاصل ہے۔ جن میں سب سے زیادہ مشہور "بنی آدم"، "گلستان" کا حصہ ہے: بنی آدم اعضائے یک دیگرند کہ در آفرینش زیک گوہرند

## دیباچه

بِسم اللهِ الرّحمنِ الرّحیم

منّت خدای را عز و جل که طاعتش موجب قربت است و به شکر اندرش مزید نعمت. هر نفسی که فرو می رود ممدّ حیات است

و چون بر می آید مفرّح ذات. پس در هر نفسی دو نعمت موجود است و بر هر نعمتی شکری واجب.

از دست و زبان که بر آید　　کز عهدهٔ شکرش به در آید

اِعملوا آلَ داودَ شکراً وَ قلیلٌ مِن عبادیَ الشکور

بنده همان به که ز تقصیر خویش　عذر به درگاه خدای آورد

ور نه سزاوار خداوندیش　　کس نتواند که به جای آورد

باران رحمت بی حسابش همه را رسیده و خوان نعمت بی دریغش همه جا کشیده. پردهٔ ناموس بندگان به گناه فاحش ندرد و وظیفهٔ روزی به خطای منکر نبرد.

ای کریمی که از خزانهٔ غیب　گبر و ترسا وظیفه خور داری

دوستان را کجا کنی محروم　تو که با دشمن این نظر داری

فرّاش باد صبا را گفته تا فرش زمرّدی بگسترد و دایهٔ ابر بهاری را فرموده تا بنات نبات در مهد زمین بپرورد. درختان را به خلعت نوروزی قبای سبز ورق در بر گرفته و اطفال شاخ را به قدوم موسم ربیع کلاه شکوفه بر سر نهاده. عصاره نالی به قدرت او شهد فایق شده و تخم خرمایی به تربیتش نخل باسق گشته.

ابر و باد و مه و خورشید و فلک در کارند

تا تو نانی به کف آریّ و به غفلت نخوری

همه از بهر تو سرگشته و فرمانبردار

شرط انصاف نباشد که تو فرمان نبری

در خبر است از سرور کاینات و مفخر موجودات و رحمت عالمیان و صفوت آدمیان و تتمهٔ دور زمان محمد مصطفی صلی الله علیه و سلم،

شفیعٌ مطاعٌ نبیٌ کریم　　قسیمٌ جسیمٌ نسیمٌ وسیم

چه غم دیوار امّت را که دارد چون تو پشتیبان

چه باک از موج بحر آن را که باشد نوح کشتیبان

بلغَ العلی بِکمالِه        کشفَ الدّجی بِجَمالِه
حَسنتْ جَمیعُ خِصالِه        صلّوا علیه و آله

هر گاه که یکی از بندگان گنهکار پریشان روزگار دست انابت به امید اجابت به درگاه حق جل و علا بردارد ایزد تعالی در وی نظر نکند. بازش بخواند باز اعراض کند. بازش به تضرّع و زاری بخواند حق سبحانه و تعالی فرماید

یا ملائکتی قَد استَحْیَیتُ مِن عبدی و لَیس لَهُ غیری فَقد غَفَرت لَهُ

دعوتش را اجابت کردم و حاجتش برآوردم که از بسیاری دعا و زاری بنده همی شرم دارم.

کرم بین و لطف خداوندگار        گنه بنده کرده است و او شرمسار

عاکفان کعبهٔ جلالش به تقصیر عبادت معترف که ما عبدناکَ حقّ عبادتِک و واصفان حلیهٔ جمالش به تحیر منسوب که ما عَرَفناکَ حقّ مَعرِفتِک.

گر کسی وصف او ز من پرسد
بیدل از بی نشان چه گوید باز
عاشقان کشتگان معشوقند
بر نیاید ز کشتگان آواز

## درآداب قناعت

### حکایت شمارهٔ ۱

خواهنده مغربی در صف بزّازان حلب می‌گفت: ای خداوندان نعمت، اگر شما را انصاف بودی و ما را قناعت، رسم سؤال از جهان برخاستی.

ای قناعت! توانگرم گردان        که ورای تو هیچ نعمت نیست
کنج صبر اختیار لقمان است        هر که را صبر نیست حکمت نیست

**حکایت ۲**

دو امیرزاده در مصر بودند. یکی علم آموخت و دیگر مال اندوخت. عاقبۀ الأمر آن یکی علّامه عصر گشت و این یکی عزیز مصر شد. پس این توانگر به چشم حقارت در فقیه نظر کردی و گفتی: من به سلطنت رسیدم و این همچنان در مسکنت بمانده است.

گفت: ای برادر! شکر نعمت باری عزّ اسمه همچنان افزون‌تر است بر من که میراث پیغمبران یافتم یعنی علم و تو را میراث فرعون و هامان رسید یعنی ملک مصر.

من آن مورم که در پایم بمالند نه زنبورم که از دستم بنالند
کجا خود شکر این نعمت گزارم که زور مردم آزاری ندارم

**حکایت ۳**

درویشی را شنیدم که در آتش فاقه می‌سوخت و رقعه بر خرقه همی‌دوخت و تسکین خاطر مسکین را همی‌گفت:

به نان خشک قناعت کنیم و جامه دلق که بار محنت خود به که بار منت خلق

کسی گفتش: چه نشینی که فلان در این شهر طبعی کریم دارد و کرمی عمیم، میان به خدمت آزادگان بسته و بر در دلها نشسته. اگر بر صورت حال تو چنان که هست وقوف یابد پاس خاطر عزیزان داشتن منت دارد و غنیمت شمارد.

گفت: خاموش! که در پسی مردن به که حاجت پیش کسی بردن.

هم رقعه دوختن به و الزام کنج صبر کز بهر جامه رقعه بر خواجگان نبشت
حقا که با عقوبت دوزخ برابر است رفتن به پایمردی همسایه در بهشت

**حکایت ۴**

یکی از ملوک عجم طبیبی حاذق به خدمت مصطفی صلی الله علیه و سلم فرستاد.

سالی در دیار عرب بود و کسی تجربه پیش او نیاورد و معالجه از وی در نخواست.

پیش پیغمبر آمد و گله کرد که: مر این بنده را برای معالجت اصحاب فرستاده‌اند و در این مدّت کسی التفاتی نکرد تا خدمتی که بر بنده معین است به جای آورد.

رسول علیه السلام گفت: این طایفه را طریقتی است که تا اشتها غالب نشود، نخورند و هنوز اشتها باقی بود که دست از طعام بدارند.

حکیم گفت: این است موجب تندرستی.

زمین ببوسید و برفت.

سخن آنگه کند حکیم آغاز   یا سرانگشت سوی لقمه دراز
که ز نـاگفتنش خلـل زایـد   یا ز ناخوردنش به جـان آیـد
لا جرم حکمتش بود گفتـار   خوردنش تندرسـتی آرد بـار

### حکایت شمارهٔ ۵

در سیرت اردشیر بابکان آمده است که حکیم عرب را پرسید که: روزی چه مایه طعام باید خوردن؟ گفت: صد درم سنگ کفایت است. گفت: این قدر چه قوّت دهد؟

گفت: هذا المِقدارُ یَحمِلُکَ و ما زادَ عَلی ذلک فَانتَ حامِلُه یعنی این قدر تو را بر پای همی‌دارد و هر چه بر این زیادت کنی تو حمال آنی.

خوردن برای زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد که زیستن از بهر خوردن است

### حکایت ۶

دو درویش خراسانی مُلازم صحبت یکدیگر سفر کردندی. یکی ضعیف بود که هر به دو شب افطار کردی و دیگر قوی که روزی

سه بار خوردی. اتفاقاً بر درِ شهری به تهمتِ جاسوسی گرفتار آمدند. هر دو را به خانه‌ای کردند و در به گل برآوردند.
بعد از دو هفته معلوم شد که بی‌گناهند. در را گشادند، قوی را دیدند مرده و ضعیف جان به سلامت بُرده .مردم در این عجب ماندند.
حکیمی گفت: خلاف این عجب بودی، آن یکی بسیارخوار بوده است، طاقت بی‌نوایی نیاورد، به سختی هلاک شد. وین دگر خویشتن‌دار بوده است، لاجرم بر عادت خویش صبر کرد و به سلامت بماند.

**چو کم‌خوردن طبیعت شد کسی را    چو سختی پیشش آید، سهل گیرد**
**وگر تن پرور است اندر فراخی    چو تنگی بیند، از سختی بمیرد**

**درفواید خاموشی**
**حکایت شمارهٔ ۱**

یکی را از دوستان گفتم: امتناع سخن گفتنم به علت آن اختیار آمده است در غالب اوقات که در سخن نیک و بد اتفاق افتد و دیدهٔ دشمنان جز بر بدی نمی‌آید. گفت: دشمن آن به که نیکی نبیند.

و اَخو العَداوَةِ لا یَمُرُّ بِصالِحٍ    اِلّا و یَلمِزُهُ بِکَذّابٍ اَشِرِ

هنر به چشم عداوت بزرگتر عیب است
گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است
نور گیتی فروز چشمهٔ هور
زشت باشد به چشم موشک کور

**حکایت شمارهٔ ۲**

بازرگانی را هزار دینار خسارت افتاد. پسر را گفت: نباید که این سخن با کسی در میان نهی. گفت: ای پدر! فرمان تو راست،

نگویم، ولکن خواهم مرا بر فایده این مطلع گردانی که مصلحت در نهان داشتن چیست؟ گفت: تا مصیبت دو نشود: یکی نقصان مایه و دیگر شماتت همسایه.

مگوی انده خویش با دشمنان    که لاحول گویند شادی کنان

**حکایت۳**

جوانی خردمند از فنون فضایل حظی وافر داشت و طبعی نافر. چندان که در محافل دانشمندان نشستی زبان سخن ببستی. باری پدرش گفت: ای پسر! تو نیز آنچه دانی بگوی. گفت: ترسم که بپرسند از آنچه ندانم و شرمساری برم.

نشنیدی که صوفیی می‌کوفت    زیر نعلین خویش میخی چند
آستینش گرفت سرهنگی    که بیا نعل بر ستورم بند

**حکایت-۴**

عالمی معتبر را مناظره افتاد با یکی از ملاحده لَعنهُم الله عَلی حِدَه و به حجت با او بس نیامد. سپر بینداخت و برگشت. کسی گفتش: تو را با چندین فضل و ادب که داری با بی دینی حجت نماند؟ گفت: علم من قرآن است و حدیث و گفتار مشایخ و او بدینها معتقد نیست و نمی‌شنود. مرا شنیدن کفر او به چه کار می‌آید.

**آن کس که به قرآن و خبر زو نرهی    آن است جوابش که جوابش ندهی**

**حکایت-۵**

یکی را از حکما شنیدم که می‌گفت: هرگز کسی به جهل خویش اقرار نکرده است، مگر آن کس که چون دیگری در سخن باشد، همچنان ناتمام گفته، سخن آغاز کند.

**سخن را سر است ای خردمند و بن    میاور سخن در میان سخن**

خداوند تدبیر و فرهنگ و هوش نگوید سخن تا نبیند خموش

**حکایت-۲**

تنی چند از بندگانِ محمود گفتند حسن میمندی را که: « سلطان امروز تو را چه گفت در فلان مصلحت؟ » گفت: « بر شما هم پوشیده نباشد.» گفتند: « آنچه با تو گوید، به امثال ما گفتن روا ندارد.» گفت: «به اعتماد آن که داند که نگویم، پس چرا همی‌پرسید؟»

نه هر سخن که برآید بگوید اهلِ شناخت
به سرِّ شاه سر خویشتن نشاید باخت

# درعشق وجوانی

**حکایت-۱**

حسن میمندی را گفتند: سلطان محمود چندین بندهٔ صاحب جمال دارد که هر یکی بدیع جهانی‌اند. چگونه افتاده است که با هیچ یک از ایشان میل و محبتی ندارد چنان که با ایاز که حسنی زیادتی ندارد؟ گفت: هر چه به دل فرو آید در دیده نکو نماید.

هر که سلطان مرید او باشد گر همه بد کند نکو باشد
و آن که را پادشه بیندازد کسش از خیلخانه ننوازد
کسی به دیده انکار اگر نگاه کند نشان صورت یوسف دهد به ناخوبی
و گر به چشم ارادت نگه کنی در دیو فرشته‌ایت نماید به چشم کروبی

**حکایت-۲**

گویند خواجه‌ای را بنده‌ای نادر الحسن بود و با وی به سبیل مودت و دیانت نظری داشت. با یکی از دوستان گفت: دریغ این بنده با حسن و شمایلی که دارد اگر زبان درازی و بی ادبی نکردی. گفت:

ای برادر! چو اقرار دوستی کردی توقع خدمت مدار که چون عاشق و معشوقی در میان آمد مالک و مملوک برخاست.

خواجه با بندهٔ پری رخسار چون در آمد به بازی و خنده
نه عجب کاو چو خواجه حکم کند واین کشد بار ناز چون بنده

**حکایت-۳**

پارسایی را دیدم به محبت شخصی گرفتار نه طاقت صبر و نه یارای گفتار. چندان که ملامت دیدی و غرامت کشیدی ترک تصابی نگفتی و گفتی:

کوته نکنم ز دامنت دست ور خود بزنی به تیغ تیزم
بعد از تو ملاذ و ملجائی نیست هم در تو گریزم ار گریزم

باری ملامتش کردم و گفتم: عقل نفیست را چه شد تا نفس خسیس غالب آمد؟ زمانی به فکرت فرو رفت و گفت:

هر کجا سلطان عشق آمد نماند قوّت بازوی تقوی را محل
پاکدامن چون زید بیچاره‌ای اوفتاده تا گریبان در وحل

**حکایت-۴**

یکی را از متعلمان کمال بهجتی بود و معلم از آنجا که حس بشریّت است با حُسن بشره او معاملتی داشت و وقتی که به خلوتش دریافتی گفتی:

**نه آنچنان به تو مشغولم ای بهشتی‌روی که یاد خویشتنم در ضمیر می‌آید**
**ز دیدنت نتوانم که دیده در بندم و گر مقابله بینم که تیر می‌آید**

باری پسر گفت: آن چنان که در آداب درس من نظری می‌فرمایی در آدابِ نفسم نیز تأمل فرمای تا اگر در اخلاقِ من ناپسندی بینی که مرا آن پسند همی‌نماید بر آنم اطلاع فرمایی تا به

تبدیل آن سعی کنم. گفت: ای پسر! این سخن از دیگری پرس که آن نظر که مرا با توست جز هنر نمی‌بینم.

چشم بداندیش که برکنده باد عیب نماید هنرش در نظر
ور هنری داری و هفتاد عیب دوست نبیند به جز آن یک هنر

**حکایت ۵**

شبی یاد دارم که یاری عزیز از در در آمد. چنان بیخود از جای بر جستم که چراغم به آستین کشته شد.

سَری طَیفٌ مَن یَجلو بِطَلعَتِهِ الدُّجی
شگفت آمد از بختم که این دولت از کجا

بنشست و عتاب آغاز کرد که: مرا در حال بدیدی چراغ بکشتی، به چه معنی؟ گفتم: به دو معنی: یکی آن که گمان بردم که آفتاب برآمد و دیگر آنکه این بیتم به خاطر بود:

چون گرانی به پیش شمع آید خیزش اندر میان جمع بکش
ور شکر خنده‌ایست شیرین لب آستینش بگیر و شمع بکش

## در تأثیر تربیت

**حکایت ۱**

یکی را از وزرا پسری کودن بود. پیش یکی از دانشمندان فرستاد که مر این را تربیتی می‌کن مگر که عاقل شود. روزگاری تعلیم کردش و مؤثر نبود. پیش پدرش کس فرستاد که این عاقل نمی‌باشد و مرا دیوانه کرد.

چون بود اصل گوهری قابل تربیت را در او اثر باشد
هیچ صیقل نکو نداند کرد آهنی را که بدگهر باشد
سگ به دریای هفتگانه بشوی که چو تر شد پلیدتر باشد
خر عیسی گرش به مکه برند چون بیاید هنوز خر باشد

**حکایت**-۲

حکیمی پسران را پند همی‌داد که جانان پدر هنر آموزید که ملک و دولت دنیا اعتماد را نشاید و سیم و زر در سفر بر محل خطر است یا دزد به یکبار ببرد یا خواجه به تفاریق بخورد. اما هنر چشمه زاینده است و دولت پاینده وگر هنرمند از دولت بیفتد غم نباشد که هنر در نفس خود دولت است، هر جا که رود قدر بیند و در صدر نشیند و بی هنر لقمه چیند و سختی بیند.

**سخت است پس از جاه تحکم بردن خو کرده به ناز جور مردم بردن**
**وقتی افتاد فتنه‌ای در شام هر کس از گوشه‌ای فرا رفتند**
**روستا زادگان دانشمند به وزیری پادشا رفتند**
**پسران وزیر ناقص عقل به گدایی به روستا رفتند**

**حکایت**-۳

یکی از فضلا تعلیم ملک زاده‌ای همی‌داد و ضرب بی محابا زدی و زجر بی قیاس کردی. باری پسر از بی طاقتی شکایت پیش پدر برد و جامه از تن دردمند برداشت. پدر را دل به هم بر آمد. استاد را گفت که پسران آحاد رعیت را چندین جفا و توبیخ روا نمی داری که فرزند مرا سبب چیست؟ گفت: سبب آن که سخن اندیشیده باید گفت و حرکت پسندیده کردن همه خلق را علی العموم و پادشاهان را علی الخصوص، به موجب آن که بر دست و زبان ایشان هر چه رفته شود هر آینه به افواه بگویند و قول و فعل عوام الناس را چندان اعتباری نباشد.

اگر صد ناپسند آید ز درویش رفیقانش یکی از صد ندانند
وگر یک بذله گوید پادشاهی از اقلیمی به اقلیمی رسانند

پس واجبِ آمد معلمِ پادشه زاده را در تهذیب اخلاق خداوندزادگان أنبَتَهم اللهُ نباتاً حسناً اجتهاد از آن بیش کردن که در حقّ عوام.

هر که در خردیش ادب نکنند　　در بزرگی فلاح از او برخاست
چوب تر را چنان که خواهی پیچ　　نشود خشک جز به آتش راست

مَلِک را حسنِ تدبیر فقیه و تقریر جواب او موافق رای آمد. خلعت و نعمت بخشید و پایه منصب بلند گردانید.

**حکایت-۴**

معلم کُتّابی دیدم در دیار مغرب ترشروی تلخ گفتار بدخوی مردم آزار گدا طبع ناپرهیزگار که عیش مسلمانان به دیدن او تبه گشتی و خواندن قرآنش دل مردم سیه کردی. جمعی پسران پاکیزه و دختران دوشیزه به دست جفای او گرفتار نه زهره خنده و نه یارای گفتار گه عارض سیمین یکی را طپنچه زدی و گه ساق بلورین دیگری شکنجه کردی. القصه شنیدم که طرفی از خباثت نفس او معلوم کردند و بزدند و براندند و مکتب او را به مصلحی دادند پارسای سلیم نیک مرد حلیم که سخن جز به حکم ضرورت نگفتی و موجب آزار کس بر زبانش نرفتی.

کودکان را هیبت استاد نخستین از سر برفت و معلم دومین را اخلاق ملکی دیدند و یک یک دیو شدند. به اعتماد حلم او ترک علم دادند. اغلب اوقات به بازیچه فرا هم نشستندی و لوح درست ناکرده در سر هم شکستندی.

استاد معلم چو بود بی آزار　　خرسک بازند کودکان در بازار

بعد از دو هفته بر آن مسجد گذر کردم، معلم اولین را دیدم که دل خوش کرده بودند و به جای خویش آورده. انصاف برنجیدم و لاحول

گفتم که ابلیس را معلم ملائکه دیگر چرا کردند. پیرمردی ظریف جهاندیده گفت:

پادشاهی پسر به مکتب داد  لوح سیمینش بر کنار نهاد
بر سر لوح او نبشته به زر  جور استاد به ز مهر پدر

## درآداب صحبت

### حکمت-۱

مال از بهر آسایش عمر است نه عمر از بهر گرد کردن مال. عاقلی را پرسیدند: نیکبخت کیست و بدبختی چیست؟ گفت: نیکبخت آن که خورد و کشت و بدبخت آن که مرد و هشت.

مکن نماز بر آن هیچکس که هیچ نکرد
که عمر در سر تحصیل مال کرد و نخورد

### حکایت-۲

موسی، عَلَیهِ السَّلام، قارون را نصیحت کرد که: اَحْسِن کَما اَحسَنَ اللهُ الیک. نشنید و عاقبتش شنیدی،

آن کس که به دینار و درم خیر نیندوخت  سر عاقبت اندر سر دینار و درم کرد
خواهی که ممتّع شوی از دنیی و عقبی  با خلق کرم کن چو خدا با تو کرم کرد

عرب گوید: جُد وَ لاتمنُن فَاِنَّ الفائدۃَ اِلَیکَ عائدۃ؛ یعنی ببخش و منّت منه که نفع آن به تو باز می گردد.

درخت کرَم هر کجا بیخ کرد  گذشت از فلک شاخ و بالای او
گر امّیدواری کز او بر خوری  به منّت منه ارّه بر پای او
شکر خدای کن که موفق شدی به خیر  ز انعام و فضل او، نه معطّل گذاشتت
منّت منه که خدمت سلطان کنی همی  منّت شناس از او که به خدمت بداشتت

### حکمت-۳

دو کس رنج بیهوده بردند و سعی بی فایده کردند: یکی آن که اندوخت و نخورد و دیگر آن که آموخت و نکرد.

علم چندان که بیشتر خوانی چون عمل در تو نیست نادانی
نه محقق بود نه دانشمند چار پایی بر او کتابی چند
آن تهی مغز را چه علم و خبر که بر او هیزم است یا دفتر

**حکمت**۴

علم از بهر دین پروردن است نه از بهر دنیا خوردن.

هر که پرهیز و علم و زهـد فروخـت
خرمنی گـرد کـرد و پـاک بسـوخت

**حکمت**-۵

عالم ناپرهیزگار کور مشعله‌دار است.

بی فایده هر که عمر در باخت چیزی نخرید و زر بینداخت

**حکمت**-۶

سه چیز پایدار نماند:

مال بی تجارت و علم بی بحث و ملک بی سیاست.

**حکمت**-۷

رحم آوردن بر بدان ستم است بر نیکان، عفو کردن از ظالمان جور است بر درویشان.

خبیث را چو تعهد کنی و بنوازی به دولت تو گنه می‌کند به انبازی

**حکمت**-۸

به دوستی پادشاهان اعتماد نتوان کرد و بر آواز خوش کودکان که آن به خیالی مبدل شود و این به خوابی متغیر گردد.

معشوق هزار دوست را دل ندهی ور می‌دهی آن دل به جدایی بنهی

**حکمت**-۹

هر آن سری که در سر داری با دوست در میان منه چه دانی که وقتی دشمن گردد و هر گزندی که توانی، به دشمن مرسان که باشد که وقتی دوست شود.

رازی که نهان خواهی، با کس در میان منه وگر چه دوست مخلص باشد که مر آن دوست را نیز دوستان مخلص باشد، همچنین مسلسل.

خامشی به که ضمیر دل خویش با کسی گفتن و گفتن که مگوی
ای سلیم آب ز سرچشمه ببند که چو پر شد نتوان بستن جوی
سخنی در نهان نباید گفت که بر انجمن نشاید گفت

**حکمت۱۰**

دشمنی ضعیف که در طاعت آید و دوستی نماید، مقصود وی جز آن نیست که دشمنی قوی گردد و گفته‌اند: بر دوستی دوستان اعتماد نیست تا به تملق دشمنان چه رسد و هر که دشمن کوچک را حقیر می‌دارد، بدان ماند که آتش اندک را مهمل می‌گذارد.

امروز بکش چو می‌توان کشت کآتش چو بلند شد جهان سوخت
مگذار که زه کند کمان را دشمن که به تیر می‌توان دوخت

****

انتخاب از:

# ادبیات تصوف (نثر)

SufisticLiterature(Prose)

# لوایح جامی

نویسنده: عبد الرحمن جامی

**جامی**

مولانا عماد الدین نور الدین عبد الرحمٰن جامی عموماً مولانا عبد الرحمٰن جامی اور عبد الرحمٰن نور الدین محمد دشتی کے نام سے مشہور و معروف صوفی شاعر ہیں۔ آپ کا عرصہ حیات 1414ء سے 1492ء تک محیط ہے۔ آپ اپنے زمانہ میں علماو صوفیا نیز فارسی کے صف اول کے شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اسلامی صوفی ازم میں آپ کا رتبہ مقام عالیت کو پہنچا ہوا ہے۔ آپ کی ولادت خرجرد خراسان میں ہوئی ہے اور ہرات میں وفات پائی۔ بچپن میں والد کے ہمراہ سمرقند آکر علم وادب سے فیضیاب ہوتے رہے، یہیں آپ نے اسلامی علوم بھی حاصل کئے۔

جامی نے اپنی شاعری دو بڑے مجموعوں میں جمع کی ہیں۔: دیوان‌های سه‌گانه و هفت اورنگ۔

ان کی چند معروف نثری تصانیف یوں ہیں: بہارستان یا روضۃ الاخیار، شرح دیباچہ مرقع، منشآت جامی، لوائح وغیرہ۔ لوائح جامی میں عرفان و تصوف کے مختلف اسرار کو بیان کیا گیا ہے۔ توحید، عشق، ہوا و ہوس، حقیقتِ حق، معنی وجود، فنا، صفات وذات وغیرہ جیسے موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس رسالے میں ۳۴ لوائح ملتے ہیں جس میں ہر لایحہ بلیغ نثر اور چند رباعیوں پر مشتمل ہے۔

## لایحه اول

ما جعل الله لرجل من قلبین فی جوفه. حضرت یجون که ترا نعمت هستی داده است در درون توجز یک دل ننهاده است تا در محبت او یک روی باشی ویکدل واز غیر او معرض وبرو مقبل، نه آنکه یک دل را بصد پاره کنی و هر باره را در پی مقصدی آواره.

(رباعی)

ای آنکه بقبله وفا روست ترا
بر مغز چرا حجاب شد پوست ترا
در پی این و آن نه نیکوست ترا
یکدل داری بس است یک دوست ترا دل

(لایحه دوم)

تفرقه، عبارت از آنست که دلرا بواسطه تعلق بامور متعدد پراکنده سازی و جمعیت، آنکه از همه مشاهده واحد پردازی، جمعی گمان بردند که جمعیت در جمع اسبابست، در تفرقه ابد ماندند. فرقه بیقین دانستند که جمع اسباب از اسباب تفرقه است، دست از همه افشاندند.

(رباعی)

ای در دل تو هزار مشکل ز همه
مشکل شود آسوده ترادل زهمه
چون تفرقه دل است حاصل ز همه
دل را بیکی سپار و بگسل زهمه

(رباعی)

مادامکه در تفرقه و وسواسی
در مذهب اهل جمع شر الناسي
لا والله لا ناس نه نسناسی
نسناسی خود زجهل می نشناسی

(رباعی)

ای سالك ره سخن زهر باب مگوی
جز راه وصول رب ارباب مپوی
چون علت تفرقه است اسباب جهان
جمعیت دل زجمع اسباب مجوی

(رباعی)

ای دل طلب کمال در مدرسه چند؟
تکمیل اصول وحکمت و هندسه چند؟
هر فکر که جز ذکر خدا وسوسه است
شرمی زخدا بدار این وسوسه چند ؟

(لایحه سوم)

حق سبحانه وتعالی همه جا حاضر است و در همه حال بظاهر و باطن همه ناظر، زهی خسارت که تو دیده از لقای او برداشته سوی دیگر نگری و طریق رضای او بگذاشته راه دیگر سپری.

(رباعی)

آمد سحر آن دلبر خونین جگران
گفت ای زتو بر خاطر من بارگران
شرمت بادا که من بسویت نگران
باشم تو نهی چشم بسوی دگران

(رباعی)

مائیم براه عشق پویان همه عمر
وصل تو بجد وجهد جویان همه عمر
یك چشم زدن خیال تو پیش نظر
بهتر که جمال خوب رویان همه عمر

(لایحه چهارم)

ماسوای حق عز و علا در معرض زوالست وفنا . حقیقتش معلو میست معدوم و صورتش موجودی موهوم. دی روز نه بود داشت و نه نمود و امروز نمودیست بی بود. و پیداست که فردا ازوی چه خواهد گشود زمام انقیاد بدست آمال و امانی چه دهی و پشت اعتماد برین مزخرفات فانی چه نهی . دل از همه برکن و در خدای بند و از

همه بگسل و با خدای پیوند. اوست که همیشه بوده و همیشه باشد و چهره بقایش را خار هیچ حادثه نخراشد:

( رباعی )

هـر صـورت دلکـش کـه تـراروی نمـود
خواهـد فلکـش زود زچشـم تـو ربـود
رو دل بکسـی ده کـه در اطـوار وجـود
بودسـت همیشـه بـا تـو وی خواهـد بـود

(رباعی)

رفـت آنکـه بقبلـه بتـان روی آرم
حـرف غمشـان بلـوح دل بنگـارم
آهنـگ جمـال جـاودانی دارم
حسـنی کـه نـه جـاودان از ان بیـزارم

(رباعی)

چیزیکـه نـه روی دربقـا باشـی ازو
آخـر هـدف تیـر فنـا باشـی ازو
از هرچـه بمردگـی جـدا خـواهی شـد
آن بـه کـه بزنـدگی جـدا باشـی ازو

(رباعی)

ای خواجـه اکـر مـال اگـر فرزندسـت
پیداسـت کـه مـدت بقـایش چندسـت
خـوش آنکـه دلـش بـدلبری در بندسـت
کـش بـا دل و جـان اهـل دل پیوندسـت

(لایحه پنجم)

جمیل علی الاطلاق حضرت ذو الجلال و الافضال است. هر جمال و کمال که در جمیع مراتب ظاهرست پر تو جمال و کمال اوست که آنجا تافته و ارباب مراتب بدان سمت جمال وصفت کمال یافته هر که را دانایی دانی اثر دانایی اوست و هر کجا بینایی بینی ثمرۀ بینایی او وبالجمله همه صفات اوست که از اوج کلیت و اطلاق تنزل فرموده و در حضیض جزویّت و تقید تجلی نموده تا تو از جزو بکل راه بری و از تقیید باطلاق روی آوری نه آنکه جزو را از کل ممتاز دانی و بمقید از مطلق بازمانی.

(رباعی)

رفتم تماشای گلان شمع طراز — چون دید میان گلشنم گفت بناز
من اصلم و گلهای چمن فرع منست — از اصل چرا بفرع می مانی باز

(رباعی)

از لطف قد و صباحت خد چه کنی — وز سلسله زلف محمد چه کنی
از هر طرفی جمال مطلق تابان — ای بی خبر از حسن مقید چه کنی

(لایحه ششم)

آدمی اگرچه بسبب جسمانیت در غایت کثافت است اما بحسب روحانیت در نهایت لطافت است. بهر چه روی آرد حکم آن گیرد و بهر چه توجه کند رنگ آن پذیرد. ولهذا حکما گفته اند چون نفس ناطقه بصور مطابق حقایق متحلی شود باحکام صادق آن متحقق گردد صارت کانها الوجود کله وایضاً عموم خلایق بواسطه شدت اتصال بدین صورت جسمانی وکمال اشتغال بدین پیکر هیولانی چنان شده اند که خود را از ان باز نمی دانند و امتیاز نمی توانند و فی المثنوی المولوی قدس الله سر من افاده.

(مثنوی)

ای بـــرادر تـــو همـــین اندیشـــهٔ مـــا بقـــی تـــو اســـتخوان وریشـــهٔ
گــر گلســت اندیشــه تــو گلشــنی ور بــود خــاری تــو هیمــه گلخنــی

پس می باید که بکوشی. و خود را از نظر خود بپوشی. و بر ذاتی اقبال کنی و بحقیقتی اشتغال نمایی، که درجات موجودات همه مجالئ جمال اویند و مراتب کائنات مرایئ کمال او. و برین نسبت چندان مداومت نمایی که با جان تو در آمیزد و هستی تو از نظر تو برخیزد و اگر بخود روی آوری روی باو آورده باشی و چون از خود تعبیر کنی از و تعبیر کرده باشی مقید مطلق شود وانا الحق هو الحق گردد.

(رباعی)

گــر در دل تــو گــل گــذرد گــل باشــی ور بلبـــل بـــی قـــرار بلبـــل باشـــی
توجزوی و حق کل است اگر روزی چند اندیشــه کــل پیشــه کنــی کــل باشــی

(رباعی)

ز آمیــزش جــان و تــن تــویی مقصــودم و زمـــردن و زیســـتن تـــویی مقصـــودم
دیــر بــزی کــه مــن بــرفتم زمیــان گــر مــن گــویم زمــن تــویی مقصــودم

(رباعی)

کــی باشــد کــه لبــاس هســتی شــده شــق تابـــان گشـــته جمـــال وجـــه مطلـــق
دل در ســـطوات نـــور او مســـتهلك جـــان در غلیـــان شـــوق او مســـتغرق

**(لایحه هفتم)**

ورزش این نسبت شریفه می باید کرد بر وجهی که در هیچ وقتی از اوقات و هیچ حالتی از حالات از آن نسبت خالی نباشی چه در آمدن و رفتن و چه در خوردن و خفتن و چه در شنیدن و گفتن.

و بالجمله در جمیع حرکات و سکنات حاضر وقت می باید بود تا بطالت نگذرد بلکه واقف نفس می باید بود تا بغفلت بر نیاید.

(رباعی)

رخ گرچه نمی نماییم سال بسال حاشا که بود مهر ترا وهم زوال
دارم همه جا با همه کس در همه حال در دل زتو آرزو و در دیده خیال

**(لایحه هشتم)**

همچنانکه امتداد نسبت مذکوره بحسب شمول جمیع اوقات و ازمان واجب است همچنین ازدیاد کیفیت آن بسبب تعری از ملابسه اکوان و تبری از ملاحظه صور امکان اهم مطالب است و آن، جز بجهدی بلیغ و جدی تمام در نفی خواطر و اوهام میسر نگردد هرچند خواطر منتفی تر وساوس مختفی تر آن نسبت قوی تر کوشش می باید کرد تا خواطر متفرقه از ساحت سینه خیمه بیرون زند و نور ظهور هستی حق سبحانه بر باطن پرتو افگند ترا از تو بستاند و از مزا حمت اغیار برهاند نه شعور بخودت ماند و نه شعور بعدم، شعور بخود بل لم یبق الا الله الواحد الاحد.

(رباعی)

یارب مددی کز دویئ خود برهم از بد بیرم وزبدئ خود برهم
در هستئ خود مرا ز خود بیخود کن تا از خودی و بیخودی خود برهم

(رباعی)

آن را که فنا شیوه وفقر آیین است نی کشف و یقین نه معرفت نی دین است
رفت او زمیان همین خدا ماند خدا الفقر اذا تم هو الله این است

**(لایحه نهم)**

فنا، عبارت از آنست که بواسطهٔ استیلای ظهور هستیِ حق بر باطن بما سوای او شعور نماند و فناء فنا، آنکه بآن بی شعوری هم

شعور نماند و پوشیده نباشد که فناء فنا در فنا مندرج است زیرا که صاحب فنا را اگر بفنای خود شعور باشد صاحب فنا نباشد، بجهت آنکه صفت فنا و موصوف آن از قبیل ما سوای حق اند. سبحانه پس شعور بأن منافیٔ فنا باشد.

(رباعی)

زینسان که بقای خویشتن میخواهی از خرمن هستیت جوی کی کاهی
تا یکسر مو ز خویشتن آگاهی گر دم زنی از راه فنا گمراهی

**(لایحه دهم)**

خواجه عبدالله انصاری گوید توحید ، نه آنست که او را بیگانه باشی توحید آنست که او را یگانه باشی. توحید، یگانه گردانیدن دل است یعنی تخلیص و تجرید او از تعلق بما سوای حق سبحانه هم از روی طلب و ارادت هم از جهت علم و معرفت یعنی طلب و ارادت او از همه مطلوبات و مرادات منقطع گردد و همه معلومات و معقولات از نظر بصیرت او مرتفع شود از همه روی توجه بگرداند و بغیر حق سبحانه آگاهی و شعورش نماند.

(رباعی )

توحید بعرف صوفی ای صاحب سیر تخلیص دل از توجه اوست بغیر
رمزی زنهایات مقامات طیور گفتم بتو گرفهم کنی منطق طیر

**(لایحه یازدهم)**

مادام که آدمی بدام هوا و هوس گرفتارست دوام این نسبت از وی دشوارست اما چون آثار جذبات لطف در وی ظهور کند و مشغله محسوسات و معقولات را از باطن وی دور التذاذ بآن غلبه کند. بر لذات جسمانی و راحات روحانی کلفت مجاهده از میانه بر خیزد و

لذت مشاهده در جانش آویزد، خاطر از مزاحمت اغیار بپردازد و زبان حالش بدین ترانه ترنم آغازد.

(رباعی)

کای بلبل جان مست ز یاد تو مرا وی پایهٔ غم پست ز یاد تو مرا
لذات جهان را همه دریا فگند ذوق که دهد دست ز یاد تو مرا

**(لایحه دوازدهم)**

چون طالب صادق مقدمهٔ نسبت جذبه را که التذاذ است بیاد کرد حق سبحانه در خود باز یابد می باید که تمامیِ همت را بر تربیت و تقویت آن گمارد و از هرچه منافی آنست خود را باز دارد و چنان داند که اگر فی المثل عمر جاودانی را صرف آن نسبت کند هیچ نکرده باشد و حق آن کما ینبغی بجای نیاورده.

(رباعی)

بر عود دلم نواخت یك زمزمه عشق زان زمزمه ام ز پای تاسر همه عشق
حقا که بعهد ها نیایم بیرون از عهدهٔ حق گذاری یکدمه عشق

**(لایحه سیزدهم)**

حقیقت حق سبحانه جز هستی نیست و هستیِ او را انحطاط و پستی نی. مقدس است از سمت تبدل وتغیر. و مبراست از وصمت تعدد و تکثر. از همه نشانها بی نشان، نه در علم گنجد و نه در عیان، همه چندها و چونها از و پیدا و او بی چند و چون. همه چیزها باو مدرک و او از احاطه ادراک بیرون. چشم سر در مشاهده جمال او خیره و دیدهٔ سر بی ملاحظهٔ کمال او تیره.

(رباعی)

یا من الهواء کنت بالروح سمحت هم فوق وهم تحت نه فوقی و نه تحت
ذات همه جز وجود و قایم بوجود ذات تو وجود ساذج وهستیٔ بحت

۲

بس بی رنگ است یار دلخواه ای دل قــانع نشــوی برنــگ ناگــاه ای دل
اصــل همــه رنگهــا ازان بــی رنگســت مــن احســن صــبغة مــن الله ای دل

(لایحه چهاردهم)

لفظ وجود را گاه. بمعنی تحقق و حصول که معانی مصدریه ومفهومات اعتباریه اند اطلاق میکنند و بدان اعتبار از قبیل معقولات ثانیه است که در برابر وی امری نیست در خارج بلکه ماهیات را عارض میشود در تعقل. چنانکه محققان حکما و متکلمین تحقیق آن کرده اند و گاه لفظ وجود میگویند و حقیقتی میخواهند که هستیٔ وی بذات خُودست و هستیٔ باقیٔ موجودات بوی وفی الحقیقه غیر از وی موجودی نیست در خارج و باقی موجودات عارض وی اند و قایم بوی چنانکه ذوق کمل کبراء عارفین وعظماء اهل یقین بان گواهی میدهند و اطلاق این اسم بر حضرت حق سبحانه وتعالی بمعنی ثانی نه بمعنی اول است.

(رباعی)

هســتی بقیــاس عقــل اصــحاب قیــود جــز عــارض اعیــان و حقــایق ننمــود
لکــن بمکاشــفات اربــاب شــهود اعیان همه عارض اند و معروض وجود

(لایحه پانزدهم)

صفات غیر ذاتند من حیث ما یفهمه العقول و عین ذاتند من حیث التحقق والحصول. مثلا عالم، ذاتست باعتبار صفت علم و قادر باعتبار قدرت ومرید باعتبار ارادت . و شک نیست که اینها چنانکه بحسب مفهوم با یکدیگر متغایرند مر ذات را نیز مغایرند اما بحسب تحقق و هستی عین ذاتند بان معنی که آنجا وجودات متعدد نیست بلکه وجودیست واحد و اسمها وصفات نسب و اعتبارات او .

(رباعی)

ای در همه شان ذات تو پاک از همه شین
نی در حق تو کیف توان گفت نه این
از روی تعقل همه غیر ند صفات
باذات تو وزروی تحقق همه عین

**(لایحه شانزدهم)**

ذات من حیث هی از همه اسما و صفات معراست و از جمیع نسب و اضافات مبرا، اتصاف او باین امور باعتبار توجه اوست بعالم ظهور در تجلیٔ اول که خود بخود برخود تجلی نمود. نسبت علم ونور و وجود و شهود متحقق گشت و نسبت علم مقتضیٔ عالمیت و معلومیت شد و نور مستلزم ظاهریت ومظهریت و وجود و شهود مستتبع و اجدیت و موجودیت وشاهدیت و مشهودیت و همچنین ظهور که لازم نورست مسبوق است ببطون وبطون را تقدم ذاتی و اولیت است نسبت با ظهور پس اسم اول و اخر و ظاهر و باطن متعین شد و همچنین در تجلی ثانی وثالث الی ما شاء الله نسب واضافات متضاعف می شود و هر چند تضاعف نسب و اسمای او بیشتر ظهور او بلکه خفای او بیشتر . فسبحان من احتجب بمظاهر نوره و ظهر با سال ستوره . خفای او باعتبار صرافت واطلاق ذات است و ظهور باعتبار مظاهر وتعینات .

( رباعی )

با گلرخ خویش گفتم ای غنچه دهان
هر لحظه مپوش چهره چون عشوه دهان
زد خنده که بعکس خوبان جهان
در پرده عیان باشم و بی پرده نهان

( رباعی )

رخسار تو بی نقاب دیدن نتوان دیدار تو بی حجاب دیدن نتوان

مادام که در کمال اشراق بود سرچشمهٔ آفتاب دیدن نتوان

(رباعی )

خورشید چو بر فلك زند رایت نور در پرتو او خیره شود دیده ز دور

واندم که کند ز پردهٔ ابر ظهور فالناظر یجتلیه من غیر قصور

(**لایحه هفتدهم**)

تعین اول وحدتیست صرف و قابلیتی است محض، مشتمل بر جمیع قابلیات چه قابلیت تجرد از جمیع صفات و اعتبارات و چه قابلیت اتصاف بهمه وباعتبار تجرد از جمیع اعتبارات تا غایتی که از قابلیت این تجرد نیز مرتبهٔ احدیت است و مرور است بطون واولیت وازلیت و باعتبار اتصاف او بجمیع صفات و اعتبارات مرتبهٔ واحدیت است و مرور است ظهور و آخریت و ابدیت واعتبارات مرتبهٔ واحدیت بعضی ازان قبیل اند که اتصاف ذات بانها باعتبار مرتبهٔ جمع است خواه مشروط باشند تحقق و وجود بعض حقایق کونیه چون خالقیت و رازقیت وغیر هما وخواه نباشند چون حیوٰة وعلم و ارادت وغیرها واینها اسما وصفات الهیت و ربوبیت اند و صورت معلومیت ذات متلبسهٔ بهذه الاسماء والصفات حقایق الهیه است و تلبس ظاهر وجود بآنها موجب تعدد وجودی نیست و بعضی ازان قبیل اند که اتصاف ذات بآنها باعتبار مراتب کونیه است چون فصول و خواص و تعینات که ممیزات اعیان خارجیه اند از یکدیگر. وصور معلومیت ذات متلبسهٔ بهذه الاعتبارات حقایق کونیه است و تلبس ظاهر وجود باحکام و آثار اینها موجب تعدد وجودیست و بعضی ازین حقایق کونیه را عند سریان الوجود فیها بأحدیهٔ جمع شونه وظهور آثارها و احکامها به استعداد ظهور جمیع اسماء الهی هست سوی الوجوب الذاتی علی

اختلاف مراتب الظهور شدهٔ و ضعفاً وغالبیهٔ ومغلوبیهٔ چون کمل افراد انسانی از انبیا و اولیا و بعضی را استعداد ظهور بعضی است دون بعضی علی الاختلاف المذکور چون سایر موجودات وحضرت ذات باحدیهٔ جمع شونها الآلهیهٔ والکونیهٔ ازلاً و ابداً در جمیع این حقایق که تفاصیل مرتبهٔ و احدیت اند ساری است و متجلی چه در عالم ارواح وچه در عالم مثال و چه در عالم حس و شهادت چه در دینی و چه در آخرت و مقصود ازین همه تحقق و ظهور کمال اسمائیست که کمال جلا و استجلاست، کمال جلا یعنی ظهور او بحسب ابن اعتبارات . وکمال استجلا یعنی شهود او مر خود را بحسب همین اعتبارات . و این ظهور و شهودیست عیانی عینی چون ظهور و شهود مجمل در مفصل بخلاف کمال ذاتی که ظهور ذاتست مر نفس خود را در نفس خود از برای نفس خود بی اعتبار غیر و غیریت و این ظهوریست علمیِ غیبی چون ظهور مفصل در مجمل.

و غنای مطلق لازم کمال ذاتی است و معنیِ غنای مطلق، آنست که شون واحوال و اعتبارات ذات باحکامها ولوازمها علی وجه کلی جُمَلی در جملهٔ مراتب حقایق الهی و کونی می نمایند مر ذات را فی بطونها واندراج الکل فی وحدتها مشاهد وثابت باشند بجمیع صورها و احکامها کما ظهرت و تظهر و تثبت و تشاهد فی المراتب و ازین حیثیت از وجود جمیع موجودات مستغنی است کما قال سبحانه ان الله لغنی عن العالمین.

(رباعی)

دامان غنای عشق پاك آمد وپاك زالودگیٔ نیاز با مشتی خاک

چون جلوه گر و نظارگی جمله خودست گر ما و تو درمیان نباشیم چه باك

(رباعی)

هرشان و صفت که هستیٔ حق دارد در خـود همـه معلـوم و محقـق دارد
در ضمن مقیدات محتـاج بخـویش از دیـــدن آن غنـــای مطلـــق دارد

(رباعی)

واجب ز وجـود نیـك و بـد مستغنی است
واحــد ز مراتــب عــدد مســتغنی اســت
در خــود همــه را چــو جــاودان مــی بینـد
از دیدنشــان بـرون زخـود مسـتغنی اسـت

**(لایحه هیژدهم)**

جون تشخصات و تعینات افراد انواع مندرجه تحت الحیوان را رفع کنی، افراد هر نوعی در وی جمع شوند. و چون ممیزات آن انواع را که فصول و خواص اند رفع کنی همه در حقیقت حیوان جمع شوند و چون ممیزات حیوان و آنچه با او در تحت جسم نامی مندرج است رفع کنی. همه در جسم نامی جمع شوند و چون ممیزات نامی را و آنچه با او مندرج است تحت الجسم رفع کنی. همه در حقیقت جسم جمع شوند و چون ممیزات جسم را و آنچه با او مندرج است تحت الجوهر اعنی العقول والنفوس رفع کنی همه در حقیقت جوهر جمع شوند. و چون ما به الامتیاز جوهر و عرض را رفع کنی. همه در تحت ممکن جمع شوند و چون مابه الامتیاز ممکن و واجب را رفع کنی هر دو در موجود مطلق جمع شوند که عین حقیقت وجود است و بذات خود موجود است نه بوجودی زاید برذات خود . و وجوب صفت ظاهر اوست و امکان صفت باطن او اعنی الأعیان الثابتۀ الحاصلۀ تجلیه علی نفسه متلبساً بشؤنه و این ممیزات خواه فصول و خواص و خواه تعینات و تشخصات همه شوٗن الهی اند که مندرج و مندمج بودند در وحدت ذات اولاً در مرتبهٔ علم بصورت اعیان ثابته بر

آمدند. وثانیا در مرتبهٔ عین بواسطهٔ تلبس احکام و آثار ایشان بظاهر وجود که مجلی و آینه است مر باطن وجود را صورت اعیان خارجیه گرفتند. پس نیست در خارج الا حقیقتی واحد که بواسطهٔ تلبس بشؤن وصفات متکثر و متعدد می نماید نسبت بآنان که در ضیق مراتب محبوس اند و باحکام وآثار ان مقید.

(رباعی)

مجموعهٔ کون را بقا نون سبق   کردیم تصفح ورقاً بعد ورق
حقا کی ندیدیم و نخواندیم درو   جز ذات حق وشؤن ذاتیهٔ حق

(رباعی)

تا چند حدیث جسم و ابعاد وجهات   تاکی سخن معدن وحیوان و نبات
یك ذات فقط بود محقق نه ذوات   این کثرت وهمی زشؤنست وصفات

**(لایحه نوزدهم)**

مراد باندراج کثرت شؤن در وحدت ذات نه اندراج جزوست در کل یا اندراج مظروف در ظرف بلکه مراد اندراج اوصاف و لوازم است در موصوف و ملزوم چون اندراج نصفیت وثلثیت و ربعیت وخمسیت الی مالانهایهٔ له در ذات واحد عددی زیرا که این نسب در وی مندرج اند و اصلا ظهور ندارند مادام که بتکرار ظهور در مراتب جزو اثنین وثلثهٔ و اربعه وخمسه واقع نشود و از نجا معلوم میشود که احاطهٔ حق سبحانه وتعالی بجمیع موجودات همچون احاطهٔ ملزوم است بلوازم نه همچون احاطه کل بجزء یا ظرف بمظروف تعالی الله عما لا یلیق بجناب قدسه.

(رباعی)

در ذات حـق انـدراج شـان معـرو فسـت
شان چون صفت است و حـق موصوفسـت
ایـن قاعـده یـاد دار کانجـا کـه خداسـت
فی جزو و نه کل نـه ظـرف نـی مظروفسـت

**(لایحه بیستم)**

ظهور و خفای شؤن واعتبارات . بسبب تلبس بظاهر وجود وعدم آن موجب تغیر حقیقت وجود وصفات حقیقیهٔ او نیست، بلکه مبتنی بر تبدل نسب واضافاتست و آن مقتضی تغیر در ذات فی . اگر عمرو از یمین زید برخیزد و بریسارش نشیند نسبت زید با او مختلف شود و ذاتش باصفات حقیقیه خود همچنان برقرار و همچنین حقیقت وجود بواسطهٔ تلبس بامور شریفه زیادتی کمال نگیرد و مجهت ظهور در مظاهر خیسه نقصان نپذیرد، نور آفتاب هر چند بر پاک و پلید تابد هیچ تغیر ببساطت نوریت او راه نیابد، نه از مشک بوی گیرد و نه از کل رنک، ونه از خار عار و نه از خارا ننگ.

(رباعی)

چون خور ز فروغ خود جهان آرایـد — بـر پـاك و پلیـد اكـر بتابـد شـاید
نـی نـوروی از هـیچ پلیـد آلایـد — نـی پـاکیٔ او زهـیچ پـاك افزایـد

***

# کشف المحجوب

از: علی هجویری

## علی هجویری

1009ء تا 1072ء

ابوالحسن علی بن عثمان جنہیں علی ہجویری یا داتا گنج بخش کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جو امام حسن ابن علی کی اولاد میں سے تھے۔ ان کا شجرہ نسب آٹھ پشتوں پر حضرت علی تک جاتا ہے۔ 11 ویں صدی کے مسلمان، غزنوی سلطنت کے صوفی، عالم دین اور مبلغ تھے، جو کشف المحجوب کی تالیف کے سبب مشہور ہوئے۔ انہوں نے اپنی تبلیغ کے ذریعے جنوبی ایشیا میں اسلام کے پھیلاؤ میں "نمایاں" کردار ادا کیا۔ لاہور پاکستان میں ان کا مقبرہ، جو "داتا دربار" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا پورا نام شیخ سید ابوالحسن علی ہجویری ہے۔ کنیت ابوالحسن لیکن عوام وخواص سب میں "گنج بخش" یا "داتا گنج بخش" (خزانے بخشنے والا) کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ 400 ہجری میں غزنی شہر سے متصل ایک بستی ہجویر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی سید عثمان جلابی ہجویری ہے۔ جلاب بھی غزنی سے متصل ایک دوسری بستی کا نام ہے جہاں سید عثمان رہتے تھے۔ طریقت میں آپ کے شیخ ابو الفضل محمد بن حسن ختلی ہیں۔ کسب روحانی کے لیے آپ (حضرت علی ہجویری) نے شام، عراق، فارس، قہستان، آذربائیجان، طبرستان، خوزستان، کرمان، خراسان، ماوراء النہر اور ترکستان وغیرہ کا سفر کیا۔ ان ممالک میں بے شمار لوگوں سے ملے اور ان کی صحبتوں سے فیض حاصل کیا۔ صرف خراسان میں جن مشائخ سے آپ ملے ان کی تعداد تین سو ہے۔ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے خراسان میں تین سو اشخاص ایسے دیکھے ہیں کہ ان میں سے صرف ایک سارے جہان کے لیے کافی ہے۔

آپ کا یوم وصال اے، آر نکلس مترجم کشف المحجوب کے نزدیک 465ھ یا 469 ہے۔ آپ کا روضہ ناصر الدین مسعود کے بیٹے ظہیر الدین الدولہ نے تعمیر کروایا۔ اور خانقاہ کا فرش اور ڈیوڑھی جلال الدین اکبر بادشاہ کی تعمیر ہیں۔ خواجہ معین الدین اجمیری 1639ء اور بابا فرید الدین گنج شکر نے کسب فیض کے لیے آپ کے مزار پر چلہ کشی کی اور معین الدین اجمیری نے چلہ کے بعد رخصت ہوتے وقت یہ شعر کہا:۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہر نورِ خدا / ناقصاں راپیرِ کامل، کاملاں را رهنما ۔ اسی سے آپ کی۔ گنج بخش۔ کے نام سے شہرت ہوئی۔

## باب اثباتِ العلم........(پنج تا بخش)

قوله تعالی فی صفة العلماء: «انّما یَخْشَی اللّهَ مِنْ عِبادِهِ الْعُلَماءُ (۲۸/فاطر)

و پیغمبر گفت، صلی اللّه علیه و سلّم: «طَلَبُ الْعِلم فریضَةٌ عَلی کُلِّ مسلمٍ.» و نیز گفت، علیه السّلام: «اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بالصّینِ«.

و بدان که علم بسیار است و عمر کوتاه، و آموختن جمله علوم بر مردم فریضه نه، چون علم نجوم و طب و علم حساب و صنعتهای بدیع و آن‌چه بدین ماند، به‌جز از این هر یک بدان مقدار که به شریعت تعلق دارد: نجوم مر شناخت وقت را اندر شب، و طب مر احتمارا، و حساب مر فرایض و مدت عدت را، و آن‌چه بدین ماند. پس فرایض علم چندان است که عمل بدان درست آید و خدای عزّ و جلّ ذَمّ کرد آنان را که علوم بی منفعت آموزند؛ لقوله، تعالی: «وَیَتَعَلَّمُونَ مایَضُرُّهُم ولایَنْفَعُهم (۱۰۲/البقره.» و رسول علیه السّلام زینهار خواست و گفت: «أعوذُبِکَ من علمٍ لایَنْفَعُ«.

پس بدان که از علم اندک عمل بسیار توان گرفت، و باید که علم مقرون عمل باشد؛ کما قال، علیه السّلام: «المُتَعبِّدُ بلافقهٍ کَالْحِمارِ فی الطّاحونۀ.» متعبدان بی فقه را به خر خرآس مانند کرده که هرچند می‌گردد بر پی نخستین باشد و هیچ راهشان رفته نشود.

و از عوام گروهی دیدم که علم را بر عمل فضل نهادند، و گروهی عمل را بر علم و این هر دو باطل است؛ از آن که عمل بی علم عمل نباشد. عمل آنگاه عمل گردد که موصول علم باشد تا بنده بدان مر ثواب حق را متوجه گردد. چون نماز که تا نخست علم ارکان طهارت و شناخت آب و معرفت قبله و کیفیت نیت و ارکان نماز نبود، نماز نماز نبود. پس چون عمل به عین علم عمل گردد، چگونه جاهل آن را از این جدا گوید؟ و آنان که علم را بر عمل فضل نهادند هم محال باشد؛ که علم بی عمل علم نباشد؛ از آن که آموختن و یادداشتن و یادگرفتن وی جمله عمل باشد، از آن است که بنده بدان مثاب است. و اگر علم عالم به فعل و کسب وی نبودی، وی را بدان هیچ ثواب نبودی.

و این سخون دو گروه است: یکی آنان که نسبت به علم کنند مر جاه خلق را و طاقت معاملت آن ندارند و به تحقیق علم نرسیده باشند، عمل را از آن جدا کنند؛ که نه علم دانند نه عمل، تا جاهلی گوید: «قال نباید، حال باید»، و دیگری گوید: «علم باید، عمل نباید.«

و از ابراهیم ادهم رحمۀاللّه علیه می‌آید که: سنگی دیدم بر راه افکنده، و بر آن سنگ نبشته که: «مرا بگردان و بخوان.» گفتا: بگردانیدمش. بر آن نبشته بود که: «أنتَ لاتعمَلُ بما تعلَمُ، کیفَ تَطْلُبُ مالاتعلَمُ. تو به علم خود عمل می‌نیاری، محال باشد که نادانسته طلب کنی. «یعنی کار بند آن باش که دانی تا به برکات آن نادانسته نیز بدانی.

و انس بن مالک گوید، رضی اللّه عنه: «هِمَّةُ العلماءِ الدّرایةُ وهمَّةُ السُّفهاء الرّوایةُ»؛ از آن‌چه اخوات جهل از علما منفی باشد. آن که از علم، جاه و عزّ دنیا طلبد نه عالم بود؛ زیرا که طلب جاه و عزّ از اخوات جهل بود. و هیچ درجه نیست اندر مرتبهٔ علم؛ که چون آن نباشد هیچ لطیفهٔ خداوند را تعالی نشناسد، و چون آن موجود باشد همه مقامات و شواهد و مراتب را سزاوار باشد.

**بخش:دوم**

بدان که علم دو است: یکی علم خداوند تعالی و دیگر علم خلق و علم بنده اندر جَنْبِ علم خداوند تعالی متلاشی بود، زیرا که علم وی صفت وی است و بدو قایم، و اوصاف وی را نهایت نیست؛ و علم ما صفت ماست و به ما قایم، و اوصاف ما متناهی باشد؛ لقوله، تعالی: «وَماأُوتیتُم مِنَ الْعِلْمِ إلّا قَلیلاً (۸۵/الإسراء).» و در جمله علم از صفات مدح است و حدش احاطةُ المعلوم و تبینُ المعلوم و نیکوترین حدود وی این است که: «العلمُ صفةٌ یصیرُ الحیُّ بها عالماً.» و خدای

عزّ و جلّ گفت: «واللّهُ مُحیطٌ بِالکافِرینَ (۱۹/البقره)»، ونیز گفت: «واللّهُ بکلِّ شیءٍ علیمٌ (۲۸۲/البقره).» و علم او یک علم است که بدان همی‌داند جملهٔ موجودات و معدومات را، و خلق را با وی مشارکت نیست و متجزی نیست و ازوی جدا نیست. و دلیل بر علمش ترتیب فعلش؛ که فعل محکم، علم فاعل اقتضا کند. پس علم وی به اسرار لاحق است و به اظهار محیط. طالب را باید که اعمال اندر مشاهده وی کند؛ چنان‌که داند که او بدو و به افعال او بیناست.

همی آید که اندر بصره رئیسی بود، به باغی از آن خود رفته بود، چشمش به جمال زن برزگر افتاد. مرد را به شغلی بفرستادو زن را گفت: «درها دربند.» گفتا: «همه درها بستم، الا یک در؛ که آن نمی‌توانم دربست.» گفت: «کدام در است آن؟» گفت: «آن در که میان ما و میان خداوند است، جل جلاله.» مرد پشیمان شد و استغفار کرد.

حاتم الاصمّ گفت، رضی اللّه عنه: «چهار علم اختیار کردم، از همه عالم برستم.» گفتند: «کدام است آن؟» گفت: «یکی آن که بدانستم خدای را تعالی بر من حقی است که جز من نتواند گزارد کسی آن را، به ادای آن مشغول گشتم. دُیُم آن که بدانستم که مرا رزقی است مقسوم که به حرص من زیادت نشود،از طلب زیادتی برآسودم. سیم آن که بدانستم که مرا طالبی است یعنی مرگ که ازوی نتوانم گریخت، او را بساختم. چهارم آن که بدانستم که مرا خدای است جلّ جلالُه مطلع بر من، از وی شرم داشتم و ناکردنی را دست بداشتم؛ که چون بنده عالم بود که خداوند تعالی بدو ناظر است چیزی نکند که به قیامت شرم دارد«.

**بخش: سوم**

اما علم بنده باید که در امور خداوند تعالی باشد و معرفت وی، و فریضه بر بنده علم وقت باشد و آن‌چه بر موجب وقت به کار آید ظاهر و باطن. و این به دو قسم است: یکی اصول و دیگر فروع ظاهر اصول قول شهادت و باطنش تحقیق معرفت و ظاهر فروع برزش معاملت و باطن تصحیح نیت. و قیام هر یک از این بی دیگر محال باشد. ظاهر حقیقت بی باطن نفاق، و باطن حقیقت بی ظاهر زندقه ظاهر شریعت بی باطن نفس و باطن بی ظاهر هوس.

پس علم حقیقت را سه رکن است: یکی علم به ذات خداوند عزو جل و وحدانیت وی و نفی تشبیه از ذات پاک وی جل جلاله و دیگر علم به صفات وی و احکام آن و سدیگر علم به افعال و حکمت وی.

و علم شریعت را سه رکن است: یکی کتاب ودیگر سنت و سیم اجماع امت. و دلیل بر علم به اثبات ذات و صفات پاک و افعال خدای تعالی قوله، تعالی: «فَاعْلَمْ أنّه لا اله الّا اللّه (۱۹/محمد)»، و نیز گفت: «فَاعْلَموا أنَّ اللّه مَوْلیکم (۴۰/الأنفال)»، و نیز گفت: «أَلَم تَرَ إلی رَبِّکَ کَیفَ مَدَّ الظِّلَّ (۴۵/الفرقان)»، و نیز گفت: «أفَلا یَنْظُرُونَ إلَی الإبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ (۱۷/الغاشیه)». و مانند این آیات بسیار است که جمله دلایل‌اند بر نظر کردن اندر افعال وی تعالی و تقدس تا بدان افعال، فاعل را به صفات وی بشناسند.

و پیغمبر گفت، صلی اللّه علیه و سلم: «مَنْ عَلِمَ أنّ اللّهَ تعالی رَبُّه و انّی نبیُّه حَرَّمَ اللّهُتعالی لَحْمَه و دمَهُ عَلی النّار«.

اما شرط علم به ذات خداوند تعالی آن است که وی بداند که خداوند تعالی موجود است اندر قدم ذات خود و بی حد و بی حدود است و اندر مکان و جهت نیست، و ذاتش موجب آفت نیست. از خلقش

کسی مانند نیست. وی را زن و فرزند نیست هرچه اندر وهم صورت گیرد و اندر خرد اندازه بندد، وی جلّ جلالُه آفریدگار آن است و دارنده و پروردگار آن؛ لقوله، تعالی: «لیسَ کَمِثْلِهِ شَیءٌ و هُوَ السَّمیعُ البَصیرُ (۱۱/الشوری)

و اما علم به صفات وی آن است که بدانی که صفات وی تعالی بدو موجود است که آن نه وی است ونه جز وی، بدو قایم است و او به خود قایم و دایم، چون علم و قدرت و حیات و ارادت و سمع و بصرو کلام و بقا؛ لقوله، تعالی: «إِنَّهُ عَلیمٌ بذاتِ الصُّدورِ (۴۳/الأنفال)»، و نیز گفت: «وَاللّهُ عَلی کُلِّ شَیْءٍ قَدیرٌ (۲۸۴/البقره)، و نیز گفت: «هو الحیُّ لا إلهَ إلّا هو (۶۵/الغافر)» و نیز گفت: «وَهُوَ السَّمیعُ البَصیرُ (۱۱/الشوری)»، و نیز گفت: «فَعّالٌ لِما یُریدُ (۱۰۷/هود)»، و نیز گفت: «قَوْلُهُ الحَقُّ (۷۳/الأنعام).«

اما علم به اثبات افعال وی آن است که بدانی که وی تعالی و تقدس آفریدگار خلقان است و خالق افعال ایشان است و عالم نابوده، هست به فعل وی شده است، مقدر خیرو شر است، خالق نفع و ضرر است؛ لقوله، تعالی: «اللّهُ خالقُ کلِّ شیءٍ (۶۲/الزّمر)«.

و دلیل بر اثبات احکام شریعت آن است که بدانی که از خداوند تعالی به ما رسولان آمدند با معجزهای ناقض عادت، و رسول ما، محمد مصطفی صلی اللّه علیه و سلم حق است و وی را معجزات بسیار است و آن‌چه ما را خبر داده است از غیب و عین، جمله حق است. رکن اول از شریعت کتاب است؛ لقوله، تعالی: «منه آیاتٌ محکماتٌ (۷/آل عمران)»، و دیگر سنت است؛ لقوله، تعالی: «و ما اتیکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَما نهیکُم عَنْهُ فَانْتَهُوا (۷/الحشر)»، و سدیگر اجماع امت است؛ لقوله، علیه السّلام: «لایجتمعُ امّتی عَلَی الضَّلالَةِ، علیکم بالسّوادِ الاعظم.» و در جمله احکام شریعت بسیار است، و اگر

کسی خواهد تا جمله را جمع کند نتواند؛ از آن که لطایف خداوند تعالی رانهایت نیست.

**بخش: چهارم**

بدان که گروهی‌اند از ملاحده لعنهم الله که مر ایشان را سوفسطائیان خوانند و مذهب ایشان آن است که: «به هیچ چیز علم درست ناید و علم خود نیست.» با ایشان گوییم که: «این دانش که می‌دانید که به هیچ چیز علم درست نیاید، درست هست یا نی؟» اگر گویند: «هست»، علم اثبات کردند و اگر گویند: «نیست»، پس چیزی که درست نیاید، آن را معارضه کردن محال باشد و با آن کس سخن گفتن از خرد نبود.

و گروهی از ملاحده که تعلق بدین طریق دارند، همین گویند که: «علم ما به هیچ چیز درست نیاید. پس ترک علم، ما را تمام‌تر از اثبات آن باشد.» و این از حُمق و ضلالت و جهالت ایشان بود؛ که ترک علم از دو بیرون نباشد: یا به علمی بود یا به جهلی. پس علم مر علم را نفی نکندو ضد نیاید، و به علم ترک علم محال باشد، ماند این‌جا جهل؛ و چون درست شد که نفی علم جهل باشد و ترک آن به جهل بود و جاهل مذموم باشد و جهل قرینه کفر، باطل باشد که حق را به جهل تعلق بود و این خلاف جملهٔ مشایخ است و چون این قول را مردمان بشنیدند و بر این ارتکاب کردند، گفتند که مذهب جملهٔ اهل تصوّف این است و روششان چنین؛ تا اعتقاد ایشان مشوش شد و از تمییز کردن حق از باطل باز ماندند.

و ما امور جمله به خداوند تعالی تسلیم کردیم تا دربار ضلالت خود همی‌باشند. اگر دین گریبانگیر ایشان گرددی تصرف بهتر از این کنندی و حکم رعایت را دست بندارندی و اندر دوستان خدای عزّ و جلّ بدین چشم ننگرندی و احتیاط روزگار خود نکوتر

کنندی. و اگر قومی از ملاحده تعلق به احرار کردند تا به جمال ایشان خود از آفت‌ها رستگار گردند و اندر سایهٔ عزّ ایشان زندگانی کنند، چرا باید که همگنان را بر ایشان قیاس گیرندو اندر معاملت ایشان مکابرهٔ عیان بر دست گیرند و قدر ایشان در زیر پای آرند؟

و مرا با یکی از متلبسان علم که کلاه رعونت را عزّ علم نام کرده است و متابعت هوی را سنت رسول علیه السّلام و موافقت شیطان را سیرت امام، مناظره همی‌رفت. اندر آن میان گفت: «ملاحده دوازده گروه‌اند. یک گروه اندر میان متصوّفه‌اند.» گفتم: «اگر یک گروه در میان ایشان‌اند، یازده گروه اندر میان شمایند. ایشان خود را از یک گروه بهتر نگاه توانند داشت که شما از یازده گروه«.

اما این جمله از نتیجهٔ فتور زمانه است و آفتهایی که پدیدار آمده است و خداوند تعالی پیوسته اولیای خود را اندر میان قومی مستور داشته است و آن قوم را از جهت ایشان اندر میان خلق مهجور داشته و نیکو گشته است آن پیر پیران، و آفتاب مریدان، علی بن بندار الصیرفی، رحمهٔ الله علیه: «فَسادُ القُلوب علی حسبِ فَسادِ الزَّمانِ و أهلِه.«

اکنون من فصلی اندر اقاویل ایشان بیارم تا تنبیهی باشد مر آن را که از حق تعالی عنایتی اندر کار وی صادق است از منکران بدین طایفه و بالله التوفیق.

**بخش: پنجم**

محمدبن الفضل البلخی گوید، رحمهٔالله: «العُلومُ ثَلاثَةٌ: علمٌ مِنَ اللّهِ، و علمٌ مَعَ اللّهِ، و علمٌ باللّهِ.«

علم باللّه علم معرفت است که همه اولیای او، او را بدو دانسته‌اند و تاتعریف و تعرف او نبود ایشان وی را ندانستند؛ از آن‌چه همه اسباب اکتساب مطلق از حقتعالی منقطع است و علم بنده مر معرفت حق را علت نگردد؛ که علت معرفت وی تعالی و تقدس هم هدایت و اعلام وی بود و علم من اللّه علم شریعت بود که آن از وی به ما فرمان و تکلیف است و علم مع اللّه علم مقامات طریق حق و بیان درجت اولیا بود. پس معرفت بی پذیرفت شریعت درست نیاید و برزش شریعت بی اظهار مقامات راست نیاید.

و ابوعلی ثقفی رحمهٔ اللّه علیه گوید: «العلمُ حیاةُ القَلبِ مِنَ الجهلِ و نورُ العَیْنِ منَ الظُّلْمَةِ».

علم زندگی دل است از مرگ جهل ونور چشم یقین از ظلمت کفر و هرکه را علم معرفت نیست دلش به جهل مرده است و هرکه را علم شریعت نیست دلش به نادانی بیمار است. پس دل کفار مرده باشد که به خداوند تعالی جاهل‌اند و دل اهل غفلت بیمار؛ که به فرمانهای وی جاهل‌اند.

ابوبکر وراق ترمذی گوید، رحمهٔ اللّه علیه: «مَنِ اکْتَفی بِالکَلامِ مِنَ العلمِ دون الزُّهدِ تَزَنْدَقَ و مَن اکْتَفی بالفِقْهِ دونَ الوَرعِ تفسَّقَ».

هرکه از علم توحید به عبارت بسنده کند و از اضداد آن روی نگرداند زندیق شود و هر که به علم شریعت وفقه بی ورع بسنده کند فاسق گردد و مراد اندر این آن است که بی معاملت و مجاهدت تجرید توحید جبر باشد، و موحد جبری قول وقدری فعل باشد تا روش وی اندر میان جبر وقدر درست آید و این حقیقت آن است که آن پیر گفت، رحمهٔ اللّه علیه: «التّوحیدُ دونَ الجبرِ و فوقَ القَدَرِ.» پس هر که بی معاملت به عبارت آن بسنده کند زندیق شود و اما فقه را شرط

احتیاط و تقوی باشد. هرکه به رُخَص و تأویلات و تعلق شُبهات مشغول گردد و بدون مذهب به گرد مجتهدان گردد مر آسانی را، زود که به فسق درافتد و این جمله از غفلت پدیدار آید.

و نیکو گفته است شیخ المشایخ، یحیی بن مُعاذ الرازی، رحمةُ اللّه علیه: «إجتَنِبْ صُحْبةَ ثلاثةِ أصنافٍ منَ النّاسِ: العُلماءِ الغافلینَ، و القُرّاء المداهِنینَ و المتصوّفةِالجاهلینَ«.

اما علمای غافل آنان باشند که دنیا را قبله دل خود گردانیده باشند، و از شرع آسانی اختیار کرده و پرستش سلاطین بر دست گرفته ودرگاه ایشان را طوافگاه خود گردانیده و جاه خلق را محراب خود کرده و به غرور زیرکی خود فریفته گشته و به دقت کلام خود مشغول دل شده و اندر ائمه و استادان زبان طعن برگشاده و به قهر کردن بزرگان دین به سخنی که بروی زیادت آوردن بود مشغول گشته؛ آنگاه اگر کونین اندر پله ترازوی وی نهند پدیدار نیاید؛ آنگاه حقد و حسد را مذهب گردانیده در جمله این همه علم نباشد، و علم صفتی بود که انواع جهل از موصوف آن بدان منفی باشد.

اما قُرّای مداهنین آنان باشند که چون فعل کسی بر موافقت هوای وی باشد، اگرچه باطل بود بر آن فعل وی را مدح گویند و چون بر مخالفت هوای ایشان کاری کنند، اگرچه حق بود وی را بر آن ذم کنند واز خلق به معاملت خود جاه بیوسند و بر باطل مر خلق را مداهنت کنند.

اما متصوّف جاهل آن بود که صحبت پیری نکرده باشد، و از بزرگی ادب نیافته، و گوشمال زمانه نچشیده، و به نابینایی کبودی اندر پوشیده و خود را در میان ایشان انداخته و در بی حرمتی طریق انبساطی می‌سپرد اندر صحبت ایشان و حمق وی، وی را بر آن داشته

که جمله را چون خود پندارد؛ و آنگاه طریق حق و باطل بر وی مشکل بود.

پس این سه گروه را که آن موفق یاد کرد و مرید را از صحبت ایشان اعراض فرمود، مراد آن بود که ایشان اندر دعاوی خود کاذب بودند و اندر روش ناتمام.

و ابویزید بسطامی رحمهٔ اللّه علیه گوید: «عَمِلْتُ فی المجاهَدَةِ ثلاثین سنةً، فما وجدتُ شیئاً أشدَّ عَلیَّ من العلم و مُتابَعَتِه. سی سال مجاهدت کردم بر من هیچ چیز سخت‌تر از علم و متابعت آن نیامد«.

و در جمله قدم بر آتش نهادن بر طبع آسان‌تر از آن که بر موافقت علم رفتن، و بر صراط هزار بار گذشتن بر دل جاهل آسان‌تر از آن آید که یک مسأله از علم آموختن، و اندر دوزخ خیمه زدند نزدیک فاسق دوست‌تر که یک مسأله از علم کاربستن. پس بر تو بادا علم آموختن و اندر آن کمال طلبیدن و کمال علم بنده جهل بود به علم خداوند،عز اسمُه. باید که چندان بدانی که بدانی که ندانی. و این آن معنی بود که بنده جز علم بندگی نتواند دانست و بندگی حجاب اعظم است از خداوندی؛ تا یکی اندر این معنی گوید:

العجزُ عَنْ درکِ الإدراکِ إدراکٌ والوقفُ فی طُرقِ الأخیار إشراکٌ

آن که نیاموزد وبر جهل مصر باشد مشرک بود، و آن که بیاموزد و اندر کمال علم خود منفی گردد، پندار علمش برخیزد و بداند که علم وی به‌جز عجز اندر علم عاقبت وی نیست؛ که تسمیات را اندر حق معانی تأثیری نباشد. واللّه اعلم.

****

# کشف المحجوب

## باب التصوّف.....(سه بخش)

### بخش ۱

قال اللّه تعالی: «وعبادُ الرّحمنِ الّذینَ یَمْشُونَ عَلی الأرضِ هَوْناً خاطَبَهُمُ الجاهلونَ قالوا سلاماً (۶۳/الفرقان)».

و قال رسول اللّه، صلی اللّه علیه و سلم: «مَنْ سَمِعَ صوتَ اهلِ الصّوفِ، فَلا یُؤَمِّنُ عَلی دعائِهِم کُتِبَ عندَ اللّهِ مِن الغافلین».

و مردمان اندر تحقیق این اسم بسیار سخن گفته‌اند و کتب ساخته. گروهی گفته‌اند که: «صوفی را از آن جهت صوفی خوانند که جامهٔ صوف دارد.» و گروهی گفته‌اند که: «بدان صوفی خوانند که اندر صف اول باشند.» و گروهی گفته‌اند که: «بدان صوفی خوانند که تولا به اصحاب صفه کنند.» و گروهی گفته‌اند که: «این اسم از صفا مشتق است.» اما بر مقتضای لغت از این معانی بعید می‌باشد. پس صفا در جمله محمود باشد، و ضد آن کدر بود و رسول صلی اللّه علیه و سلم گفته است: «ذَهَبَ صَفْوُ الدُّنیا و بَقِیَ کَدَرُها.»و نام لطایف اشیا صفو آن چیز باشد و نام کثایف اشیا کدر آن چیز. پس چون اهل این قصه اخلاق و معاملات خود را مهذب کردند و از آفات طبیعت تبرا جستند، مر ایشان را صوفی خواندند و این اسمی است مر این گروه را از اسمای اعلام؛ از آن‌چه خطر اهل آن اجل آن است که معاملات ایشان را بتوان پوشید تا اسمشان را اشتقاق باید.

و اندر این زمانه بیشترین خلق را خداوند عزّ وجل از این قصه و اهل این محجوب گردانیده است و لطیفهٔ این قصه بر دلهای ایشان بپوشانیده؛ تا گروهی پندارند که این، برزشِ صلاح ظاهر است مجرد بی مشاهدات باطن، و گروهی پندارند که این، رسمی است بی حقیقتی و اصلی؛ تا حدی که اهل هزل و علمای ظاهر ارتکاب انکاری

کرده‌اند و به حجاب این قصه خرسند شده تا عوام بدیشان تقلید کردندو طلب صفای باطن از دل بمحاویده، و مذهب سلف و صحابه را بر طاق نهاده. «إنّ الصّفا صِفةُ الصّدّیقِ إن أردتَ صوفیّاً عَلی التّحقیق.» از آن‌چه صفا را اصلی و فرعی است: اصلش انقطاع دل است از اغیار، و فرعش خلو دست از دنیای غدار، و این هر دو صفت صدیق اکبر است، ابوبکر عبداللّه بن ابی قحافه، رضی اللّه عنه؛ از آن‌چه امام اهل این طریقت وی بود. پس انقطاع دل وی از اغیار آن بود که همه صحابه به رفتن پیغمبر علیه السّلام به حضرت معلا و مکان مصفا شکسته دل گشته بودند و عمر رضی اللّه عنه شمشیر برکشید که: «هرکه گوید محمد بمرد، سرش ببرم.» صدیق اکبر برون آمد و آواز بلند برداشت و گفت:

»ألا مَنْ عَبَدَ محمّداً فَانّ مُحَمَّداً قدمات، و مَن عبَدَ ربَّ محمّدٍ فانَّه حیٌّ لایموتُ.» آنگاه برخواند: «وما محمّدٌ إلّا رسولٌ قَدْ خَلَتْ من قَبْلِهِ الرُّسُلُ أفَإنْ ماتَ أوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُم عَلی أعقابِکُمْ (۱۴۴/آل عمران)«.

آن که معبود وی محمد بود، محمد برفت و آن که خدای محمد را می‌پرستید وی زنده است هرگز نمیرد. آن که دل در فانی بندد فانی فنا شودو رنج وی جمله هبا گردد و آن که جان به حضرت باقی فرستد، چون نفس فنا شود وی قایم به بقا شود. پس آن که اندر محمد به چشم آدمیت نگریست، چون وی از دنیا بشد تعظیم عبودیت از دل این با وی بشد. و هر که اندر وی به چشم حقیقت نگریست، رفتن و بودنش هر دو مر او را یکسان نمود؛ ازیرا که اندر حال بقا بقاش را به حق دید و اندر حال فنا فناش از حق دید. از محول اعراض کرد به محول اقبال کرد. قیام محول به محول دید به مقدار اکرام حق وی را تعظیم کرد. سویدای دل اندر کس نبست و سواد عین بر خلق نگشاد؛ از آن‌چه گفته‌اند: «مَنْ نَظَرَ إلَی الخَلْقِ هَلَکَ و مَنْ

رجعَ إلى الحقّ مَلکَ.» که نظر به خلق نشانِ هُلک بودو رجوع به حق علامت ملک.

اما خُلُوّ دست ازدنیای غدار آن بود که هرچه داشت از مال و منال و مآل جمله بداد و گلیمی درپوشید و به نزدیک پیغمبرعلیه السّلام آمد. پیغمبر علیه السّلام وی را گفت: «ما خَلَّفْتَ لِعِیالک؟» فقال: "اللّه و رسولَه"

(مر عیالان خود را چه باز گذاشتی از مال خود؟» گفت: «دو خزینهٔ بی نهایت و دو گنج بی غایت.» گفتا: «چه چیز؟» گفت: «یکی محبت خدای تعالی و دیگر متابعت رسولش.)

چون دل از تعلق صفو دنیا آزاد گشت، دست از کدر آن خالی گردانید و این جمله صفت صوفی صادق بودو انکار این جمله انکار حق و مکابرهٔ عیان بود.

و گفتم که صفا ضد کدر بود و کدر از صفات بشر بودو به‌حقیقت صوفی بود آن که او را از کدر گذر بود؛ چنان‌که اندر حال استغراق مشاهدت یوسف علیه السّلام و لطایف جمال وی، زنان مصر را بشریت غالب شد و آن غلبه به عکس بازگشت. چون به غایت رسید به نهایت رسید و چون به نهایت رسید، ایشان را بر آن گذر افتاد و به فنای بشریتشان نظر افتاد. گفتند: «ما هذا بشراً (۳۱/یوسف).» نشانه وی را کردند، عبارت از حال خود کردند و از آن بود که مشایخ این طریقت رحمهم اللّه گفته‌اند: «لَیْسَ الصّفامِنْ صِفاتِ البَشَر. لإنَّ البَشَرَ مِنْ مَدَرٍ لایَخْلُو مِنْ کَدَرٍ.» صفا از صفات بشر نیست؛ زیرا که مدار مدر جز بر کدر نیست، و مر بشر را از کدر گذر نیست.

پس مَثال صفا به افعال نباشد و از روی مجاهدت مر بشریت را زوال نباشد و صفت صفا را نسبت به افعال و احوال نباشد و اسم آن راتعلق

به اسامی و القاب نه. «الصّفا صِفةُ الأحبابِ وهُمْ شُموسٌ بِلاسحابٍ»؛ از آن که صفا صفت دوستان است، و آن که از صفت خود فانی و به صفت دوست باقی بود دوست آن است و احوال ایشان به نزدیک ارباب معانی چون آفتاب عیان است؛ چنان‌که حبیب خداوند، محمد مصطفی را صلوات اللّه علیه پرسیدند از حال حارثه. گفت: «عَبْدٌ نَوَّرَ اللّهُ قَلْبَهُ بِالإیمان.» او بنده‌ای است که دلش از صدق ایمان منور است، تا رویش از تأثیر آن مقمر است و او به نور ربانی مصور است؛ چنان‌که گفته‌اند: «ضیاءُ الشّمسِ و القَمَرِ اذَا اشْتَرَکا أنموذجٌ من صفاءِ الحبِّ و التّوحیدِ إذا اشتبکا.» جمع نور آفتاب و ماه، چون به یک‌دیگر مقرون شود، مثال صفای محبت و توحید باشد که با یک‌دیگر معجون شود و خود نور ماه و آفتاب را چه مقدار بود، آن‌جا که نور محبت و توحید، تا این را بدان اضافت کنند؟ اما اندر دنیا هیچ نوری نیست ظاهرتر از ان دو نور؛ که نور دیده اندر سلطان آفتاب و ماه آسمان را ببیند، و دل به نور توحید و محبت مر عرش را ببیند و بر عقبی مطلع شود اندر دنیا.

و اندر این، جملهٔ مشایخ این طریقت رحمهم اللّه مجتمع‌اند بر آن که چون بنده از بند مقامات رسته شود و از کدر احوال خالی گردد و ازمحل تلوین و تغییر آزاد شود، و به همه احوال محمود صفت گردد و وی از جملهٔ اوصاف جدا؛ یعنی اندر بند هیچ صفت حمد خود نگردد و مر آن را نبیند و بدان معجب نگردد، حالش از ادراک عقول غایب و روزگارش از تصرف ظنون منزه گردد تا حضورش را ذهاب نباشد و وجودش را اسباب نه؛ «لأنَّ الصَّفا حضورٌ بِلا ذهابٍ و وجودٌ بلا أسبابٍ.» حاضری بود بی غیبتٌ و واجدی بود بی سبب و علت؛ زیرا که آن که غیبت بر او صورت گیرد او حاضر نباشد و آن که سبب علت وجد وی شود او واجد نبود و چون بدین

درجه برسد اندر دنیا و عقبی فانی گردد و اندر جوشن انسانیت ربانی. زر و کلوخ به نزدیک وی یکسان شود و آن‌چه بر خلق دشوارتر بود از حفظ احکام تکلیف، بر او آسان گردد؛ چنان‌که حارثه به نزدیک پیغامبر علیه السّلام آمد. رسول وی را گفت، علیه السّلام: «کَیْفَ أصبَحْتَ، یا حارِثَةُ؟» قالَ: «أصبحتُ مؤمناً حقّاً». فقالَ، علیه السّلام: «أنظَرْ ما تقولُ یا حارثةُ. إنَّ لِکلِّ حقٍّ حقیقةٌ. فما حقیقةُ ایمانِک؟» فقال: «عَزَلْتُ نَفْسی عَنِ الدّنیا، فاسْتَوی عندی حجرُها و ذهبُها و فَضّتُها و مَدَرُها. فأسْهَرْتُ لیلی و أظمأتُ نهاری حتّی صرتُ کأنّی أنظُر إلی عرش ربّی بارزاً و کأنّی انظرُ إلی أهلِ الجنّةِ یتزاورونَ فیها و کأنّی أنظرُ إلی أهل النّار یتغاورونَ فیها (و فی روایةٍ: یتغامزُونَ فیها).»: «بامداد پگاه چگونه کردی، یا حارثه؟» گفت: «بامداد کردم، و من مؤمنی‌ام حقّا.» پیغامبر گفت، علیه السّلام: «نیک نگاه کن، یا حارثه تا چه می‌گویی که هر حقی را حقیقتی و برهانی بود. برهان این گفتار تو چیست؟» گفت: «آن که تن را از دنیا بگسستم و نشان این آن است که زر و سنگ و سیم و کلوخ آن به نزدیک من یکسان شد. و چون از دنیا گسسته شدم، به عقبی پیوسته شدم تا بهشت را می‌بینم و دوزخ و عرش را.» گفت:«عَرَفْتَ فالْزَم. شناختی یا حارثه، ملازمت کن بر این؛ که جز این نیست.» و صوفی نامی است مر کاملان ولایت را، و محققان اولیا را بدین نام خوانده‌اند. و یکی از مشایخ گوید، رحمةُ اللّه علیه: «مَنْ صافاهُ الحبُّ فهو صافٍ، و مَنْ صافاهُ الحبیبُ فهو صوفیٌ«.

آن که به محبت مصفا شود صافی بود و آن که مستغرق دوست شودو از غیر دوست بری شود صوفی بود.

و بر مقتضای لغت اشتقاق این اسم درست نگردد از هیچ معنی؛ از آن که این معنی معظم تر از آن است که این را جنسی بود

تا از آن‌جا مشتق بود؛ که اشتقاق شیء از شیء مجانست خواهند و هرچه هست ضد صفاست، اشتقاق شیء از ضد نکنند. پس این معنی أشهرُ منَ الشّمس است عندَ أهله، و حاجتمند عبارت نشود؛ «لانّ الصّوفیّ ممنوعٌ عَنِ العبارةِ و الإشارةِ.» چون صوفی از کل عبارات ممنوع باشد، عالم بجمله معبران وی باشند، اگر دانند و یا نه. مر اسم را چه خطر باشد اندر حال حصول معنی؟ پس اهل کمال ایشان را صوفی خوانند و متعلقان و طالبان ایشان را متصوّف خوانند و تصوّف تفعّل بود و تکلّف، و این فرع اصلی باشد و فرق این از حکم لغت و معنی ظاهر است.

(الصّفاءُ وِلایةٌ لها آیةٌ و روایةٌ، و التصوّف حکایةٌ لِلصَّفاءِ بلا شِکایة.) پس صفا معنیی متلالی است و ظاهر و تصوّف حکایت از آن معنی و اهل آن اندر این درجه بر سه قسم است: یکی صوفی و دیگر متصوّف و سدیگر مستصوّف.

پس صوفی آن بود که از خود فانی بود و به حق باقی، از قبضهٔ طبایع رسته و به حقیقت حقایق پیوسته. و متصوّف آن که به مجاهدت این درجه را می‌طلبد و اندر طلب خود را بر معاملت ایشان درست همی‌کند. و مستصوّف آن که از برای مَنال و جاه و حظ دنیا خود را مانند ایشان کرده باشد و از این هر دو و از هیچ معنی خبر ندارد؛ تا حدی که گفته‌اند: «المُستصوّف عندَ الصّوفیّةِ کَالذُّبابِ و عندَ غیرهِم کالذّئابِ.» مستصوّف به نزدیک صوفی از حقیری چون مگس بود و آن‌چه این کند به نزدیک وی هوس بود و به نزدیک دیگران چون گرگ پرفساد که همه همتش دریدن و لختی مردار خوردن باشد.

پس صوفی صاحب وصول بود و متصوّف صاحب اصول و مستصوّف صاحب فصول. آن را که نصیب، وصل آمد به یافتن مقصود

و رسیدن به مراد از مراد بی مراد شود واز مقصود بی مقصود و آن را که نصیب اصل آمد بر احوال طریقت متمکن شد و اندر لطایف آن ساکن و مستحکم گشت، و آن را که نصیب فصل آمد از جمله بازماند و بر درگاه رسم فرونشست و به رسم از معنی محجوب شد و به حجاب از وصل و اصل بازماند.

و مشایخ را اندر این قصه رموز بسیار است تا حدی که کلیت آن را احصا نتوان کرد؛ اما بعضی از رموز ایشان اندر این کتاب بیارم تا فایده تمام تر شود، ان شاء اللّه عزّ و جل.

**بخش:دوم**

ذو النون مصری رحمۀاللّه علیه گوید: «الصُّوفیّ إذا نَطَقَ أبانَ نُطقُه مِنَ الحَقائقِ، و إنْ سَكَتَ نَطَقَتْ عَنْه الجوارحُ بِقَطْعِ العَلائق«. صوفی آن بود که چون بگوید بیان نطقش حقایق حال وی بود؛ یعنی چیزی نگوید که او آن نباشد و چون خاموش باشد، معاملتش معبر حال وی باشد و به قطع علایق حال وی ناطق شود؛ یعنی گفتارش همه بر اصل صحیح باشد و کردارش بجمله تجرید صرف. چون می‌گوید قولش همه حق بود و چون خاموش باشد فعلش همه فقر.

جنید گوید، رحمۀ اللّه علیه: «التصوّف نعتٌ أُقيمَ العبدُ فيه.» قیلَ: «نعتٌ لِلْعَبدِ، أم نعتٌ للحقِّ؟» فقال: «نعتُ الحقِّ حقيقةً و نعتُ العَبْدِ رَسْماً.» :«تصوّف نعتی است که اقامت بنده در آن است.» گفتند: «نعت حق است یا نعت خلق؟» گفت:«حقیقتش نعت حق است و رسمش نعت خلق.» یعنی حقیقتش فنای صفت بنده تقاضا کند و فنای صفت بنده به بقای صفت حق بود و این نعت حق بود و رسمش دوام مجاهدت بنده اقتضا کند و دوام مجاهدت صفت بنده بود.

و چون به معنی دیگر رانی چنان بود که اندر حقیقت توحید، بنده را هیچ نعت درست نیاید؛ از آن‌چه نعوت خلق مر ایشان را دایم نیست و نعت خلق به‌جز رسم نیست؛ که نعت وی باقی نبود و مُلک و فعل حق باشد. پس به‌حقیقت از آن حق باشد و معنی آن این بود که خداوند عزّ و جلّ بنده را فرمود که: «روزه‌دار». و به روزه داشتن بنده اسم صایمی بنده را دادند و از روی رسم، آن صوم بنده را باشد؛ و باز از روی حقیقت از آن خداوند؛ چنان‌که خداوند گفت و رسول خبر داد، علیه السّلام:«الصّومُ لی وَأنا أُجْزی بِهِ.» روزه از آن من است؛ از آن‌چه مفعولات وی جمله ملک وی است، و نسبت و اضافت همه خلق مر هر چیزی را به خود رسم و مجاز بود نه حقیقت.

ابوالحسن نوری رحمهٔ اللّه علیه گوید: «التصوّف تَرْکُ کُلِّ حَظِّ النَّفْسِ«.

تصوّف دست بداشتن جمله حظوظ نفسانی بود و این بر دو گونه باشد: یکی رسم ودیگر حقیقت. و این ان بود که اگر وی تارک حظ است ترک حظ هم حظی بودو این رسم باشد و اگر حظ تارک وی است این فنای حظ بود و تعلق این به حقیقت مشاهدت بود. پس ترک حظ فعل بنده بود و فنای حظ فعل خدای، جل جلاله. فعل بنده رسم و مجاز بود و فعل حق حقیقت. و بدین قول مبین شد قول جنید رحمهٔاللّه که پیش از این قول است.

و هم ابوالحسن نور رحمهٔاللّه علیه گوید: «الصّوفیّهُ هُمُ الّذینَ صَفَتْ أرواحُهُم، فصاروا فی الصّفّ الأوّل بَیْنَ یَدَیِ الْحَقِّ«.

صوفیان آنان‌اند که جانهای ایشان از کدورت بشریت آزاد گشته است و از آفت نفس صافی شده و از هوی خلاص یافته تا اندر صف اول و درجهٔ اعلی با حق بیارامیده‌اند و از غیر وی اندر رمیده.

و همو گوید، رحمهٔ اللّه علیه: «الصّوفیّ الّذی لایَمْلِکُ ولایُمْلَکُ».

صوفی آن بود که هیچ چیز اندر بند وی ناید، و وی اندر بند هیچ چیز نشود و این عبارت از عین فنا بود؛ که فانی صفت، مالک نبود و مملوک نه؛ از آن‌چه صحت ملک بر موجودات درست افتد و مراد از این آن است که صوفی هیچ چیز را، از متاع دنیا و زینت عقبی، ملک نکند و خود اندر تحت حکم و ملک نفس خود نیاید. سلطان ارادت خود را از غیر بگسلد تا غیر طمع بندگی از وی بگسلد. و این قول لطیف است مر آن گروه را که به فنای کلی گویند، و ما غلطگاه ایشان در این کتاب بیاریم تا تو را معلوم شود، ان شاءاللّه، عزو جل.

ابن الجلاء رحمهٔاللّه علیه گوید: «التصوّف حقیقةٌ لارسمَ له».

تصوّف حقیقتی است که وی را رسم نیست، و آن‌چه رسم است نصیب خلق باشد اندر معاملات، و حقیقت خاصهٔ حق بود. چون تصوّف از خلق اعراض کردن بود، لامحاله مر او را رسم نبود.

ابوعمرو دمشقی رحمهٔاللّه علیه گوید: «التصوّف رؤیَةُ الکَوْنِ بِعَیْنِ النَّقْصِ، بل غَضُّ الطَّرْفِ عَنِ الْکَوْنِ».

تصوّف آن بود که اندر کون ننگری جز به عین نقص، و این دلیل بقای صفت بود، بل که چشم فراز کنی از کون و این دلیل فنای صفت بود؛ از آن‌چه نظر از کون باشد چون کون نماند نظر هم نماند و غض طرف از کون بقای بصیرت ربانی بود، یعنی هر که به خود نابینا شود به حق بینا گردد؛ از آن‌چه کون طالب هم طالب بود و کار وی از وی به وی باشد، وی را از خود بیرون راهی نباشد. پس یکی خود را بیند ولیکن ناقص بیند و یکی چشم از خود فراکند و نبیند و آن که می‌بیند اگرچه ناقص بیند دیدهٔ وی حجاب است و آن که می‌نبیند

بینایی حجاب نیاید. و این اصلی قوی است اندر طریق تصوّف و ارباب معانی، اما این، جایگاه شرح این نیست.

ابوبکر شبلی رحمهٔ اللّه علیه گوید: «التصوّف شِرکٌ، لانَّهُ صِیانهُ الْقَلْبِ عَنْ رُؤْیَهِ الغیرِ ولاغیرَ».

تصوّف شرک است؛ از آن‌چه آن صیانت دل بود از رؤیت غیر، و خود غیر نیست؛ یعنی اندر اثبات توحید رؤیت غیر شرک باشد و چون اندر دل غیر نبود صیانت کردن مر او را از ذکر غیر محال باشد.

حُصری رحمهٔ اللّه علیه گوید: «التصوّف صَفاءُ السِّرِّ من کُدوراتِ المُخالفاتِ».

تصوّف صفای سر بود از کدورات مخالفت و معنی این آن بود که سر را از مخالفت حق نگاه دارد؛ از آن‌چه دوستی موافقت بود و موافقت ضد مخالفت باشد. و دوست را اندر همه عالم به‌جز حفظ فرمان دوست نباشد، و چون مراد یکی باشد، خالفت از کجا صورت گیرد؟

محمدبن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللّه عنه گوید: «التصوّف خُلُقٌ، مَن زادَ علیکَ فی الخُلُقِ، زادَ علیک فِی التصوّف».

تصوّف نیکوخویی باشد، هر که نیکو خوتر، وی صوفی‌تر. و خوی نیکو بر دو گونه باشد: یکی با خلق و دیگر با حق. نیکوخویی با حق رضا باشد به قضای وی و نیکوخویی با خلق حمل ثقل صحبت ایشان برای حق و این هر دو خود به طالب آن باز گردد. حق را تعالی صفت استغناست از رضای طالب و سخط طالب و این هر دو صفت اندر نظارهٔ وحدانیت وی بسته است.

مرتعش رحمهٔاللّه علیه گوید: «اَلصّوفیُّ لایَسبِقُ هِمَّتُه خُطْوَتَه البتّهٔ».

صوفی آن بود که اندیشهٔ وی با قدم وی برابر بود البته. ای جمله حاضر بود دل آن‌جا که تن، و تن آن‌جا که دل، قول آن‌جا که قدم، قدم آن‌جا که قول. و این نشان حضوری بود بی غیبت بر خلاف آن که گویند: «از خود غایب به حق حاضر.» لا، بل که «به حق حاضر و به خود حاضر.» و این، عبارت از جمع الجمع باشد؛ از آن‌چه تا رؤیت نبود به خود، غیبت نبود از خود و چون رؤیت برخاست حضوری بی غیبت است. و تعلق این معنی به قول شبلی است، رحمۀ اللّه علیه: «اَلصّوفیُّ لایَری فی الدّارینِ مَعَ اللّهِ غَیْرَ اللّهِ.» صوفی آن بود که اندر دو جهان هیچ نبیند به‌جز خدای عزّ و جلّ. و در جمله هستی بنده غیر بود و چون غیر نبیند خود را نبیند. و از خود بکلیت فارغ شود اندر حال نفی و اثبات خود.

جنید رحمۀاللّه علیه گوید: «اَلتصوّف مبنیٌّ علی ثمانِ خصالٍ: السَّخاءِ، و الرِّضاءِ، و الصّبرِ و الإشارۀِ و الغربۀِ، و لُبْسِ الصُّوفِ و السّیاحۀِ و الفقرِ. امّا السّخاءُ فلاِبراهیمَ و امّا الرّضاءُ فَلاِء سحقَ و امّاالصّبر فلأیّوبَ، و اما الإشارۀ فلِزَکریّا و اما الغربۀ فَلِیحیی، و امّا لُبسُ الصّوف فلِموسی، و امّا السّیاحۀُ فلِعیسی و امّا الفقرُ فَلِحمّدٍ، صلواتُ اللّهِ علیهم اجمعینَ«.

گفت: بنای تصوّف بر هشت خصلت است اقتدا به هشت پیغمبر، علیهم السّلام: به سخاوت به ابراهیم، و آن چندان بود که پسر فدا کرد؛ و به رضا به اسحاق که وی سر فدا کرد و به ترک جان عزیز خود بگفت؛ و به صبر به ایوب که اندر بلای کرمان صبر کرد؛ و به اشارت به زکریا که خداوند گفت: «اذنادی ربَّهُ نداءً خفیّاً(۳/مریم)»؛ و به غربت به یحیی که اندر وطن خود غریب بودو اندر میان خویشان از ایشان بیگانه؛ و به سیاحت به عیسی که اندر سیاحت خود چنان مجرد بود که جز کاسه‌ای و شانه‌ای نداشت چون بدید که کسی به

دو مشت آب می‌خورد کاسه بینداخت و چون بدید که به انگشتان تخلیل می‌کرد شانه بینداخت؛ و به لُبس صوف به موسی که همه جامه‌های وی پشمین بود؛ و به فقر به محمد علیهم السّلام که خدای عزّ و جلّ کلید همه گنجهای روی زمین بدو فرستاد و گفت: «محنت برخود منه و از این گنجها خود را تجمل ساز.» گفت:: «نخواهم. بارخدایا، مرا یک روز سیردار و یک روز گرسنه.»و این اصول اند رمعاملت سخت نیکوست.

حصری گوید، رحمهٔ اللّه علیه: «الصّوفیُّ لا یوجَدُ بعدَ عَدَمِه ولایُعْدَمُ بعدَ وُجودِه«. صوفی آن بود که هستی وی را نیستی نباشد و نیستی وی را هستی نه؛ یعنی آن‌چه بیابد مر آن را هرگز گم نکند و آن‌چه گم کند مر آن را هرگز نیابد. و دیگر معنیش آن بود که یافتش را هرگز نایافت نباشد و نایافتش را هرگز یافت نه. یا اثباتی بود بی نفی و یا نفیی بود بی اثبات. و مراد از جملهٔ این عبارات آن است که تا حال بشریت از کسی ساقط شود و شواهد جسمان از حق وی فایت گردد و نسبتش از کل منقطع گردد و یا سر بشریت اندر حق کسی ظاهر شود تا تفاریق وی اندر عین خود جمع گردد، از خود به خود قیام یابد وصورت این اندر دو پیغامبر علیهما السّلام ظاهر توان کرد: یکی موسی صلوات اللّه علیه که اندر وجودش عدم نبود، تا گفت: «ربِّ اشرَحْ لی صَدْری و یَسِّرْلی امری (۲۵و ۲۶/طه)»، و دیگر رسول ما صلّی اللّه علیه که اندر عدمش وجود نبود، تا گفتند: «أَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ (۱/الإنشراح).» یکی آرایش خواست و زینت طلب کرد و دیگر را بیاراستند و وی را خود خواست نه.

علی بن بُندار الصیرفی النّیسابوری گوید، رحمهٔ اللّه علیه: «التصوّف إسقاطُ الرُّؤیَهِ لِلْحَقِّ ظاهراً و باطناً«.

تصوّف آن بود که صاحب آن، ظاهراً و باطناً، خود را نبیند و جمله حق را بیند؛ از آن‌چه اگر به ظاهرنگری بر ظاهر نشان توفیق یابی چون نگاه کنی معاملت ظاهر اندر جنب توفیق حق تعالی به پر پشه‌ای نسنجد به ترک رؤیت ظاهر بگویی؛ و اگر به باطن نگری بر باطن نشان تأیید یابی چون نگاه کنی معاملت باطن اندر جنب تأیید حق به ذره‌ای نسنجد به ترک باطن بگویی، جمله مر حق را بینی. پس همه حق را بینی، خود را هیچ نبینی.

محمدبن احمد المُقری رحمةاللّه علیه گوید: «اَلتصوّف اسْتِقامَةُ الأحوال مَعَ الحقِّ«.

تصوّف استقامت احوال است با حق؛ یعنی احوال مر سر صوفی را از حال نگرداند و به اعوجاج اندر نیفکند؛ از آن‌چه کسی را که دل صید محول احوال باشد احوال او را از درجهٔ استقامت بنیفکند و از حق تعالی بازندارد.

**بخش: سوم**

آن‌چه گفته‌اند در معاملات:

ابوحفص حداد نیسابوری گوید، رحمةُ اللّه علیه: "اَلتصوّف کُلُّها آدابٌ. لِکُلِّ وقتٍ ادبٌ و لِکُلِّ مقامٍ ادبٌ و لِکُلِّ حالٍ ادبٌ. فَمَنْ لَزِمَ آدابَ الاوقاتِ بَلَغَ مَبْلَغَ الرِّجالِ و مَنْ ضَیَّعَ الآدابَ فَهُوَ بَعیدٌ مِنْ حَیْثُ یَظُنُّ الْقُرْبَ وَمَردودٌ مِنْ حَیْثُ یظنُّ القَبولَ."

تصوّف بجمله آداب است؛ که هر وقتی و مقامی و حالی را ادبی بود، که هر که ملازمت آداب اوقات کند به درجت مردان رسد و هرکه آداب ضایع کند او دور باشد از پندار به نزدیکی و مردود باشد از گمان بردن به قبول حق.

و بدین معنی قریب است ابوالحسن نوری رحمةُ اللّه علیه که گوید: "لَیْسَ التصوّف رسوماً ولاعلوماً ولکنّه اَخلاقٌ"

تصوّف رسوم و علوم نیست ولیکن اخلاق است؛ یعنی اگر رسوم بودی به مجاهدت حاصل شدی و اگر علوم بودی به تعلم به دست آمدی؛ لیکن اخلاق است، تا حکم آن از خود اندر نخواهی و معاملت آن با خود درست نکنی و انصاف آن از خود ندهی حاصل نگردد. و فرق میان رسوم و اخلاق آن است که رسوم فعلی بود به تکلف و اسباب؛ چنان‌که ظاهر به خلاف باطن بود، فعلی از معنی خالی و اخلاق فعلی بود محمود بی تکلف و اسباب، ظاهر موافق باطن از دعوی خالی.

مرتعش رحمهٔ اللّه علیه گوید: «اَلتصوّف حُسْنُ الْخُلْقِ».
تصوّف خلق نیکوست؛ و این بر سه گونه باشد: یکی با حق، به گزاردن اوامر حق بی ریا و دیگر با خلق به حفظ حرمت مهتران و شفقت بر کهتران و انصاف همجنسان و از جمله انصاف و عوض ناطلبیدن و سدیگر با خود، به متابعت هوی و شیطان ناکردن. هرکه اندر این سه معنی خود را درست کند از نیکخویان باشد، و این که یاد کردیم موافق است با آن که از عایشهٔ صدیقه رضی اللّه عنها پرسیدند که: «ما را خبرده از خلق پیغمبر، علیه السّلام.» گفت: «از قرآن برخوان کما قال اللّه، تعالی: خُذِ العَفْوَ وأمُر بِالعُرفِ وَأعْرِضْ عَنِ الجاهلین (۱۹۹/الأعراف).»

و هم مرتعش رحمهٔ اللّه علیه گوید: «هذا مَذْهَبٌ کُلُّهُ جِدٌّ، فَلاتُخَلِّطُوهُ بِشَیْءٍ مِن الْهَزْلِ«.
این مذهب تصوّف همه جد است مر آن را به هزل میامیزید و اندر معاملت مترسمان میاویزید و از اهل تقلید بدان بگریزید.

و چون عوام اندر اهل زمانه نگریستند و مر مترسمان متصوّفه را بدیدند و بر پای کوفتن و سرود گفتن و به درگاه سلطانیان رفتن و از برای لقمه و خرقه خصومات کردن ایشان مشرف

شدند، اعتقاد بجمله بد کردند و گفتند که: اصل این طریق همین است، و مقدمان هم بر این رفتهاند؛ و معلوم نگردانیده‌اند که زمانهٔ فترت است و روزگار بلا، لامحاله چون حرص مر سلطان را به جور افکند و طمع مر عالم را به فسق و ریا مر زاهد را به نفاق هر اینه هوی نیز مر صوفی را به پای کوفتن و سرود گفتن افکند. بدان که اهل طریقت‌ها تباه شوند اما اصل طریقت‌ها تباه نشود و بدان که گروهی از اهل هزل که هزل خود را اندر جد احرار پنهان کنند، جد ایشان هزل نشود.

و ابوعلی قرمیسنی گوید، رحمةاللّه علیه: «اَلتصوّف الاخلاقُ الرّضیّةُ«.

تصوّف اخلاق رضی است و کردار پسندیده آن بود که بنده اندر همه حال بسنده کار باشد، که رضی راضی بود.

ابوالحسن نوری رحمةُ اللّه علیه گوید: «اَلتصوّف هُوَ الحرّیّةُ و الفتوّةُ و ترکُ التّکلُّفِ و السَّخاءُ«.

تصوّف آزادیی بود که بنده از بند هوی آزاد گردد و فتوت آن بود که از دید فتوت مجرد شود، و ترک تکلف آن بود که اندر متعلقات و نصیب نکو شد و سخا آن که دنیا را به اهل دنیا بگذارد.

ابوالحسن فوشَنجه رحمةاللّه علیه گوید: «اَلتصوّف اَلْیَوْمَ اِسْمٌ بلا حقیقةٍ، و قد کانَ مِنْ قَبلُ حقیقةً بلا اِسمٍ«.

تصوّف امروز نامی است بی حقیقت و پیش از این حقیقتی بود بی اسم؛ یعنی اندر وقت صحابه و سلف این اسم نبود و معنی اندر هر کسی موجود بود و اکنون اسم هست و معنی نی؛ یعنی معاملت معروف بود و دعوی مجهول، اکنون دعوی معروف شد و معاملت مجهول.

اکنون این مقدار از تحقیق و مقالات مشایخ رحمهم اللّه اندر این کتاب بیاوردم اندر این باب تصوّف تا بر تو اسعدک اللّه طریق این گشاده گردد و مر منکران را گویی که: «مرادتان به انکار تصوّف چیست؟» اگر اسم مجرد را انکار کنند، باک نیست؛ که معانی اندر حق تسمیات بیگانه باشد. و اگر عین این معانی را انکار کنند، انکار کل شریعت پیغمبر علیه السّلام و خصال ستوده کرده باشند و من تو را وصیت کنم تا حق این را مراعات کنی و انصاف بدهی تا دعوی کوتاه کنی و به اهل این نیکو اعتقاد باشی، و باللّه التوفیق، و علیه التوکل و التصدیق.

****

# بخشِ دوم

# نظم

# امیری، ادیب الممالک



اصل نام: محمد صادق، پ: گازران ۱۲ اگست ۱۸۶۰ء –و: ۲۲ فروری ۱۹۱۸ یزد۔ والد: حاجی میرزا حسین فراهانی۔ دورِ مشروطیت کے شاعر، ادیب اور صحافی تھے۔ شاعری میں مہارت اور شہرت کے بعد مظفر الدین شاہ نے انہیں ادیب الممالک کا خطاب دیا۔ انہیں قصیدہ اور قطعہ کہنے میں زیادہ دلچسپی تھی۔ زیادہ تر تاریخی، قرآنی و اخلاقی مضامین بیان کیے ہیں۔ وہ "ادب" اخبار کے قیام کے ساتھ ہی صحافت کی دنیا میں باضابطہ طور پر داخل ہونے والے اولین شعرا میں سے ایک تھے اور تقریباً آخر عمر تک انہوں نے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ اخبار نویسی کا کام بھی جاری رکھا۔

**ادیب الممالک» دیوان اشعار» قصاید» شمارهٔ ۸۴–**

**قصیده وطنی**

تا کی ای شاعر سخن پرداز   می کنی وصف دلبران طراز
دفتری پر کنی ز موهومات   که منم شاعر سخن پرداز
ذم ممدوح گه کنی ز غرض   مدح مذموم گه کنی از آز
می زنی لاف گاهی از عرفان   وز حقیقت سخن کنی و مجاز
از پی وصف یار موهومی   گاه اطناب و گه دهی ایجاز
گوئی، ای رشک دلبران طراز   گوئی ای قبله گاه اهل نیاز
طره ات در مثل بود طرار   غمزه ات در صفت بود غماز
متماثل رخت بود با ماه   متمایل قدت بود از ناز
تلخ از حسرت توام شد کام   فاش از محنت توام شد راز
از فراقت بر آتش حسرت   چند باشم همی بسوز و گداز
چیست این حرفهای لاطایل   چیست این فکرهای دور و دراز
می نگوئی که این چه ژاژ بود   که بمیدانش آوری تک و تاز
این سخن را اگر بری بازار   نخرند از تواش به سیر و پیاز
غصه قیس و قصه لیلی   حرف محمود و سرگذشت ایاز
کهنه شد این فسانها یکسر   کن حدیث نوی ز سر آغاز
بگذر از این فسون و این نیرنگ   دیگر از این سخن فسانه مساز

گر هوای سخن بود به سرت — از وطن بعد از این سخن گو باز
هوس عشق بازی ار داری — با وطن هم قمار عشق بباز
از وطن نیست دلبری بهتر — بوطن دل بده ز روی نیاز
شاهد شوخ دلفریب وطن — با رقیب خطر شده دمساز
در اصول ترقیات وطن — شعر برگو گزیده و ممتاز
پیش از وقت چاره باید گرد — که در فتنه بر وطن شده باز
تا بکی در جهالت و غفلت — نشناسی نشیب خود ز فراز
چیست اسلام در بر کفار — طعمه ای پیش روی خیل گراز
مایه هر سعادتی علم است — بخدای علیم بی انباز
کی ترقی ند کسی بی علم — مرغ بی بال چون کند پرواز
علم تحصیل کن که سلم علم — از نشیبت برد بسوی فراز

****



# پروین اعتصامی

اصل نام: رخشندہ اعتصامی، پیدائش: تبریز ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء - وفات: ۱۴۱۱پریل ۱۹۴۱ء قم

والد: یوسف اعتصامی آشتیانی جو قاچار دور کے مشہور شخصیات اور مشہور مصنفین اور مترجموں میں سے تھے۔ پروین نے تہران امریکن اسکول سے تعلیم حاصل کی اور وہاں پڑھانا شروع کیا۔ شوہر سے علیحدگی کے بعد وہ کتاب خانہ دانشسرائی عالی کے لائبریرین رہی۔ انہوں نے زیادہ تر سماجی، اخلاقی، اور نسائی مضامین پیش کئے ہیں۔ وہ اپنے کلام میں شعری مناظرہ کے سبب مشہور ہیں۔ ان کی چند معروف نظمیں: اشکِ یتیم، در تعزیتِ پدر، زن در ایران، پند و نصیحت، ای مرغک، آرزوی پرواز، متاع جوانی وغیرہ ہیں۔

## مثنوی

## زن در ایران

زن در ایران، پیش از این گویی که ایرانی نبود
پیشه‌اش، جز تیره‌روزی و پریشانی نبود

زندگی و مرگش اندر کنج عزلت می‌گذشت
زن چه بود آن روزها، گر زآن که زندانی نبود

کس چو زن اندر سیاهی قرنها منزل نکرد
کس چو زن در معبد سالوس، قربانی نبود

در عدالتخانه انصاف زن شاهد نداشت
در دبستان فضیلت زن دبستانی نبود

دادخواهیهای زن می‌ماند عمری بی‌جواب
آشکارا بود این بیداد؛ پنهانی نبود

بس کسان را جامه و چوب شبانی بود، لیک
در نهاد جمله گرگی بود؛ چوپانی نبود

از برای زن به میدان فراخ زندگی
سرنوشت و قسمتی جز تنگ‌میدانی نبود

نور دانش را ز چشم زن نهان می‌داشتند
این ندانستن، ز پستی و گرانجانی نبود

زن کجا بافنده میشد، بی نخ و دوک هنر
خرمن و حاصل نبود، آنجا که دهقانی نبود

میوه‌های دکهٔ دانش فراوان بود، لیک
بهر زن هرگز نصیبی زین فراوانی نبود

در قفــس مــی‌آرمیــد و در قفــس مــی‌داد جــان
در گلســـتان نـــام ازیـــن مـــرغ گلســـتانی نبـــود

بهـــر زن تقلیـــد تیـــه فتنـــه و چـــاه بلاســـت
زیـرک آن زن، کـو رهـش ایـن راه ظلمـانی نبـود

آب و رنـــگ از علـــم مـــی‌بایســـت، شـــرط برتـــری
بـــا زمـــرد یـــاره و لعـــل بدخشـــانی نبـــود

جلوهٔ صد پرنیـان، چـون یـک قبـای سـاده نیسـت
عـــزت از شایســـتگی بـــود از هوســـرانی نبـــود

ارزش پوشـــانده کفـــش و جامـــه را ارزنـــده کـــرد
قـــدر و پســـتی، بـــا گرانـــی و بـــه ارزانـــی نبـــود

ســـادگی و پـــاکی و پرهیـــز یـــک یـــک گوهرنـــد
گـــوهر تابنـــده تنهـــا گـــوهر کـــانی نبـــود

از زر و زیـور چـه سـود آنجـا کـه نـادان اسـت زن
زیـــور و زر، پـــرده‌پـــوش عیـــب نـــادانی نبـــود

عیبهـــا را جامـــهٔ پرهیـــز پوشـــانده‌ســـت و بـــس
جامـــهٔ عجـــب و هـــوی بهتـــر ز عریـــانی نبـــود

زن، سبکسـاری نبینـد تـا گرانسـنگ اسـت و بـس
پـــاک را آســـیبی از آلـــوده دامـــانی نبـــود

زن چو گنجور است و عفت گنج و حـرص و آز دزد
وای اگـــر آگـــه ز آیـــین نگهبـــانی نبـــود

اهـــرمن بـــر ســـفرهٔ تقـــوی نمیشـــد میهمـــان

زآن کـه مـی‌دانسـت کآنجـا جـای مهمـانی نبـود

پـا بـه راه راسـت بایـد داشـت، کانـدر راه کـج
توشـه‌ای و رهنـوردی، جـز پشـیمانی نبـود

چشـم و دل را پـرده میبایسـت امـا از عفـاف
چـادر پوسـیده، بنیـاد مسـلمانی نبـود

خسـروا، دسـت توانـای تـو، آسـان کـرد کـار
ورنـه در ایـن کـار سـخت امیـد آسـانی نبـود

شه نمی‌شد گـردر ایـن گمگشـته کشـتی ناخـدای
سـاحلی پیـدا از ایـن دریـای طوفـانی نبـود

بایـد ایـن انـوار را پـروین بـه چشـم عقـل دیـد
مهـر رخشـان را نشـاید گفـت نـورانی نبـود

****

# دکتر اقبال لاهوری



(آپ کا مختصر تعارف اگلے اوراق میں موجود ہے)

## مکالمہ: پروانہ و کرمِ کتابی

شنیدم شبی در کتب خانهٔ من
به پروانه می گفت کِرمِ کتابی

به اوراق سینا نشیمن گرفتم
بسی دیدم از نسخهٔ فاریابی

نفهمیده ام حکمت زندگی را
همان تیره روزم ز بی آفتابی

نکو گفت پروانهٔ نیم سوزی
که این نکته را در کتابی نیابی

تپش می کند زنده تر زندگی را
تپش می دهد بال و پر زندگی را

***



## ملک الشعرا
# محمد تقی بهار

اصل نام: مرزا محمد تقی، تخلص: بہار۔ پیدائش: ۷ نومبر ۱۸۸۶ء مشہد۔ فوت : ۲۱ اپریل ۱۹۵۱ء تہران۔ والد کا نام: محمد کاظم صبوری۔ بہار شاعر ہونے کے علاوہ محقق، ادیب، معلم، مدیر اخبار اور سیاست مدار تھے۔ والد کی وفات کے بعد کلام کی اصلاح ادیب نیشاپوری سے لی۔ آصف الدولہ غلام رضا خاں کے توسط سے مظفر الدین شاہ نے ملک الشعراء کا خطاب عطا کیا۔ ۱۹۰۶ء میں ایران میں مشروطیت کا آغاز ہوا، تو انقلابیوں کے گروہ میں شامل ہو گئے اور آزادی پر مقالات اور نظمیں لکھیں۔ "نوبہار" اور "دانشکدہ" اخبارات جاری کیے۔ پانچ بار مجلس شوری ملی کے نمائندے منتخب ہوئے۔ رضا شاہ پہلوی کے عہد میں سیاست سے کنارہ کش ہو کر تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔ دار المعلمین عالی اور تہران یونیورسٹی میں پروفیسر بھی رہے۔ کچھ عرصہ وزارتِ تعلیمات کا عہدہ بھی سنبھالا۔ بہت سی علمی و ادبی اور تحقیقی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ سبک شناسی، شعر در ایران، منظومہ چہار خطابہ، دیوان اشعار وغیرہ آپ کی معروف تخلیقات ہیں۔

## غزل

من نگویم که مرا از قفس آزاد کنید
قفسم برده به باغی و دلم شاد کنید

فصل گل می‌گذرد ، هم‌نفسان بهر خدا
بنشینید به باغی و مرا یاد کنید

عندلیبان! گل سوری به چمن کرد ورود
بهر شاباش قدومش همه فریاد کنید

یاد از این مرغ گرفتار کنید ای مرغان
چون تماشای گل و لاله و شمشاد کنید

هرکـه دارد ز شـما مـرغ اسـیری بـه قفـس
بـرده در بـاغ و بـه یـاد مـنش آزاد کنیـد

آشیان من بیچـاره اگـر سوخت چـه بـاک
فکـر ویـران شـدن خانـهٔ صـیاد کنیـد

شمع اگر کشـته شـد از بـاد مداریـد عجـب
یـاد پروانـهٔ هسـتی شـده بـر بـاد کنیـد

بیستون بـر سـر راه اسـت مبـاد از شـیرین
خبـری گفتـه و غمگـین دل فرهـاد کنیـد

جـور و بیـداد کنـد عمـر جوانـان کوتـاه
ای بزرگـان وطـن بهـر خـدا داد کنیـد

گـر شـد از جـور شـما خانـهٔ مـوری ویـران
خانـهٔ خـویش محالسـت کـه آبـاد کنیـد

کـنج ویرانـهٔ زنـدان شـد اگـر سـهم بهـار
شـکر آزادی و آن گـنج خـداداد کنیـد

****

# پژمان بختیاری



اصل نام: حسین بختیاری۔ تخلص: پژمان۔ پ: ۲۶ نومبر ۱۹۰۰ء تہران۔ و: ۲۴ نومبر ۱۹۷۴ء تہران۔ والد کا نام: علیمراد خان میر پنج بختیاری۔ پژمان ایران کے ایک برگزیدہ شاعر، ادیب، مترجم اور ترانہ سرا تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد تہران میں سن لوئی مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ ترانہ گوئی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ نظم ونثر میں ان کے بہت سے آثار ملتے ہیں۔ تاریخ پست وتلگراف در ایران، زن بی چارہ، کویر اندیشہ وغیرہ ان کے معروف آثار ہیں۔

## غزل

رسید پیری و افسانه ی شباب گذشت
چنان گذشت که گویی مگر به خواب گذشت

بهای عهد جوانی شناختم روزی
که پیری آمد و نیرو شد و شباب گذشت

در انتخاب هدف آنقدر دقیق شدم
که عمر طی شد و دوران انتخاب گذشت

به جستجوی پل اندر کنار جو ماندم
ولیک عمر به دیوانگی ز آب گذشت

ز دیر جوشی طبع و ز زود رنجی دل
حیات من همه در عزلت و عذاب گذشت

درون حجب هنر پوش خود نهان گشتم
زضعف و هستی من جمله در حجاب گذشت

نباشدم خبر از سرگذشت خود گویی

دو روزه عمر سبک سیر من به خـواب گذشـت

زکاخهـا کــه برافراشـــتم بــه دســـت خیـــال
چه بود حاصل عمـری کـه در خـراب گذشـت

حساب سود و زیان را چه حاصـل اسـت امـروز
کـه ورشکسـتم و کـار مـن از حسـاب گذشـت

هــوای خوانــدن افســانه ی حیـــاتم نیســـت
چــرا کــه فصـل دلاویـز ایـن کتـاب گذشـت

****



## عارف قزوینی

نام: بوالقاسم عارف قزوینی۔ پیدائش: ۱۸۴۳ء، قزوین۔ وفات: جنوری ۱۹۳۴ء ہمدان۔
آپ سیاسی، وطنی، عاشقانہ شاعری اور تصنیف کے سبب کافی مشہور ہیں۔ آئینی دور اور پہلی جنگ عظیم کے دوران لکھی جانے والی "از خون جوانان وطن لالہ دمیدہ"۔ "گریہ کن پس از مرگ" آپ کی اہم نظمیں ہیں۔ چونکہ عارف کی اکثر نظمیں اس وقت کے حالات کے بارے میں تھیں، اس لیے ان کا اس زمانہ پر بڑا اثر تھا۔ عارف ان اولین لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے ایران میں کنسرٹ منعقد کیا۔ ان کی محفلیں ہمیشہ پر ہجوم رہتی تھیں۔ آپ کی تخلیقات کی فہرست بہت طویل ہے۔ جنوری ۱۹۳۴ء میں دنیا کو خیر باد کہہ گئے۔

## ناله مرغ

نالـه مـرغ اسـير ايـن همـه بهـر وطـن اسـت
مسـلک مـرغ گرفتـار قفـس همچـو مـن اسـت

همـت از بـاد سـحر مـی طلـبم گـر ببـرد
خبر از من به رفيقی کـه بـه طـرف چمـن اسـت

فکـری ای هموطنـان در ره آزادی خـويش
بنماييـد کـه هـرکس نکنـد مثـل مـن اسـت

خانـه ای کـو شـود از دسـت اجانـب آبـاد
ز اشک ويران کنش آن خانه که بيت الحزن است

جامـه ای کـو نشـود غرقـه بـه خـون بهـر وطـن
بدر آن جامه که ننـگ تـن و کـم از کفـن اسـت

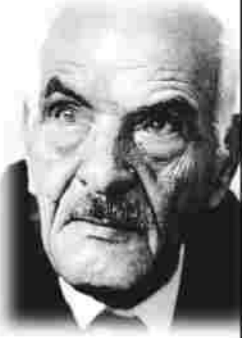
جامـه زن بـتن اولـی تـر اگـر آيـد غيـر
ز آنکه بيچـاره در ايـن مملکـت امـروز زن اسـت

آن کسـی را کـه در ايـن ملـک سـليمان کـرديم
ملـت امـروز يقـين کـرد کـه او اهـرمن اسـت

همـه اشـراف بوصـلت خـوش همچـون خسـرو
رنجبـر در غـم هجـران تـو چـون کـوهکن اسـت

عـارف از حـزب دمـوکرات خلاصـی چـون مـور
مطلـب ز آنکـه خلاصـی تـو انـدر لگـن اسـت

# حبیب یَغمائی



نام: حبیب یغمائی، تخلص: حبیب، اسم پدر: حاجی مرزا اسد اللہ۔
ولادت: ۱۹۰۱ء خور، ضلع جندق ایران۔ وفات: ۱۹۸۴ء۔ آپ یغمائی جندقی کے بھتیجے تھے۔ خور سے تہران آکر ہائر ٹیچرس ٹریننگ کالج میں تعلیم مکمل کر کے وزارت تعلیم میں ملازمت کی۔ سرکاری پالیٹکنک، دار الفنون اور دیگر کئی اسکولوں میں فارسی زبان وادب کی تدریس میں مشغول رہے۔ بعد میں رسالہ " آموزش وپرورش " کے ایڈیٹر بھی رہے۔ اپنا ایک رسالہ " یغما " بھی سات سال تک نکالتے رہے۔

تمام اصناف سخن پر آپ کو یکساں قدرت حاصل تھی ان کی بعض غزلیں اور قطعے آج بھی ادبی شاہکاروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ " شرح حال یغما " "دخمۂ ارغون " اور " تصحیح گرشاسب نامہ " آپ کی معروف تصانیف ہیں۔

## غزل

غیر عزم خویشتن از کس مددکاری مجوی
خود غم خود خور ، ز مردم رسم غمخواری مجوی

مرگ بهتر مرد را از تهمت دون فطرتان
همت ار یاری کند زین مردمان یاری مجوی

آزمودستم که احسان نیست احسان را جزا
خود به پاداش نکوکاری ، نکوکاری مجوی

آنکه ما را بهر خود خواهد نه خود را بهر ما
گر وفاداری به او کردی وفاداری مجوی

در دو دنیا بار غم سنگین شود از مال و زر
ای برادر تا توانی جز سبکباری مجوی

پستی و بالائی گیتی فزون است ای حبیب
در غم و پیچ طریق عمر همواری مجوی

***



# رشید یاسمی

نام: غلام رضا رشید یاسمی، پ: ۱۹ نومبر ۱۸۹۶ء والا ہو کرمانشاہ۔ و: ۹ مئی ۱۹۵۱ء تہران۔

آپ ایک اچھے شاعر، ادیب اور مترجم کی حیثیت سے ابھرے۔ کرمانشاہ اور تہران میں تعلیم حاصل کی۔ شعر کہنے میں زیادہ دلچسپی تھی۔ انہوں نے اپنے اشعار میں سماجی، فکری اور ثقافتی تبدیلیوں کی عکاسی کی۔ نوجوانی میں ہی انہوں نے قدیم فارسی شاعری کے فریم ورک اور معیارات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی۔ نظم ونثر میں ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔

جوانی چیست مرغی بر سر شاخ　　همیشه مست و بی آرام و گستاخ
از این شاخه بدیگر شاخه پرواز　　امیدش عاشقی و قوتش آواز
جهان در چشم او باغی که آن باغ　　گلشن بی خار باشد لاله بی داغ
نه گل تنها بر او خندان شب و روز　　ز گل خندان تر اورا بخت فیروز
وزد ناگه خزانی باد پیری　　دگرگون سازد آن لذت پذیری
بماند گل بجای و شاخ بر جای　　همان سرو ستاده بر یکی پای
ولیکن آن ضمیر شادمان کو　　دلی از سرو و گل شادی ستان کو
میان شاخ ساری از نظر دور　　شود آن مرغ پیری دیده، مستور
ز بستان جهان بر بسته دیده　　بخود چون کِرم ابریشم تنیده
همی گوید بگوش دل نهانی　　که ای سر چشمهٔ عشق و جوانی
بیا بار دگر خوش باش از آن پیش　　که نتوانیم یاد آوردن از خویش
چو کرد این خواهش از دل مرغ مایوس　　بگوشش ناله ای آید که افسوس ....

****

# احمد گلچین معانی



نام: احمد گلچین معانی۔ شاعر، مصحح، ادیب
پیدائش: ۸ جنوری ۱۹۱۷ء تہران۔ وفات: ۱۰ مئی ۲۰۰۰ء
گلچین نے تحصیل علم کے بعد کئی جگہوں پر کام کیا، 13 سال کی عمر میں ہی شاعری شروع کی تھی اور 15 سال کی عمر میں انہوں نے باضابطہ طور پر شاعری کے میدان میں قدم رکھا اور ان کی تخلیقات نسیم شمال اور توفیق اخبارات میں شائع ہوئیں۔ گلچین معانی کو امیری فیروز کوہی اور رہی معیری کے ساتھ روابط تھے۔ ۱۹۳۵ء میں وہ حکیم نظامی ادبی انجمن میں شامل ہوئے۔ ۱۹۸۶ء میں مشہد یونیورسٹی میں فارسی زبان وادب کے پوسٹ گریجویٹ اور ڈاکٹریٹ کورسز کے طلباء کو پڑھانے کی دعوت ملی۔ مختلف رسائل میں آپ کے بہت سے ادبی، تاریخی اور کتابشناسی کے مضامین شائع ہوئے ہیں۔ دس ہزار اشعار پر مشتمل آپ کا دیوان شائع ہو چکا ہے جس میں غزلیات، قصاید، ترکیبات، مقطعات، مثنویات، رباعیات، مراثی و تواریخ، اخوانیات، مطایبات، فکاهیات و متفرقات شامل ہیں۔

## فسانه

گذر کردم از کوی کاغذ فروشان — بهر گوشه بس کاغذ انبار دیدم
وز آنجمله کاغذ بسی دسته دسته — بدست گروهی خریدار دیدم
من از صورت حال با چشم معنی — سر انجام هر یک پدیدار دیدم
یکی را بمکتب درون رقعه رقعه — بسر عشر خوانی گرفتار دیدم
یکی را بدست وقایع نگاری — نگهبان تاریخ اعصار دیدم
یکی را پی گمرهی بر نبشته — وزو روز روشن شب تار دیدم
یکی را بفکرت ز اندرز و حکمت — سزاوار تهذیب افکار دیدم
یکی را بدشنام آزاد مردان — سیه رو ز دستی سیه کار دیدم
یکی را همه نامه شوق خواندم — یکی را حدیث دل زار دیدم
یکی را ز اندیشه ژاژ خائی — سبک قدر همچون خس و خار دیدم
یکی را هم آخر بپندار گلچین — ز گلهای معنی چو گلزار دیدم

****

# غزلیاتِ اقبال لاہوری

## انتخاب از:

## پیام مشرق ( مے باقی )

**اصل نام: محمد اقبال: ۱۸۷۷ء تا ۱۹۳۸ء**

اقبال ایک مفکر، مصلح، فلسفی، دانشور، ماہر تعلیم، سیاست مدار اور ایک بہترین شاعر تھے۔ اردو اور فارسی زبان کو اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ دوسرے شعرا کے بہ نسبت آپ کا کلام فکر انگیز، تحرک خیز، جمود شکن، انقلابی اور اصلاحی نظر آتا ہے۔

علامہ محمد اقبال لاہوری : 9 نومبر 1877ء میں پنجاب کے شہر سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے لاہور میں تعلیم حاصل کی اور پھر کیمبرج اور میونخ جرمنی میں فلسفہ اور قانون کی تعلیم حاصل کی۔ پھر وہ لاہور واپس آئے اور وکیل بن گئے۔ آپ نے فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شاعری کی ہے۔۔ ایران میں آپ اقبال لاہوری کے نام سے معروف ہیں۔ فارسی میں آپ کی معروف مثنویاں "اسرار خودی" اور" رموزِ بے خودی" ہیں اس کے علاوہ آپ کے فارسی کلام میں پیام مشرق، زبور عجم، گلشن راز جدید، جاوید نامہ، ارمغان حجاز وغیرہ بھی شامل ہیں۔ آپ نے شاعری میں تقریباً وہ تمام موضوعات چھیڑے ہیں جن کا تعلق انسان کی دنیاوی اور اخروی زندگی سے ہے، جن میں تعمیر خودی اور اصلاح امتِ مسلمہ کا عنصر زیادہ غالب نظر آتا ہے۔ انہوں نے 1938ء میں دنیا کو الوداع کہا۔

**دکتراقبال۔۔غزل**۱۔

بهار تا بـه گلستان کشید بزم سرود
نوای بلبل شوریده چشم غنچه گشود

گمان مبر کـه سرشتند در ازل گل ما
کـه ما هنوز خیالیم در ضمیر وجود

به علم غره مشو کار مـی کشی دگر است
فقیـه شـهر گریبان و آستین آلـود

بهار ، برگ پراکنده را بهم بر بست
نگاه ماست کـه بر لالـه رنگ و آب افزود

نظر بخویش فروبسته را نشان این است
دگر سخن نسراید ز غایب و موجود

شبی بـه میکده خوش گفت پیر زنده دلی
بـه هر زمانـه خلیل است و آتش نمرود

چـه نقشها کـه نبستم بـه کارگاه حیات
چـه رفتنی کـه نرفت و چـه بودنی کـه نبود

بـه دیریان سخن نرم گو کـه عشق غیور
بنای بتکده افکند در دل محمود

بخاک هند نوای حیات بی اثر است
کـه مرده زنده نگردد ز نغمـه داودؑ

❊❊❊❊

## غزل ۲-

حلقـه بسـتند سـر تربـتِ مـن نوحـه گـران
دلبران، زهـره وَشـَان، گـل بـدنان، سـیمبران

در چمـن قافلـهٔ لالـه و گـل رخـت گشـود
از کجا آمـده انـد ایـن همـه خـونین جگـران

ای که در مدرسه جوئی ادب و دانش و ذوق
نخـرد بـاده کـس از کارگـه شیشـه گـران

خـرد افـزود مـرا درس حکیمـان فرنـگ
سـینه افروخـت مـرا صـحبت صـاحبنظران

بر کش آن نغمه که سرمایه آب و گل تست
ای ز خـود رفتـه تهـی شـو ز نـوای دگـران

کـس ندانسـت کـه مـن نیـز بهـائی دارم
آن متـاعم کـه شـود دسـت زد بـی بصـران

***

## غزل ۳-

مـی تراشـد فکـر مـا هـر دم خداونـدی دگـر
رسـت از یـک بنـد تـا افتـاد در بنـدی دگـر

بـر سـر بـام آن ، نقـاب از چهـره بیباکانـه کـش
نیسـت در کـوی تـو چـون مـن آرزومنـدی دگـر

بسـکه غیـرت میبـرم از دیـدهٔ بینـای خـویش
از نگـه بـافم بـه رخسـار تـو رو بنـدی دگـر

یک نگه یک خندهٔ دزدیده یک تابنده اشک
بهـر پیمـان محبـت نیسـت سـو گندی دگـر

عشـق را نـازم کـه از بیتـابی روز فـراق
جـان مـا را بسـت بـا درد تـو پیونـدی دگـر

تـا شـوی بیبـاک تـر در نالـه ای مـرغ بهـار
آتشـی گیـر از حـریم سـینه ام چنـدی دگـر

چنگ تیموری شکست آهنگ تیموری بجاست
سـر بـرون مـی آرد از سـاز سـمرقندی دگـر

ره مـده در کعبـه ای پیـر حـرم اقبـال را
هـر زمـان در آسـتین دارد خداونـدی دگـر

****

## غزل-۴

مرا ز دیدۀ بینا شکایت دگر است
که چون بجلوه در آئی حجاب من نظر است

به نوریان ز من پا به گل پیامی گوی
حذر ز مشت غباری که خویشتن نگر است

نوا زنیم و به بزم بهار می سوزیم
شرر به مشت پر ما ز نالۀ سحر است

ز خود رمیده چه داند نوای من ز کجاست
جهان او دگر است و جهان من دگر است

مثال لاله فتادم بگوشۀ چمنی
مرا ز تیر نگاهی نشانه بر جگر است

به کیش زنده دلان زندگی جفا طلبی است
سفر به کعبه نکردم که راه بی خطر است

هزار انجمن آراستند و بر چیدند
درین سراچه که روشن ز مشعل قمر است

ز خاک خویش به تعمیر آدمی بر خیز
که فرصت تو بقدر تبسم شرر است

اگر نه بوالهوسی با تو نکته ئی گویم
که عشق پخته تر از ناله های بی اثر است

نوای من به عجم آتش کهن افروخت
عرب ز نغمۀ شوقم هنوز بی خبر است

## غزل-۵

بـه ایـن بهانـه دریـن بـزم محرمـی جـویم
غـزل سـرایم و پیغـام آشـنا گـویم

بخلوتی که سخن می شود حجاب آنجا
حـدیث دل بـه زبـان نگـاه مـی گـویم

پـی نظـارهٔ روی تـو مـی کـنم پـاکش
نگاه شوق به جوی سرشک می شویم

چو غنچه گرچه به کارم گره زنند ولی
ز شـوق جلـوه گـه آفتـاب مـی رویـم

چو موج ساز وجودم ز سیل بی پرواست
گمان مبر که درین بحر ساحلی جویم

میانـه مـن و او ربـط دیـده و نظـر اسـت
کـه در نهایـت دوری همیشـه بـا اویـم

کشـید نقـش جهـانی بـه پـردهٔ چشـمم
ز دسـت شـعبده بـازی اسـیر جـادویم

درون گنبـد در بسـته اش نگنجیـدم
مـن آسـمان کهـن را چـو خـار پهلـویم

بـه آشـیان ننشـینم ز لـذت پـرواز
گهـی بـه شـاخ گلـم گـاه بـر لـب جـویم

## غزل — ٦

خیز و نقاب بر گشا پردگیان ساز را
نغمۀ تازه یاد ده مرغ نوا طراز را

جاده ز خون رهروان تختۀ لاله در بهار
ناز که راه میزنند قافله نیاز را

دیدۀ خوابناک او گر به چمن گشوده ئی
رخصت یک نظر بده نرگس نیم باز را

حرف نگفتۀ شما بر لب کودکان رسید
از من بی زبان بگو خلوتیان راز را

سجدۀ تو بر آورد از دل کافران خروش
ایکه دراز تر کنی پیش کسان نماز را

گرچه متاع عشق را عقل بهای کم نهد
من ندهم به تخت جم آه جگر گداز را

برهمنی به غزنوی گفت کرامتم نگر
تو که صنم شکسته ئی بنده شدی ایاز را



## غزل – ۷

بـه ملازمـان سـلطان خبـری دهـم ز رازی
کـه جهـان تـوان گـرفتن بنـوای دلگـدازی

به متاع خود چه نازی که بشهر دردمندان
دل غزنـوی نیـرزد بـه تبسـم ایـازی

همـه نـاز بـی نیـازی همـه سـاز بینـوائی
دل شـاه لـرزه گیـرد ز گـدای بـی نیـازی

ز مقام من چه پرسی بـه طلسـم دل اسـیرم
نـه نشـیب مـن نشـیبی نـه فـراز مـن فـرازی

ره عاقلی رهـا کـن کـه بـه او تـوان رسـیدن
بـه دل نیازمنـدی بـه نگـاه پاکبـازی

بـه ره تـو ناتمـامم ز تغافـل تـو خـامم
من و جان نیم سوزی تو و چشم نـیم بـازی

ره دیـر تختـهٔ گـل ز جبـین سـجده ریـزم
که نیاز مـن نگنجـد بـه دو رکعـت نمـازی

ز سـتیز آشـنایان چـه نیـاز و نـاز خیـزد
دلکـی بهانـه سـوزی نگهـی بهانـه سـازی

****

# غزل – ۸

بیا که ساقی گلچهره دست بر چنگ است
چمن ز باد بهاران جواب ارژنگ است

حنا ز خون دل نو بهار می بندد
عروس لاله چه اندازه تشنه رنگ است

نگاه میرسد از نغمه دل افروزی
به معنیی که برو جامه سخن تنگ است

به چشم عشق نگر تا سراغ او گیری
جهان بچشم خرد سیمیا و نیرنگ است

ز عشق درس عمل گیر و هر چه خواهی کن
که عشق جوهر هوش است و جان فرهنگ است

بلند تر ز سپهر است منزل من و تو
براه قافله خورشید میل فرسنگ است

ز خود گذشته ئی ای قطره محال اندیش
شدن به بحر و گهر برنخاستن ننگ است

تو قدر خویش ندانی بها ز تو گیرد
و گرنه لعل درخشنده پاره سنگ است

****

# غزل-۹

صورت نپرستم من بتخانه شکستم من
آن سیل سبک سیرم هر بند گسستم من

در بود و نبود من اندیشه گمانها داشت
از عشق هویدا شد این نکته که هستم من

در دیر نیاز من در کعبه نماز من
زنار بدوشم من تسبیح بدستم من

سرمایه درد تو غارت نتوان کردن
اشکی که ز دل خیزد در دیده شکستم من

فرزانه به گفتارم دیوانه به کردارم
از باده شوق تو هشیارم و مستم من



## غزل – ۱۰

از مـا بگـو سـلامی آن تـرک تنـد خـو را
کـاتش زد از نگـاهی یـک شـهر آرزو را

این نکته را شناسد آندل که دردمند است
من گرچه توبه گفتم نشکسته ام سبو را

ای بلبـل از وفـایش صـد بـار بـا تـو گفتم
تـو در کنـار گیـری بـاز ایـن رمیـده بـو را

رمـز حیـات جـوئی جـز در تـپش نیـابی
در قلـزم آرمیـدن ننـگ اسـت آب جـو را

شـادم کـه عاشـقان را سـوز دوام دادی
درمـان نیافریـدی آزار جسـتجو را

گفتـی مجـو وصـالم بـالاتـر از خیـالم
عـذر نـو آفریـدی اشـک بهانـه جـو را

از نالـه بـر گلسـتان آشـوب محشـر آور
تا دم به سـینه پیچـد مگـذار هـای و هـو را

****

# انتخاب از:
# شعر کلاسیک
# Classical poetry



## قاآنی

اصل نام: میرزا حبیب اللہ شیرازی، تخلص: قاآنی، والد: میرزا محمد علی گلشن۔

پیدائش: ۲۰ اکتوبر ۱۸۰۸ء شیراز، ___ وفات: ۳ مئی ۱۸۵۴ء۔

قاآنی کو قاجار دور کے ممتاز شاعروں میں شمار کیا جاتا ہے، گیارہ سال کی عمر میں اپنے والد سے محروم ہو گئے ۔ اپنے خاندان کے ساتھ غربت اور تنگدستی کے شکار ہو گئے لیکن غربت اور تنگدستی کے باوجود وہ اپنی تعلیم جاری رکھنے سے باز نہ آئے۔ کچھ عرصہ اصفہان میں گزارا۔ ریاضی اور اسلامیات کی تعلیم حاصل کی اور شیراز واپس آکر عروض اور دیوان خاقانی ،انوری کی شرح میں لگ گئے۔ قاآنی نے عربی اور فارسی ادب میں کافی مہارت حاصل کی تھی اور اسے حکمت میں بڑی دلچسپی تھی، البتہ بطور شاعر ان کی شہرت نے ان کے حکیم اور سائنسدان کے مقام کو پنہاں کر دیا۔ حکمت میں وہ ملا صدرا اور حاج ملاہادی سبزواری کے برابر اور مرتضٰی انصاری کے برابر سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ فتح علی شاہ نے ان کا لقب "مجتہد الشعراء" رکھا۔ قاآنی غالباً پہلا ایرانی شاعر ہے جس نے فرانسیسی زبان پر عبور حاصل کیا تھا اور وہ ریاضی، کلام اور منطق میں بھی ماہر تھے۔ روان اور عام فہم ترکیب بند اور مسمط گوئی میں ان کو بڑی مہارت تھی ۔ دیوان اشعار کے علاوہ ان کی ایک معروف کتاب " پریشان" ہے جو گلستان سعدی کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ وہ تہران میں حرم شاہ عبدالعظیم میں مدفون ہیں۔

## قاآنی

### قصیده: در مدح امیر کبیر میرزاتقی خان رحمه‌اللّٰه گوید

نسیم خلد می‌وزد مگر ز جویبارها | که بوی مشک می‌دهد هوای مرغزارها
فراز خاک و خشت‌ها دمیده سبز کشت‌ها | چه کشت‌ها بهشت‌ها نه ده نه صد هزارها
به چنگ بسته چنگ‌ها بنای هشته رنگ‌ها | چکاوها کلنگ‌ها تذروها هزارها
ز نای خویش فاخته دوصد اصول ساخته | ترانه‌ها نواخته چو زیر و بم تارها
ز خاک رسته لاله‌ها چو بسدین پیاله‌ها | به برگ لاله ژاله‌ها چو در شفق ستارها
فکنده‌اند همهمه کشیده‌اند زمزمه | به شاخ سروبن همه چه کبک‌ها چه سارها
نسیم روضه ارم جهد به مغز دم‌بدم | ز بس دمیده پیش هم به طرف جویبارها
بهارها بنفشه‌ها شقیق‌ها شکوفه‌ها | شمامه‌ها خجسته‌ها اراک‌ها عرارها
ز هر کرانه مست‌ها پیاله‌ها به دست‌ها | ز مغز می‌پرست‌ها نشانده می خمارها
ز ریزش سحاب‌ها بر آب‌ها حباب‌ها | چو جوی نقره آب‌ها روان در آبشارها
فراز سرو بوستان نشسته‌اند قمریان | چو مقریان نغزخوان به زمردین منارها
فکنده‌اند غلغله دوصد هزار یکدله | به شاخ گل پی گله ز رنج انتظارها
درخت‌های بارور چو اشتران باربر | همی ز پشت یکدگر کشیده صف قطارها
مهارکش شمالشان سحاب‌ها رحالشان | اصولشان عقالشان فروعشان مهارها
درین بهار دلنشین که گشته خاک عنبرین | ز من ربوده عقل و دین نگاری از نگارها
رفیق‌جو شفیق‌خو عقیق‌لب شقیق‌رو | رقیق‌دل دقیق‌مو چه مو ز مشک تارها
به طره کرده تعبیه هزار طبله غالیه | به مژه بسته عاریه برنده ذوالفقارها
مهی دو هفت سال او سواد دیده خال او | شکفته از جمال او بهشت‌ها بهارها
دو کوزه شهد در لبش دو چهره ماه نخشبش | نهفته زلف چون شبش به تارها تتارها
سهیل حسن چهر او دو چشم من سپهر او | مدام مست مهر او نبیدها عقارها
چه گویمت که دوش چون به ناز و غمزه شد برون | به حجره آمد اندرون به طرز میگسارها
به کف بطی ز سرخ می که گر ازو چکد به نی | همی ز بند بند وی برون جهد شرارها
دونده در دماغ و سر جهنده در دل و جگر | چنانکه برجهد شرر به خشک ریشه خارها
مرا به عشوه گفت هی تراست هیچ میل می | بگفتمش به یادکی ببخش هی بیارها
خوش است کامشب ای صنم خوریم می به یاد جم | که گشته دولت عجم قوی چو کوهسارها
ز سعی صدر نامور مهین امیر دادگر | کزو گشوده باب و در ز حصن و از حصارها
به جای ظالمی شقی نشسته عادلی تقی | که مؤمنان متقی کنند افتخارها
امیر شه امین شه یسار شه یمین شه | که سر ز آفرین شه به عرش سوده بارها

یگانه صدر محترم مهین امیر محتشم　　اتابک شه عجم امین شهریارها
امیر مملکت‌گشا امین ملک پادشا　　معین دین مصطفی ضمین رزق‌خوارها
قوام احتشام‌ها عماد احترام‌ها　　مدار انتظام‌ها عیار اعتبارها
مکمّل قصورها مسدد ثغورها　　ممّهد امورها منظم دیارها
کشنده شریرها رهاکن اسیرها　　خزانهٔ فقیرها نظام بخش‌کارها
به هر بلد به هر مکان به هر زمین به هر زمان　　کنند مدح او به جان به طرز حق‌گزارها
خطیب‌ها ادیب‌ها اریب‌ها لبیب‌ها　　قریب‌ها غریب‌ها صغارها کبارها
به عهد او نشاط‌ها کنند و انبساط‌ها　　به مهد در قماط‌ها ز شوق شیرخوارها
سحاب‌کف محیط‌دل کریم‌خو بسیط‌ظل　　مخمرش از آب و گل فخارها وقارها
به ملک شه ز آگهی بسی فزوده فرهی　　که گشت مملکت تهی ز ننگ‌ها ز عارها
معین شه امین شه یسار شه یمین شه　　که فکر دوربین شه گزیدش از کبارها
فنای جان ناکسان شرار خرمن خسان　　حیات روح مفلسان نشاط دل‌فکارها
به گاه خشمش آنچنان تپد زمین و آسمان　　که هوش مردم جبان ز هول‌گیر و دارها
زهی ملک رهین تو جهان در آستین تو　　رسیده از یمین تو به هر تنی یسارها
به هفت خط و چار حد به هر دیار و هر بلد　　فزون ز جبر و حد و عد تراست جان‌نثارها
کبیرها دبیرها خبیرها بصیرها　　وزیرها امیرها مشیرها مشارها
دوسال هست کمترک که فکرت تو چون محک　　ز نقد جان یک به یک به سنگ زد عیارها
هم از کمال بخردی به فر و فضل ایزدی　　ز دست جمله بستدی عنان اختیارها
چنان ز اقتدار تو گرفت پایه‌کار تو　　که گشت روزگار تو امیر روزگارها
چه مایه خصم ملک و دین که کرد ساز رزم و کین　　که ساختی به هر زمین زلاششان مزارها
خلیل را نواختی بخیل را گداختی　　برای هردو ساختی چه تخت‌ها چه دارها
در ستم شکسته‌ای ره نفاق بسته‌ای　　به آب عدل شسته‌ای ز چهر دین غبارها
به پای تخت پادشه فزودی آن قدر سپه　　که صف کشد دوماهه ره پیاده‌ها سوارها
کشیده گرد ملک و دین ز سعی فکرت رزین　　ز توپ‌های آهنین بس آهنین حصارها
حصارکوب و صف‌شکن که خیزدش تف از دهن　　چو از گلوی اهرمن شررفشان به خارها
سیاه‌مور در شکم کنند سرخ‌چهره هم　　چه چهره قاصد عدم چه مور خیل مارها
شوند مورها در او تمام مار سرخ رو　　که برجهندش از گلو چو مارها ز غارها
ندیدم اژدر اینچنین دل‌آتشین تن‌آهنین　　که افکند در اهل‌کین ز مارها دمارها
نه داد ماند ونه دین ز دیو پر شود زمین　　فتد خمار ظلم و کین به مغز ذوالخمارها
به نظم ملک و دین نگر ز بس که جسته زیب و فر　　که نگسلد یکاز دگر چو پودها ز تارها
الا گذشت آن ز من که بگسلد در چمن　　میان لاله و سمن حمارها فسارها
مرا بپرور آنچنان که ماند از تو جاودان　　ز شعر بنده در جهان خجسته یادگارها

| | |
|---|---|
| بـه جـای آب شـعر مـن اگـر برنـد در چمـن | ز فکـر آب و رنـج تـن رهنـد آبیارهـا |
| همـاره تابـه هـر خـزان شـود ز بـاد مهرگـان | تهی ز رنگ و بـو جهـان چـو پشـت سوسـمارها |
| خجسـته بـاد حـال تـو هـزار قـرن سـال تـو | بـه هـر دل از خیـال تـو شـکفته نوبهارهـا |

****



# خاقانی

**اصل نام: افضل الدین بدیل بن علی خاقانی شروانی۔ پیدائش: ۱۱۲۰ء شروان۔ وفات: ۱۱۹۰ء تبریز۔ لقب: حسان العجم**

قاآنی کا شمار فارسی شعر و ادب کی تاریخ کے عظیم ترین قصیدہ گو شعرا میں ہوتا ہے۔ آپ فارسی زبان کے عظیم استادوں اور اپنے عہد کے سب سے پہلے قصیدہ سراوں میں سے ایک ہیں۔ معانی اور موضوعات کو استعمال کرنے کی کی صلاحیت ان کے ہر قصیدہ میں عیاں ہے۔ آپ شروان شہر میں پیدا ہوئے۔ والد نجیب الدین علی ماروی درود گار (بڑھئی) تھے۔ اس کی والدہ نیسٹورین عیسائی تھیں جو اسلام کی طرف میلان رکھتی تھیں۔ ان کے چچا کافی الدین عمر ایک طبیب اور فلسفی تھے اور خاقانی پچیس سال کی عمر تک ان کے زیر سایہ ہر قسم کے ادبی اور فقہی علوم سیکھتے رہے۔ کچھ مدت تک شاعرانہ تراکیب ابوالاعلی گنجوی کی خدمت میں بھی حاصل کیں۔ ان کی تصانیف میں دیوان اشعار، مثنوی تحفۃ العراقین اور منشآت وغیرہ شامل ہیں۔ تحفۃ العراقین تقریباً تین ہزار دو سو اشعار پر مشتمل ہے، جس میں ان کے سفر مکہ و مدینہ کا ذکر ملتا ہے۔

## قصیده ۱۴۸

در شکایت از روزگار و مدح پیغمبر بزرگوار و یاد از کعبهٔ معظمه

| | |
|---|---|
| هـر صبح سـر ز گلشـن سـودا بـرآورم | وز صـور آه بـر فلـک آوا بـرآورم |
| چـون طیلسـان چـرخ مطـرا شـود بـه صـبح | مـن رخ بـه آب دیـدهٔ مطـرا بـرآورم |
| بر کوه چون لعاب گوزن اوفتد به صبح | هـوی گـوزن‌وار بـه صـحرا بـرآورم |
| از اشـک خـون پیـاده و از دم کـنم سـوار | غوغـا بـه هفـت قلعـهٔ مینـا بـرآورم |
| خود بی‌نیازم از حشـر اشـک و فـوج آه | کـان آتشـم کـه یـک تنـه غوغـا بـرآورم |
| اسـفندیار ایـن دژ روئـین مـنم بـه شـرط | هـر هفتـه هفـت‌خوانش بـه تنهـا بـرآورم |
| بس اشک شکرین که فـرو بـارم از نیـاز | بـس آه عنبـرین کـه بـه عمـدا بـرآورم |
| لـب را حنـوط ز آه معنبـر کـنم چنانـک | رخ را وضـو بـه اشـک مصـفا بـرآورم |
| قنـدیل دیـر چـرخ فـرو میـرد آن زمـان | کـان سـرد بـاد از آتـش سـودا بـرآورم |
| دلهـای گـرم تـب زده را شـربتی کـنم | ز آن خوش دمی که صبح‌دم آسـا بـرآورم |

هردم مرا به عیسی تازه است حامله  زآن هر دمی چو مریم عذرا برآورم

زین روی چون کرامت مریم به باغ عمر  از نخل خشک خوشهٔ خرما برآورم

تر دامنان چو سر به گریبان فروبرند  سحر آورند و من ید بیضا برآورم

دل در مغاک ظلمت خاکی فسرده ماند  رخشش به تابخانهٔ بالا برآورم

رستی خورم ز خوانچهٔ زرین آسمان  و آوازهٔ صلا به مسیحا برآورم

نی‌نی من از خراس فلک برگذشته‌ام  سر ز آن سوی فلک به تماشا برآورم

چون در تنور شرق پزد نان گرم، چرخ  آواز روزه بر همه اعضا برآورم

آبستنم که چون شنوم بوی نان گرم  از سینه باد سرد تمنا برآورم

آب سیه ز نان سفید فلک به است  زین نان دهان به آب تبرا برآورم

آبای علویند مرا خصم چون خلیل  بانگ ابا ز نسبت آبا برآورم

از خاصگان دمی است مرا سر به مهر عشق  هر جا که محرمی است دم آنجا برآورم

در کوی حیرتی که هم عین آگهی است  نادان نمایم و دم دانا برآورم

چون نای اگر گرفته دهان داردم جهان  این دم ز راه چشم همانا برآورم

ور ساق من چو چنگ ببندد بده رسن  هم سر به ساق عرش معلا برآورم

با روزگار ساخته زانم به بوی آن  کامروز کار دولت فردا برآورم

جام بلور در خم روئین به دستم است  دست از دهان خم به مدارا برآورم

تا چند بهر صیقلی رنگ چهره‌ها  خود را به رنگ آینه رعنا برآورم

تا کی چو لوح نشرهٔ اطفال خویش را  در زرد و سرخ حلیت زیبا برآورم

تا کی به رغم کعبه نشینان عروس‌وار  چون کعبه سر ز شقهٔ دیبا برآورم

اولیتر آنکه چون حجر الاسود از پلاس  خود را لباس عنبر سارا برآورم

دلق هزار میخ شب آن من است و من  چون روز سر ز صدرهٔ خارا برآورم

خارا چو مار برکشم و پس به یک عصا  ده چشمه چون کلیم ز خارا برآورم

در زرد و سرخ شام و شفق بوده‌ام کنون  تن را به عودی شب یلدا برآورم

چون شب مرا ز صادق و کاذب گزیر نیست  تا آفتابی از دل دروا برآورم

بر سوگ آفتاب وفا زین پس ابروار  پوشم سیاه و بانگ معزا برآورم

مولو مثال دم چو برآرد بلال صبح  من نیز سر ز چوخهٔ خارا برآورم

چند از نعیم سبعهٔ الوان چو کافران | کار جحیم سبعه ز امعا برآورم
شویم دهان حرص به هفتاد آب و خاک | و آتش ز بادخانهٔ احشا برآورم
قرص جوین و خوش نمکی از سرشک چشم | به ز آنکه دم به میدهٔ دارا برآورم
هم شوربای اشک نه سکبای چهرها | کاین شوربا به قیمت سکبا برآورم
چون عیش تلخ من به قناعت نبود خوش | ز آن حنظل شکر شده حلوا برآورم
چه عقل را به دست امانی گرو کنم | چه اره بر سر زکریا برآورم
قلب ریا به نقد صفا چون برون دهم | نسناس چون به زیور حورا برآورم
چون آینه نفاق نیارم که هر نفس | از سینه زنگ کینه به سیما برآورم
آن رهروم که توشهٔ وحدت طلب کنم | زال زرم که نام به عنقا برآورم
شهبازم ارچه بسته زبانم به گاه صید | گرد از هزار بلبل گویا برآورم
سر ز آن فرو برم که برآرم دمار نفس | نفس اژدهاست هیچ مگو تا برآورم
صهبا گشاده آبی و زر بسته آتشی است | من آب و آتش از زر و صهبا برآورم
بلبل نیم که عاشق یاقوت و زر بوم | بر شاخ گل حدیث تقاضا برآورم
دانم علوم دین نه بدان تا به چنگ زر | کام از شکار جیفهٔ دنیا برآورم
اعرابیم که بر پی احرامیان دوم | حج از پی ربودن کالا برآورم
گر طبع من فزونی عیش آرزو کند | من قصهٔ خلیفه و سقا برآورم
با این نفس چنان همه هشیار نیستم | مستم نهان و عربده پیدا برآورم
اصحاب کهف‌وارم بیدار و خفته ذات | ممکن که سر ز خواب مفاجا برآورم
صفرا همه به ترش نشانند و من ز خواب | چون طفل ترش خیزم و صفرا برآورم
بنیاد عمر بر یخ و من بر اساس عمر | روزی هزار قصر مهیا برآورم
مردان دین چه عذر نهندم که طفل‌وار | از نی کنم ستور و به هرا برآورم
زن مرده‌ای است نفس چون خرگوش و هر نفس | نامش به شیر شرزهٔ هیجا برآورم
در ظاهرم جنابت و در باطن است حیض | آن به که غسل هر دو به یک جا برآورم
دریای توبه کو که درین شام‌گاه عمر | چون آفتاب، غسل به دریا برآورم
خاقانیا هنوز نه‌ای خاصهٔ خدای | با خاصگان مگو که مجارا برآورم
گر در عیار نقد من آلودگی بسی است | با صاحب محک چه محاکا برآورم
امسال اگر ز کعبه مرا بازداشت شاه | زین حسرت آتشی ز سویدا برآورم

گر بخت باز بر در کعبه رساندم کاحرام حج و عمره مثنا برآورم
سی‌ساله فرض بر در کعبه قضا کنم تکبیر آن فریضه به بطحا برآورم
حراقه‌وار در زنم آتش به بوقبیس ز آهی که چون شراره معجزا برآورم
از دست آنکه داور فریادرس نماند فریاد در مقام مصلا برآورم
زمزم فشانم از مژه در زیر ناودان طوفان خون ز صخرهٔ صما برآورم
دریای سینه موج زند ز آب آتشین تا پیش کعبه لولوی لالا برآورم
بر آستان کعبه مصفا کنم ضمیر زو نعت مصطفای مزکی برآورم
دیباچهٔ سراچهٔ کل خواجهٔ رسل کز خدمتش مراد مهنا برآورم
سلطان شرع و خادم لالای او بلال من سر به پایبوسی لالا برآورم
در بارگاه صاحب معراج هر زمان معراج دل به جنت ماوی برآورم
تا قرب قاب قوسین بر خاک درگهش آوازهٔ دنی فتدلی برآورم
گر مدحتش به خاک سراندیب ادا کنم کوثر ز خاک آدم و حوا برآورم
کی باشد آن زمان که رسم تا به حضرتش آواز یا مغیث اغثنا برآورم
زان غصه‌ها که دارم از آلودگان دهر غلغل دران حظیرهٔ علیا برآورم
دارا و داور اوست جهان را، من از جهان فریاد پیش داور دارا برآورم
ز اصحاب خویش چون سگ کهف اندر آن حرم آه از شکستگی سر و پا برآورم
دندانم ار به سنگ غرامت شکسته‌اند وقت ثنای خواجه ثنایا برآورم
سوگند خورد مادر طبعم که در ثناش از یک شکم دوگانه چو جوزا برآورم
اسمای طبع من به نکاح ثنای اوست زان فال سعد ز اختر اسما برآورم
امروز گر ثناش مرا هست کوثری رخت از گوثری به ثریا برآورم
فردا هم از شفاعت او کار آن سرای در حضرت خدای تعالی برآورم

****



# انوری ابیوردی

اصل نام: اوحد الدّین محمدّ بن محمدّ انوری، پیدائش: ۱۱۲۶ء ابیورد۔ وفات: ۱۱۸۹ء تبریز۔
آپ سلجوقی دور میں چھٹی صدی ہجری کے ایرانی شاعروں اور دانشمندوں میں سے ہیں۔ انہیں فارسی قصیدہ کا استاد تصور کیا جاتا ہے۔ خطاطی اور موسیقی کے فن سے مزین تھے۔ آپ کو ریاضی، فلسفہ اور موسیقی کا بھی علم تھا اور علم نجوم میں بزبان خود ایک مرجع تھے۔ انوری کا تعلق ابیوارد کے گاؤں بادنہ (بدنہ) سے تھا اور ان کے والد درباری اہلکاروں میں سے تھے۔ انہوں نے انوری کے لئے بہت وراثت چھوڑی جسے انوری نے عیش و عشرت میں خرچ کر دیا اور کچھ عرصے بعد غربت کی وجہ سے درباری شاعر بننے پر مجبور ہو گیا۔ ان کے تقریباً پندرہ ہزار اشعار دیوان انوری میں موجود ہیں۔ یہ دیوان غزلیات، قصائد، قطعات، رباعیات وغیرہ پر مشتمل ہے۔

## قصیده

### اززبان اهل خراسان به خاقان سمرقند رکن الدین قلج طمغاج خان پسر خواندهٔ سلطان سنجر

بر سمرقند اگر بگذری ای باد سحر  نامهٔ اهل خراسان به بر خاقان بر
نامه‌ای مطلع آن رنج تن و آفت جان  نامه‌ای مقطع آن درد دل و سوز جگر
نامه‌ای بر رقمش آه عزیزان پیدا  نامه‌ای در شکنش خون شهیدان مضمر
نقش تحریرش از سینهٔ مظلومان خشک  سطر عنوانش از دیدهٔ محرومان تر
ریش گردد ممر صوت از او گاه سماع  خون شود مردمک دیده از او وقت نظر

تا کنون حال خراسان و رعایا بوده‌ست — بر خداوند جهان خاقان پوشیده مگر

نی نبوده‌ست که پوشیده نباشد بر وی — ذره‌ای نیک و بد نه فلک و هفت اختر

کارها بسته بود بی‌شک در وقت و کنون — وقت آن است که راند سوی ایران لشکر

خسرو عادل خاقان معظم کز جد — پادشاه است و جهاندار به هفتاد پدر

دائمش فخر به آن است که در پیش ملوک — پسرش خواندی سلطان سلاطین سنجر

باز خواهد ز غزان کینه که واجد باشد — خواستن کین پدر بر پسر خوب‌سیر

چون شد از عدلش سرتاسر توران آباد — کی روا دارد ایران را ویران یکسر

ای کیومرث‌بقا پادشه کسری‌عدل — وی منوچهرلقا خسرو افریدون‌فر

قصهٔ اهل خراسان بشنو از سر لطف — چون شنیدی ز سر رحم به ایشان بنگر

این دل‌افکار جگرسوختگان می گویند — کای دل و دولت و دین را به تو شادی و ظفر

خبرت هست که از هرچه در او چیزی بود — در همه ایران امروز نمانده‌ست اثر

خبرت هست کز این زیروزبر شوم‌غزان — نیست یک پی ز خراسان که نشد زیروزبر

بر بزرگان زمانه شده خردان سالار — بر کریمان جهان گشته لئیمان مهتر

بر در دونان احرار حزین و حیران — در کف رندان ابرار اسیر و مضطر

شاد الا به در مرگ نبینی مردم — بکر جز در شکم مام نیابی دختر

مسجد جامع هر شهر ستوراتشان را — پایگاهی شده نه سقفش پیدا و نه در

خطبه نکنند به هر خطه به نام غز ازآنک — در خراسان نه خطیب است کنون نه منبر

کشته فرزند گرامی را گر ناگاهان — بیند، از بیم خروشید نیارد مادر

آن‌که را صد ره غز زر ستد و باز فروخت — دارد آن جنس که گوییش خریده‌ست به زر

بر مسلمانان زآن نوع کنند استخفاف — که مسلمان نکند صدیک از آن با کافر

هست در روم و خطا امن مسلمانان را — نیست یک ذره سلامت به مسلمانی در

خلق را زین غم فریاد رس ای شاه‌نژاد — ملک را زین ستم آزاد کن ای پاک‌سیر

به خدایی که بیاراست به نامت دینار — به خدایی که بیفراخت به فرت افسر

که کنی فارغ و آسوده دل خلق خدا — زین فرومایه‌غز شوم‌پی غارتگر

وقت آن است که یابند ز رمحت پاداش — گاه آن است که گیرند ز تیغت کیفر

زن و فرزند و زر جمله به یک حمله چو پار — بردی امسال روانشان به دگر حمله ببر

آخر ایران که از او بودی فردوس به رشک    وقف خواهد شد تا حشر بر این شوم‌حشر
سوی آن حضرت کز عدل تو گشته‌ست چو خلد    خویشتن زاینجا کز ظلم غزان شد چو سقر
هر که پایی و خری داشت به حیلت افکند    چه کند آن‌که نه پای است مر او را و نه خر
رحم کن رحم بر آن قوم که نبود شب و روز    در مصیبتشان جز نوحه‌گری کار دگر
رحم کن رحم بر آن قوم که جویند جوین    از پس آنکه نخوردندی از ناز شکر
رحم کن رحم بر آن‌ها که نیابند نمد    از پس آنکه ز اطلسشان بودی بستر
رحم کن رحم بر آن قوم که رسوا گشتند    از پس آنکه به مستوری بودند سمر
گرد آفاق چو اسکندر برگرد از آنک    تویی امروز جهان را بدل اسکندر
از تو رزم ای شه و از بخت موافق نصرت    از تو عزم ای ملک و از ملک‌العرش ظفر
همه پوشند کفن گر تو بپوشی خفتان    همه خواهند امان چون تو بخواهی مغفر
ای سرافرازجهانبانی کز غایت فضل    حق سپرده‌ست به عدل تو جهان را یکسر
بهره‌ای باید از عدل تو نیز ایران را    گرچه ویران شد بیرون ز جهانش مشمر
تو خور روشنی و هست خراسان اطلال    نه بر اطلال بتابد چو بر آبادان خور
هست ایران به مثل شوره تو ابری و نه ابر    هم برافشاند بر شوره چو بر باغ مطر
بر ضعیف و قوی امروز تویی داور حق    هست واجب غم حق ضعفا بر داور
کشور ایران چون کشور توران چو تو راست    از چه محروم است از رأفت تو این کشور
گر نیاراید پای تو بدین عزم رکاب    غز مدبر نکشد باز عنان تا خاور
کی بود کی که ز اقصای خراسان آرند    از فتوح تو بشارت بر خورشید بشر
پادشاه علما صدر جهان خواجهٔ شرع    مایهٔ فخر و شرف قاعدهٔ فضل و هنر
شمس اسلام فلک‌مرتبه برهان‌الدین    آن که مولیش بود شمس و فلک فرمان‌بر
آن که از مهر تو تازه‌ست چو از دانش روح    وآن که بر چهر تو فتنه‌ست بر شمس قمر
یاورش بادا حق عزوجل در همه کار    تا در این کار بود با تو به همت یاور
چون قلم گردد این کار گر آن صدر بزرگ    نیزه‌کردار ببندد ز پی کینه کمر
به تو ای سایهٔ حق خلق جگرسوخته را    او شفیع است چنان کامّت را پیغمبر
خلق را زین حشر شوم اگر برهانی    کردگارت برهاند ز خطر در محشر
پیش سلطان جهان سنجر کاو پروردت    ای چنو پادشه دادگر حق‌پرور

دیده‌ای خواجهٔ آفاق کمال‌الدین را		که نباشد به جهان خواجه از او کامل‌تر
نیک دانی که چه و تا به کجا داشت بر او		اعتماد آن شه دین‌پرور نیکومحضر
هست ظاهر که بر او هرگز پوشیده نبود		هیچ اسرار ممالک چه ز خیر و چه ز شر
روشن است آنکه بر آن حمله که خور گردون را		بود ایران را رایش همه عمر اندر خور
واندر آن مملکت و سلطنت و آن دولت		چه اثر بود از او هم به سفر هم به حضر
با کمال‌الدین ابنای خراسان گفتند		قصهٔ ما به خداوند جهان خاقان بر
چون کند پیش خداوند جهان از سر سوز		عرضه این قصهٔ رنج و غم و اندوه و فکر
از کمال کرم و لطف تو زیبد شاها		کز کمال‌الدین داری سخن ما باور
زو شنو حال خراسان و غزان ای شه شرق		که مر او را همه حال است چو الحمد ازبر
تا کشد رای چو تیر تو در آن قوم کمان		خویشتن پیش چنین حادثه‌ای کرد سپر
آنچه او گوید محض شفقت باشد از آنک		بسطت ملک تو می‌خواهد نه جاه و خطر
خسروا در همه انواع هنر دستت هست		خاصه در شیوهٔ نظم خوش و اشعار غرر
گر مکرر بود ایطاء در این قافیتم		چون ضروری‌ست شها پردهٔ این نظم مدر
هم بر آن گونه که استاد سخن عمعق گفت		خاک خون‌آلود ای باد به اصفاهان بر
بی گمان خلق جگرسوخته را دریابد		چون ز درد دلشان یابد از این گونه خبر
تا جهان را بفروزد خور گیتی‌پیمای		از جهان‌داری ای خسرو عادل برخور

****



اصل نام: ابو معین حامد الدین ناصر ابن خسرو قبادیانی

پیدائش :اگست 1004 ء — وفات 1088 :ء

ناصر خسرو فارسی کے مشہور شاعر، فلسفی، دانشور اور سیاح تھے۔ قبادیان میں پیدا ہوئے۔ جوانی میں وہ غزنویوں اور پھر سلجوقیوں کے دربار سے وابستہ رہے۔ اسماعیلی فرقہ میں شامل ہونے اور ان کے عقائد کا پرچار کرنے کے بعد سلجوقی حکمرانوں نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی، اس لیے اسے بدخشاں بھاگنا پڑا۔ آپ کے سفرنامے فارسی ادب میں آج بھی ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی معروف تصانیف میں زادالمسافرین، وجه دین،خوان اخوان، دلیل المتحیرین، روشنایی نامه اور دیوان اشعار شامل ہیں۔

# انتخاب از:

## سعادت نامه ناصر خسرو

## باب یازدهم

### در اختلاط با مردم دانا

سعادت اختلاط زیرکانست ‌ ‌ ‌ زنادان گر رسد سودی، زیانست

ز دانائی تنی ارزد جهانی ‌ ‌ ‌ نیرزد صد تن نادان بنانی

ز دانا بد روئی دانش پزیرد ‌ ‌ ‌ چو شمعی کان ز شمعی نور گیرد

مبر از صحبت دانا که دانش ‌ ‌ ‌ کند تاثیر بر تو از زبانش

بلطف از خویش بهتر جو حریفست ‌ ‌ ‌ که همچون خویش گرداند ظریفت

بیاموز آنچه نشناسی تو زنهار ‌ ‌ ‌ که بر کس نیست از آموختنن عار

بشاگردی هر آنکو شاد گردد ‌ ‌ ‌ بود روزی که هم استاد گردد

سگ استاد را صیدش حلالست ‌ ‌ ‌ ز جاهل کشتن حیوان وبالست

درآن کن جهد تا دانش پذیری ‌ ‌ ‌ که نادان خیزی ار نادان بمیری

بنی آدم اگر ره دان نبودی ‌ ‌ ‌ امورش بر همه حیوان نبودی

****

## باب دوازدهم

### در بریدن از نادان

از انســـانند کُنـــاس و گلابـــی　ولی این بوی و زان یک گند یابی
چه خوش گفت آن خردمند سخندانی　کـه روی از محبـت نـادان بگـردان
درخـت انـس نـادان بـر نیـارد　حضـورش جـز کـه درد سـر نیـارد
زبـان پیـدا کنـد گـر سـود خواهـد　بـدارد بـر شـر ار بهبـود خواهـد
کسی چون عمـر بـا نـادان بسر برد　بـدو نـادان بمانـد مـرد چـون مـرد
چـو از تـو میگـذارد دور سـاقی　غنیمـت دان دو روزه عمـر بـاقی
بسی سـرها فـرو رفتست ازیـن دور　دریـن قلـزم نشـان ندهنـد ازیـن غـور
تـرا اسـباب عطـاری فـراوان　تو کناسی کنی کس را چـه تـاوان
کنـون در بـاب چـون توفیـق داری　کـه نتـوانی گذشـته بـاز آری

## باب سیزدهم

## در شروع و اجتناب از کارہا

دو روزه عمـر در دنیـای فـانی　نکـو کـن خـوی و خلـق و زنـدگانی
بهـر کـاری سـر رشـته نگـه دار　عنـان یکبـارگی از دسـت مگـذار
بهـر جـائی کـه خـواهی در شـدن را　نگـه کـن راه بیـرون آمـدن را
بهر کـاری کـه خـواهی کـرد مـدخل　نگـه کـن آخـر کـارش بـاوّل
مبـاش ایـن زهـر راهـی و چـاهی　کـه دشـمن برکنـد کـوهی بکـاهی
محسـب ارچـه بخوابـت میـل باشـد　بهرجارهگـذار سـیل باشـد
شـناور بـاش از هـر آب مگـذر　کـه انـدر آب پـر میـرد شـناور
بگفتـار زنـان هرگـز مکـن کـار　زنـان را تـا تـوانی مـرده انگـار
زنـان چـون ناقصـان عقـل و دیـن انـد　چـرا مـردان ره ایشـان گزیننـد
بـه پیـران زبـون کـن دسـتگیری　که در پیری بدانی ، قدر پیری بهر

****

## باب چهاردهم

## در دانستن جای میان انجمن

بـدان خـود را میـان انجمـن جـای　مکـش پیـش از کلیـم خویشـتن پـای

مشو برترنشین از پایه خویش طلب کن جنس خود همسایه خویش
بجای خود نشین کان به که خوانند ببالا ز آنکه بازیرت نشانند
بسابیدق که چون خوردی پذیرد بآخر منصب فرزین بگیرد
نگه دار از پراکنده زبان را میفکن در هلاکت جسم و جان را
زهزل ولاغ تو آزار خیزد مزاج سرد آب رو بریزد
چوشه دارد ترا همسایه خویش طلب کن جنس خود همپایه خویش
بود درخشم شد آتش فروزی رو پس پیش آتش تا نسوزی
عجب کاریست کار پادشاهی درو هم قهر و هم لطف الهی
گهی نوش است بر کف گاه زهرش گهی لطفت همره گاه قهرش

## باب پانزدهم
## در شکرِ درویشان در فقر

بری از شر و ایمن از ملامت ره فقرست راهی با سلامت
خلاف سر بزرگی کن بخوردی درین ره پا نهادی دست بردی
چو مردان باش اگر مرد خدائی رها کن رزق و سالوس و ریائی
نر با نام و با ناموس باشی نباشی مردره سالوس باشی
ز خود بینی حذر کن گربدبینی خدا بینی اگر خود را نبینی
بنیکی نیست کن دعوی هستی بدان از خود برستی حق پرستی
فناشد تا بهشتی گشت ادریس ز خود بینی بلعنت گشت ابلیس
بود کبر و منی با اهل طاعات ز مستان گریه بینی و مراعات

****

## باب شانزدهم
## در بیان سالکان محقق

چه دانی چیست در کنج خرابات ز سوز و درد زندان در مناجات
دلیلانی که بینایان راهند سریر مسکنت را پادشاهند

نهاده نام خود هر یک گدائی دو عالم را زده یک پشت پائی
بریشان گردو عالم عرضه داونـد نظـر از جانب حق بر ندارنـد
تو خود بـا رهروان خویشی نداری سر و سودای درویشی نداری
جهان خالی ز مردان خدا نیست نه کسرا نبود آنچه مر ترا نیست
دغـل بسیار مردان در میانند ز بس اغیار از یاران نهانند

****

## باب هفدهم

## در دعوی داران مقلّد

چو گنجند آن عزیزان در خرابی طلب کن گنج پنهان تا بیابی
ترا ای مدعی معنی بباید که دعوی دار بی معنی نشاید
نشان داری که گل از خار خیزد بکن کاری که کار از کار خیزد
بدان ره را و آنگه رهبری کن ندیده راه ترک داوری کن
کس از مقصود مقصد کی شود شاد که از اعمی بعمیا جوید ارشاد
اگر خود طالبی مردی طلب کن بدرد خویش همدردی طلب کن
مزن بر دست و پای درد دین بوس که در بار تو بندد زرق و سالوس
بجو مردی اگر بینائیت هست مده بر دست هر تردامنی دست
درین بازارگاه پُر ز طرّار همه کس دزد دان کالا نگه دار
ز بس نفس دغل هر یک یزیدی بحیلت کرده خود را بایزیدی
همه گوئی شریکان خدایند دگر برسی ندانند از کجایند

****

## باب هیژدهم

## در یار موافق و وفا نمودن

دلا یاری طلب گر میتوانی چنان یاری که بروی جان فشانی
کدامین دوست کو از دوست نازد چو کار افتد بجان جانرا نبازد
خنک آنکش بود یار خردمند که بتواند گشاد از پای دل بند
که از دل بر تواند داشت باری ندیدم من چنین یک دوست باری
وگرنه این حکایت مختصر کن ترا اگر یافت شد مارا خبر کن
بسستی دامنش از دست مگذار چو یابی درستی سختش نگه دار
بهر آزار کسی بیزار گردد چو کسرا یار یکدل یار گردد
که تا هم سرد و گرمش بازدانی بباید قرن دیگر زندگانی
که صدق و اعتقاد آمد بیاری نه بر هرزست کار یار و یاری
نه هر کس یار خوانی یار باشد بیاری در فراوان کار باشد

****

## باب نوزدهم

## در فرق دوست و دشمن

بباید فرق کردن دشمن از دوست که دانستن ز دشمن دوست نیکوست
همه کس رازداری را نشاید درست از آب هر کوزه نیاید
کجا دشمن سرشت دوست باشد که مغز دوستی بی پوست باشد
سگی کش باتو پیوندست جانی به از یاری که دارد سرگرانی
نباشد عیش بی هم دوستان را چنان چون ذوق بی گل بوستان را
کسی کش آزمودی مازمایش که بس باشد یکی بار آزمایش

همانســـت او گـــرش صـــد آزمـــائی کـــه نایـــد هرگـــز از وی آشـــنائی

خـــوش آیـــد طبـــع مـــار آشـــوفتن را نشـــاید مـــار جـــز ســـر کـــوفتن را

و گرچـــه دوســـت بینـــی راز از وپـــوش کـــه دارد بـــه ز تـــو راز تـــرا گـــوش

چه دانی تو که دشمن گردد آن دوست یعمـد از مغـز اسـرارت کشـد پوسـت

****

## باب بیستم
## در قرض دادن و گرفتن

زنـو کیســه مکــن هرگــز درم وام که رسوائی و جنگ آرد سر انجام

مــده زر بــی گــرو کــر پادشــاهی که دشمن گرددت گر باز خـواهی

بـود یـک رنجـش از یـادآوری زر صـد دیگـر چـو گـوئی زر بیـاور

مده زر بی گرو کان نیسـت بهبـود بشـــرط آنگـــه بســـتانی از و زود

مگـر قرضـی سـتانی مـرد بـاهوش چو کارت کرده آیـد در ادا کـوش

****

# غزلیاتِ سعدی شیرازی

(تعارف پچھلے اوراق میں موجود ہے)

## غزلیات

### ۱

امشب سبک تر می‌زنند این طبل بی‌هنگام را
یا وقت بیداری غلط بودست مرغ بام را

یک لحظه بود این یا شبی کز عمر ما تاراج شد
ما همچنان لب بر لبی نابرگرفته کام را

هم تازه‌رویم هم خجل هم شادمان هم تنگ‌دل
کز عهده بیرون آمدن نتوانم این انعام را

گر پای بر فرقم نهی تشریف قربت می‌دهی
جز سر نمی‌دانم نهادن عذر این اقدام را

چون بخت نیک‌انجام را با ما به کلی صلح شد
بگذار تا جان می‌دهد بدگوی بدفرجام را

سعدی عَلَم شد در جهان صوفی و عامی گو بدان
ما بت پرستی می‌کنیم آن گه چنین اصنام را

****

### ۲

اگر تو فارغی از حال دوستان یارا
فراغت از تو میسر نمی‌شود ما را

تو را در آینه دیدن جمال طلعت خویش
بیان کند که چه بودست ناشکیبا را

بیا که وقت بهارست تا من و تو به هم
به دیگران بگذاریم باغ و صحرا را

به جای سرو بلند ایستاده بر لب جوی
چرا نظر نکنی یار سروبالا را

شمایلی که در اوصاف حسن ترکیبش
مجال نطق نماند زبان گویا را

که گفت در رخ زیبا نظر خطا باشد
خطا بود که نبینند روی زیبا را

به دوستی که اگر زهر باشد از دستت
چنان به ذوق ارادت خورم که حلوا را

کسی ملامت وامق کند به نادانی
حبیب من که ندیدست روی عذرا را

گرفتم آتش پنهان خبر نمی‌داری
نگاه می‌نکنی آب چشم پیدا را

نگفتمت که به یغما رود دلت سعدی
چو دل به عشق دهی دلبران یغما را

هنوز با همه دردم امید درمانست
که آخری بود آخر شبان یلدا را

۳

برخیـز تـا یـک سـو نهـیم ایـن دلـق ازرق‌فـام را
بـر بـاد قلاشـی دهـیم ایـن شـرک تقـوا نـام را

هر ساعت از نـو قبلـه‌ای بـا بـت‌پرسـتی مـی‌رود
توحید بـر مـا عرضـه کـن تـا بشـکنیم اصـنام را

مـی بـا جوانـان خـوردنم بـاری تمنـا مـی‌کنـد
تـا کودکـان در پـی فتنـد ایـن پیـر دُردآشـام را

از مایــهٔ بیچــارگی قطمیــر مــردم مــی‌شــود
ماخولیــای مهتــری ســگ مــی‌کنــد بلعــام را

زین تنگنای خلـوتم خـاطر بـه صـحرا مـی‌کشـد
کز بوستان بـاد سـحر خـوش مـی‌دهـد پیغـام را

غافل مباش ار عـاقلی، دریـاب اگـر صـاحب‌دلـی
باشــد کــه نتــوان یـافتن دیگــر چنــین ایـام را

جایی که سرو بوستان با پـای چـوبین مـی‌چمـد
مـا نیـز در رقـص آوریـم آن سـرو سـیم‌انـدام را

دلبنـدم آن پیمـان‌گُسِـل منظـور چشـم آرام دل
نــی نــی دلارامــش مخــوان کــز دل ببــرد آرام را

دنیا و دین و صبر و عقل از من برفت اندر غمـش
جایی که سـلطان خیمـه زد غوغـا نمانـد عـام را

بـاران اَشـکم مـی‌رود وز اَبـرَم آتـش مـی‌جهـد
با پختگان گوی این سخن سوزش نباشـد خـام را

سعدی ملامت نشنود ور جان در این سر مـی‌رود
صـوفی گـران‌جـانی بِبَـر سـاقی بیـاور جـام را

***

۴

از هر چه می‌رود سخن دوسـت خوشـتر اسـت
پیغــام آشــنا نفــس روح‌پــرور اســت

هرگــز وجــود حاضــر غایــب شــنیده‌ای؟
من در میـان جمـع و دلـم جـای دیگـر اسـت

شـاهد کـه در میـان نبـود شـمع گـو بمیـر
چـون هسـت اگـر چـراغ نباشـد منـور اسـت

ابنــای روزگــار بــه صــحرا رونــد و بــاغ
صـحرا و بـاغ زنـده‌دلان کـوی دلبـر اسـت

جـان مـی‌روم کـه در قـدم انـدازمش ز شـوق
درمانــده‌ام هنــوز کــه نزلــی محقــر اســت

کـاش آن بـه خشـم رفتـهٔ مـا آشـتی‌کنـان
بازآمـدی کـه دیـدهٔ مشـتاق بـر در اسـت

جانـا دلـم چـو عـود بـر آتـش بسـوختی
وین دم که می‌زنـم ز غمـت دود مجمـر اسـت

شب‌های بی تـوام شـب گـور است در خیـال
ور بـی تـو بامـداد کـنم روز محشـر اسـت

گیسـوت عنبرینـهٔ گـردن تمـام بـود
معشـوق خـوبروی چـه محتـاج زیـور اسـت؟

سـعدی خیـال بیهـده بسـتی امیـد وصـل
هجرت بکشـت و وصـل هنـوزت مصـور اسـت

زنهـار از ایـن امیـد درازت کـه در دل اسـت
هیهات از این خیال محالـت کـه در سـر اسـت

****

# انتخاب از:
# غزلیاتِ حافظ شیرازی



نام: خواجہ شمس الدین محمد شیرازی ، عرف "حافظ" ہے، ایک عظیم شاعر اور فارسی شعر و ادب کی قد آور شخصیات میں سے ہیں۔ آپ 726ھ کے لگ بھگ شیراز میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے استادوں سے علوم وفنون سیکھے اور اس زمانے کے ادبی علوم میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ بالخصوص فقہ اور دینیات میں بہت غور و فکر کیا اور مکمل طور قرآن کو حفظ کیا۔ قرآنی مضامین آپ کے اشعار میں جگہ جگہ ملتے ہیں۔ فارسی شاعری میں غزل کو آپ نے عروج کمال تک پہنچایا۔ دیوان حافظ کو لوگ آج بھی ذوق وشوق سے پڑھتے اور نہایت پسند کرتے ہیں۔ ایک عظیم دانشور اور مشہور جرمن شاعر گوئٹے نے ان کے افکار سے متاثر ہو کر اپنا "دیوانِ مغرب" مرتب کیا۔ لاتعداد شعرا نے حافظ کی پیروی کی ہے۔ آپ کی وفات 792ھ میں شیراز میں ہوئی۔

(۱)

اَلا یـــا اَیُّهَـــا السّـــاقی اَدِرْ کَأسَـــاً و ناوِلْهـــا
که عشق آسان نمود اوّل ولـی افتـاد مشـکل‌هـا

به بـویِ نافـه‌ای کـآخر صـبا زان طُـرّه بگشـاید
ز تابِ جَعدِ مشکینش چه خون افتـاد در دل‌هـا

مرا در منزلِ جانان چه امنِ عیش چـون هـر دَم
جَـرَس فریـاد مـی‌دارد کـه بَربندیـد مَحمِـل‌هـا

به مِی سجّاده رنگین کن گَرت پیرِ مُغان گوید
که سالِک بی‌خبر نَبوَد ز راه و رسمِ منزل‌ها

شبِ تاریک و بیمِ موج و گردابی چنین هایل
کجا دانند حالِ ما سبکبارانِ ساحل‌ها

همه کارم ز خودکامی به بدنامی کشید آخر
نهان کِی مانَد آن رازی کزو سازند محفل‌ها

حضوری گر همی‌خواهی از او غایب مشو حافظ
مَتیٰ ما تَلْقَ مَنْ تَهْوىٰ دَعِ الدُّنْیا و اَهْمِلْها

****

(۲)

ای فروغِ ماهِ حُسن، از روی رخشان شما
آبروی خوبی از چاهِ زَنَخدان شما

عزم دیدار تو دارد جانِ بر لب آمده
باز گردد یا برآید؟ چیست فرمان شما؟

کَس به دور نرگست طرفی نبست از عافیت
بِه که نفروشند مستوری به مستان شما

بخت خواب آلود ما بیدار خواهد شد مگر
زان که زد بر دیده آبی، روی رخشان شما

با صبا همراه بفرست از رخت گل دسته‌ای
بو که بویی بشنویم از خاک بستان شما

عمرتـــان بـــاد و مـــراد ای ســـاقیانِ بـــزمِ جـــم
گـر چـه جـام مـا نشـد پُـر مِـی بـه دوران شـما

دل خرابـــی مـــی‌کنـــد، دلـــدار را آگـــه کنیـــد
زینهـــار ای دوســـتان جـــان مـــن و جـــان شـــما

کی دهد دست این غرض یا رب کـه همدسـتان شـوند
خـــاطر مجمـــوع مـــا، زلـــف پریشـــان شـــما

دور دار از خـاک و خـون دامـن، چـو بـر مـا بگـذری
کانـــدر ایـــن ره کشـــته بســـیارند، قربـــان شـــما

مـــی‌کنـــد حـــافظ دعـــایی، بشـــنو، آمینـــی بگـــو
روزی مـــــا بـــــاد لعـــــل شَکّرافشـــــان شـــــما

ای صـــبا بـــا ســـاکنانِ شـــهرِ یـــزد از مـــا بگـــو
کـای سـر حـق ناشناسـان گـوی چوگـان شـما

گـر چـه دوریـم از بسـاط قـرب، همـت دور نیسـت
بنـــدهٔ شـــــاه شـــــماییم و ثنـــــاخوان شـــــما

ای شَهنشـــاه بلنـــد اختـــر، خـــدا را همتـــی
تـــا ببوســـم همچـــو اختـــر خـــاک ایـــوان شـــما

****

(۳)

اگــر آن تُــرک شــیرازی بــه دســت آرد دل مــا را
بــه خــال هِنــدویَش بخشــم ســمرقند و بخــارا را

بده ساقی مِـیِ بـاقی کـه در جنّـت نخـواهی یافـت
کنـــار آب رُکـــنآبـــاد و گُلگَشـــت مُصَـــلّا را

فَغـان کـاین لولیـانِ شـوخِ شـیرین‌کـارِ شهرآشـوب
چنان بردند صـبر از دل، کـه تُرکـان خـوان یغمـا را

ز عشــقِ ناتمــامِ مــا جمــالِ یــار، مُســتَغنی اســت
به آب و رنگ و خال و خط، چه حاجت روی زیبا را؟

من از آن حُسن روزافزون که یوسف داشـت دانسـتم
کــه عشــق از پــردهٔ عصــمت بــرون آرد زلیخــا را

اگــر دشــنام فرمــایی و گــر نفــرین، دعــا گــویم
جــوابِ تلــخ مــی‌زیبــد، لــبِ لعــلِ شــکرخا را

نصیحت گوش کن جانا، که از جان دوست‌تـر دارنـد
جوانـــان ســـعادتمند پنـــد پیـــر دانـــا را

حـدیث از مطـرب و مِـی گـو و راز دَهـر کمتـر جـو
که کس نگشود و نگشاید بـه حکمـت ایـن معمـا را

غزل گفتی و دُر سفتی، بیـا و خـوش بخـوان حـافظ
کــه بــر نظــم تــو افشــاند فلــک عِقــد ثریّــا را

****

(۴)

بــه ملازمــان ســلطان کــه رســاند ایــن دعــا را؟
کــه بــه شُــکرِ پادشــاهی ز نظــر مــران گــدا را

ز رقیــب دیوســیرت بــه خــدای خــود پنــاهم
مگــر آن شــهاب ثاقــب مــددی دهــد خــدا را

مــژهٔ ســیاهت ار کــرد بــه خــونِ مــا اشــارت
ز فریــب او بینــدیش و غلــط مکــن نگــارا

دل عــالمی بســوزی چــو عِــذار برفُــروزی
تــو از ایــن چــه ســود داری کــه نمــی‌کنــی مــدارا

همه شــب در ایــن امیــدم کــه نســیم صــبحگاهی
بــه پیــام آشــنایان بنــوازد آشــنا را

چه قیامت اســت جانــا کــه بــه عاشــقان نمــودی؟
دل و جــان فــدای رویــت بنمــا عِــذار مــا را

به خدا که جرعــه‌ای ده تــو بــه حــافظ ســحرخیز
کــه دعــای صــبحگاهی اثــری کنــد شــما را

****

(۵)

دل مــی‌رود ز دســتم صــاحب‌دلان خــدا را
دردا کــه راز پنهــان خواهــد شــد آشــکارا

کشــتی‌شکســتگانیم ای بــاد شُــرطِه برخیــز
باشــد کــه بــاز بیــنم دیــدار آشــنا را

ده‌روزه مِهــر گــردون، افســانه اســت و افســون
نیکــی بــه جــای یــاران فرصــت شــمار یــارا

در حلقه گل و مُـل خـوش خوانـد دوش بلبـل
هــاتِ الصَّــبُوحَ هُبّــوا یــا ایُّهــا السُّــکارا

ای صــاحب کرامــت شــکرانهٔ ســلامت
روزی تَفَقُّــدی کــن درویــش بــی‌نــوا را

آسایش دو گیتی تفسـیر ایـن دو حـرف اسـت
بــا دوســتان مــروت بــا دشــمنان مــدارا

در کــوی نیــک‌نــامی مــا را گــذر ندادنــد
گــر تــو نمــی‌پســندی تغییــر کــن قضــا را

آن تلـخ‌وَش کـه صـوفی امُّ‌الخَبـائِثَش خوانـد
اَشــهی لَنــا و اَحلــی مِــن قُبلَــهِٔ العَــذارا

هنگام تنـگ‌دسـتی در عـیش کـوش و مسـتی
کــاین کیمیــای هســتی قــارون کُنَــد گــدا را

سرکش مشو که چون شمع از غیرتت بسوزد
دلبر که در کف او موم است سنگ خارا

آیینهٔ سکندر، جام می است بنگر
تا بر تو عرضه دارد احوال مُلک دارا

خوبان پارسی‌گو، بخشندگان عمرند
ساقی بده بشارت رندان پارسا را

حافظ به خود نپوشید این خرقهٔ مِی‌آلود
ای شیخ پاک‌دامن معذور دار ما را

****



# مثنوی معنوی
## از: مولانا روم

محمد جلال الدین رومی : پیدائش1207ء، مشہور فارسی شاعر اور صوفی بزرگ تھے۔ مثنوی، فیہ ما فیہ اور دیوان شمس تبریز ان کی معروف کتب ہیں، آپ دنیا بھر میں اپنی لازوال تصنیف "مثنوی معنوی" کی بدولت جانے جاتے ہیں۔ آپ اپنے دور کے اکابر علما میں سے تھے۔ فقہ اور مذاہب کے بہت بڑے عالم تھے۔ لیکن آپ کی شہرت بطور ایک صوفی شاعر کے ہوئی۔ دیگر علوم میں بھی آپ کو پوری دستگاہ حاصل تھی۔ دوران طالب علمی میں ہی پیچیدہ مسائل میں علمائے وقت مولانا کی طرف رجوع کرتے تھے۔ شمس تبریز مولانا کے پیر و مرشد تھے۔ آپ تقریباً 30 سال تک تعلیم و تربیت میں مشغول رہے آپ نے 3500 غزلیں، 2000 رباعیات اور رزمیہ نظمیں لکھیں۔ قریباً 66 سال کی عمر میں سن 1273ء بمطابق 672ھ میں انتقال کر گئے۔ ان کا مزار ترکی میں ہے۔ ان کے 800 ویں جشن پیدائش پر ترکی کی درخواست پر اقوام متحدہ کے ادارہ برائے تعلیم، ثقافت وسائنس یونیسکو نے 2007ء کو بین الاقوامی سالِ رومی قرار دیا۔

### دفتر اول
### بخش: ۱، سرآغاز

بشنو از نی چون حکایت می‌کند   از جدایی‌ها شکایت می‌کند

کز نیستان تا مرا ببریده‌اند   در نفیرم مرد و زن نالیده‌اند

سینه خواهم شرحه شرحه از فراق   تا بگویم شرح درد اشتیاق

هر کسی کو دور ماند از اصل خویش   باز جوید روزگار وصل خویش

من به هر جمعیتی نالان شدم   جفت بدحالان و خوش‌حالان شدم

هر کسی از ظن خود شد یار من   از درون من نجست اسرار من

سر من از نالهٔ من دور نیست   لیک چشم و گوش را آن نور نیست

تن ز جان و جان ز تن مستور نیست   لیک کس را دید جان دستور نیست

آتش است این بانگ نای و نیست باد   هر که این آتش ندارد نیست باد

آتش عشق است کاندر نی فتاد   جوشش عشق است کاندر می فتاد

نی حریف هر که از یاری برید   پرده‌هایش پرده‌های ما درید

همچو نی زهری و تریاقی که دید  همچو نی دمساز و مشتاقی که دید
نی حدیث راه پر خون می‌کند  قصه‌های عشق مجنون می‌کند
محرم این هوش جز بیهوش نیست  مر زبان را مشتری جز گوش نیست
در غم ما روزها بیگاه شد  روزها با سوزها همراه شد
روزها گر رفت گو رو باک نیست  تو بمان ای آن که چون تو پاک نیست
هر که جز ماهی ز آبش سیر شد  هرکه بی روزیست روزش دیر شد
در نیابد حال پخته هیچ خام  پس سخن کوتاه باید و السلام
بند بگسل باش آزاد ای پسر  چند باشی بند سیم و بند زر
گر بریزی بحر را در کوزه‌ای  چند گنجد قسمت یک روزه‌ای
کوزهٔ چشم حریصان پر نشد  تا صدف قانع نشد پر در نشد
هر که را جامه ز عشقی چاک شد  او ز حرص و عیب کلی پاک شد
شاد باش ای عشق خوش سودای ما  ای طبیب جمله علت‌های ما
ای دوای نخوت و ناموس ما  ای تو افلاطون و جالینوس ما
جسم خاک از عشق بر افلاک شد  کوه در رقص آمد و چالاک شد
عشق جان طور آمد عاشقا  طور مست و خر موسی صاعقا
با لب دمساز خود گر جفتمی  همچو نی من گفتنی‌ها گفتمی
هر که او از هم‌زبانی شد جدا  بی‌زبان شد گرچه دارد صد نوا
چون که گل رفت و گلستان درگذشت  نشنوی زآن پس ز بلبل سر گذشت
جمله معشوق است و عاشق پرده‌ای  زنده معشوق است و عاشق مرده‌ای
چون نباشد عشق را پروای او  او چو مرغی ماند بی‌پر وای او
من چگونه هوش دارم پیش و پس  چون نباشد نور یارم پیش و پس
عشق خواهد کاین سخن بیرون بود  آینه غماز نبود چون بود
آینه‌ت دانی چرا غماز نیست  زآن که زنگار از رخش ممتاز نیست
رو، تو زنگار از رخِ او پاک کُن  بعد ازان آن نور را ادراک کُن
فهم گر دارید جان را ره دهید  بعد ازان از شوق پا در ره نهید

## بخش ۲:

## عاشق شدن پادشاه بر کنیزک رنجور و تدبیر کردن در صحت او

بشنوید ای دوستان این داستان خود حقیقت نقد حال ماست آن
بود شاهی در زمانی پیش ازین ملک دنیا بودش و هم ملک دین
اتفاقاً شاه روزی شد سوار با خواص خویش از بهر شکار
یک کنیزک دید شه بر شاه‌راه شد غلام آن کنیزک پادشاه
مرغ جانش در قفس چون می‌تپید داد مال و آن کنیزک را خرید
چون خرید او را و برخوردار شد آن کنیزک از قضا بیمار شد
آن یکی خر داشت و پالانش نبود یافت پالان گرگ خر را در ربود
کوزه بودش آب می‌نامد بدست آب را چون یافت خود کوزه شکست
شه طبیبان جمع کرد از چپ و راست گفت جان هر دو در دست شماست
جان من سهلست جان جانم اوست دردمند و خسته‌ام درمانم اوست
هر که درمان کرد مر جان مرا برد گنج و در و مرجان مرا
جمله گفتندش که جانبازی کنیم فهم گرد آریم و انبازی کنیم
هر یکی از ما مسیح عالمیست هر الم را در کف ما مرهمیست
گر خدا خواهد نگفتند از بطر پس خدا بنمودشان عجز بشر
ترک استثنا مرادم قسوتیست نه همین گفتن که عارض حالتیست
ای بسا ناورده استثنا بگفت جان او با جان استثناست جفت
هرچه کردند از علاج و از دوا گشت رنج افزون و حاجت ناروا
آن کنیزک از مرض چون موی شد چشم شه از اشک خون چون جوی شد
از قضا سرکنگبین صفرا فزود روغن بادام خشکی می‌نمود
از هلیله قبض شد اطلاق رفت آب آتش را مدد شد همچو نفت
شربت و ادویه و اسبابِ او از طبیبان بُرد یکسر آبِ رو

## بخش ۳:

**ظاہر شدن عجز حکیمان از معالجۂ کنیزک وروی آوردن پادشاہ بہ درگاہ الٰہ ودر خواب دیدن او ولیی را**

شه چو عجز آن حکیمان را بدید پابرهنه جانب مسجد دوید
رفت در مسجد سوی محراب شد سجده‌گاه از اشک شه پر آب شد
چون به خویش آمد ز غرقاب فنا خوش زبان بگشاد در مدح و دعا
کای کمینه بخششت مُلک جهان من چه گویم چون تو می‌دانی نهان
ای همیشه حاجت ما را پناه بار دیگر ما غلط کردیم راه
لیک گفتی گرچه می‌دانم سرت زود هم پیدا کنش بر ظاهرت
چون برآورد از میان جان خروش اندر آمد بحر بخشایش به جوش
درمیان گریه خوابش در ربود دید در خواب او که پیری رو نمود
گفت ای شه مژده حاجاتت رواست گر غریبی آیدت فردا ز ماست
چونکه آید او حکیمی حاذقست صادقش دان کو امین و صادقست
در علاجش سِحر مطلق را ببین در مزاجش قدرت حق را ببین
چون رسید آن وعده‌گاه و روز شد آفتاب از شرق اخترسوز شد
بود اندر منظره شه منتظر تا ببینند آنچه بنمودند سر
دید شخصی فاضلی پرمایه‌ای آفتابی درمیان سایه‌ای
می‌رسید از دور مانند هلال نیست بود و هست بر شکل خیال
نیست‌وش باشد خیال اندر روان تو جهانی بر خیالی بین روان
بر خیالی صلحشان و جنگشان وز خیالی فخرشان و ننگشان
آن خیالاتی که دام اولیاست عکس مه‌رویان بستان خداست
آن خیالی که شه اندر خواب دید در رخ مهمان همی آمد پدید
شه به جای حاجبان فا پیش رفت پیش آن مهمان غیب خویش رفت
هر دو بحری آشنا آموخته هر دو جان بی دوختن بر دوخته
گفت معشوقم تو بودستی نه آن لیک کار از کار خیزد در جهان
ای مرا تو مصطفی من چو عمر از برای خدمتت بندم کمر

...

## بخش ۴:

## از خداوند ولی‌التوفیق در خواستن توفیق رعایت ادب در همه حالها و بیان کردن وخامت ضررهای بی‌ادبی

از خـــدا جـــوییم توفیـــق ادب بی‌ادب محروم گشت از لطف رب
بی‌ادب تنها نه خود را داشت بـد بلـــک آتـــش در همـــه آفـــاق زد
مایـده از آسـمان در مـی‌رسـید بی‌شری و بیع و بی‌گفت و شنید
درمیان قـوم موسـی چنـد کـس بی‌ادب گفتند کو سـیر و عـدس
منقطع شد خوان و نان از آسمان ماند رنج زرع و بیـل و داس‌مـان
باز عیسی چون شفاعت کرد حق خوان فرستاد و غنیمت بر طبـق
مائـــده از آســـمان شـــد عائـــده چون که گفت انزل علینـا مائـده
بـــاز گســـتاخان ادب بگذاشـــتند چون گـدایان زلـه‌هـا برداشـتند
لابه کرده عیسی ایشان را که این دایمست و کـم نگـردد از زمـین
بـدگمانی کـردن و حـرص‌آوری کفر باشـد پـیش خـوان مهتـری
زان گــــداروپان نادیـــــده ز آز آن در رحمت بریشان شـد فـراز
ابــر بــر نایــد پــی منــع زکــات وز زنـا افتـد وبـا انـدر جهـات
هر چه بر تو آید از ظلمات و غـم آن ز بی‌باکی و گستاخیست هـم
هر که بی‌باکی کند در راه دوست ره‌زن مردان شد و نـامرد اوسـت
از ادب پرنور گشته‌ست این فلک وز ادب معصوم و پاک آمد ملـک
بـد ز گسـتاخی کسـوف آفتـاب شـد عزازیلـی ز جـرات رد بـاب

***

## بخش ۵:

## ملاقات پادشاه با آن ولی که در خوابش نمودند

دست بگشاد و کنارانش گرفت همچو عشق اندر دل و جانش گرفت

دست و پیشانیش بوسیدن گرفت وز مقام و راه پرسیدن گرفت

پرس‌پرسان می‌کشیدش تا به صدر گفت گنجی یافتم آخر به صبر

گفت ای نور حَقّ و دفعِ حَرَج معنیِ الصبر مفتاح الفرج

ای لقای تو جواب هر سؤال مشکل از تو حل شود بی‌قیل‌وقال

ترجمانی هرچه ما را در دل است دستگیری هر که پایش در گل است

مرحبا یا مجتبی یا مرتضی إن تغب، جاء القضا، ضاق الفضا

انت مولی‌القوم من لا یشتهی قد ردی کلا لئن لم ینتهی

چون گذشت آن مجلس و خوان کرم دست او بگرفت و برد اندر حرم

***

## بخش۲:

بردن پادشاه آن طبیب را بر بیمار تا حال او را ببیند

قصهٔ رنجور و رنجوری بخواند بعد از آن در پیش رنجورش نشاند
رنگ روی و نبض و قاروره بدید هم علاماتش هم اسبابش شنید
گفت هر دارو که ایشان کرده‌اند آن عمارت نیست ویران کرده‌اند
بی‌خبر بودند از حال درون استعیذ الله مما یفترون
دید رنج و کشف شد بَر وِی نهفت لیک پنهان کرد و با سلطان نگفت
رنجش از صفرا و از سودا نبود بوی هر هیزم پدید آید ز دود
دید از زاریش کو زار دل است تن خوش است و او گرفتار دل است
عاشقی پیداست از زاری دل نیست بیماری چو بیماری دل
علت عاشق ز علت‌ها جداست عشق اصطرلاب اسرار خداست
عاشقی گر زین سر و گر زان سرست عاقبت ما را بدان سر رهبرست
هرچه گویم عشق را شرح و بیان چون به عشق آیم خجل باشم از آن
گرچه تفسیر زبان روشنگرست لیک عشق بی‌زبان روشنترست
چون قلم اندر نوشتن می‌شتافت چون به عشق آمد قلم بر خود شکافت
عقل در شرحش چو خر در گل بخفت شرح عشق و عاشقی هم عشق گفت
آفتاب آمد دلیل آفتاب گر دلیلت باید از وی رو متاب
از وی ار سایه نشانی می‌دهد شمس هر دم نور جانی می‌دهد
سایه، خواب آرد تو را همچون سمر چون برآید شمس انشق القمر
خود غریبی در جهان چون شمس نیست شمس جان باقیست کاو را امس نیست
شمس در خارج اگر چه هست فرد می‌توان هم مثل او تصویر کرد
شمس جان کو خارج آمد از اثیر نبودش در ذهن و در خارج نظیر
در تصور ذات او را گُنج کو تا درآید در تصور مثل او

چون حدیث روی شمس‌الدین رسید    شمس چارم‌آسمان سر در کشید

واجب آید چونکه آمد نام او    شرح کردن رمزی از انعام او

این نفس جان دامنم برتافتست    بوی پیراهان یوسف یافتست

کز برای حقِ صحبت سال‌ها    بازگو حالی از آن خوش حال‌ها

تا زمین و آسمان خندان شود    عقل و روح و دیده صدچندان شود

لاتکلفنی فانی فی الفنا    کلت افهامی فلا احصی ثنا

کل شیء قاله غیرالمفیق    ان تکلف او تصلف لا یلیق

من چه گویم یک رگم هشیار نیست    شرح آن یاری که او را یار نیست

شرح این هجران و این خون جگر    این زمان بگذار تا وقت دگر

قال اطعمنی فانی جائع    واعتجل فالوقت سیف قاطع

صوفی ابن‌الوقت باشد ای رفیق    نیست فردا گفتن از شرط طریق

تو مگر خود مرد صوفی نیستی    هست را از نسیه خیزد نیستی

گفتمش پوشیده خوش‌تر سِرِّ یار    خود تو در ضمن حکایت گوش دار

خوش‌تر آن باشد که سر دلبران    گفته آید در حدیث دیگران

گفت مکشوف و برهنه بی‌غلول    بازگو، دفعم مِده ای بوالفضول

پرده بردار و برهنه گو که من    می‌نخسپم با صنم با پیرهن

نه تو مانی نه کنارت نه میان    نه تو مانی نه کنارت نه میان

برنتابد کوه را یک برگ کاه    برنتابد کوه را یک برگ کاه

اندکی گر پیش آید جمله سوخت    اندکی گر پیش آید جمله سوخت

بیش ازین از شمس تبریزی مگوی    بیش ازین از شمس تبریزی مگوی

رو تمام این حکایت بازگوی    رو تمام این حکایت بازگوی

***

**بخش۷:**

**خلوت طلبیدن آن ولی از پادشاه جهت دریافتن رنج کنیزک**

گفت ای شه خلوتی کن خانه را  دور کن هم خویش و هم بیگانه را
کس ندارد گوش در دهلیزها  تا بپرسم زین کنیزک چیزها
خانه خالی ماند و یک دیّار نه  جز طبیب و جز همان بیمار نه
نرم‌نرمک گفت شهر تو کجاست؟  که علاج اهل هر شهری جداست
واندر آن شهر از قرابت کیستت؟  خویشی و پیوستگی با چیستت؟
دست بر نبضش نهاد و یک‌به‌یک  باز می‌پرسید از جور فلک
چون کسی را خار در پایش جهد  پای خود را بر سر زانو نهد
وز سر سوزن همی جوید سرش  ور نیابد، می‌کند با لب ترش
خار در پا شد چنین دشواریاب  خار در دل چون بود؟ وادِه جواب
خار در دل گر بدیدی هر خسی  دستْ کِی بودی غمان را بر کسی؟
کس به زیر دمِّ خر خاری نهد  خر نداند دفع آن، برمی‌جهد
برجهد، وان خار محکم‌تر زند  عاقلی باید که خاری برکند
خر ز بهر دفع خار از سوز و درد  جفته می‌انداخت، صد جا زخم کرد
آن حکیمِ خارچینْ استاد بود  دست می‌زد جابجا می‌آزمود
زان کنیزک بر طریق داستان  باز می‌پرسید حال دوستان
با حکیمْ او قصه‌ها می‌گفت فاش  از مُقام و خواجگان و شهر و باش
سوی قصه گفتنش می‌داشت گوش  سوی نبض و جَستنش می‌داشت هوش
تا که نبض از نام کی گردد جَهان  او بود مقصود جانش در جهان
دوستان و شهر او را برشمرد  بعد از آن شهری دگر را نام برد
گفت چون بیرون شدی از شهر خویش  در کدامین شهر بودستی تو بیش؟
نام شهری گفت و زان هم درگذشت  رنگ روی و نبض او دیگر نگشت

خواجگـان و شـهرها را یَـک‌بـه‌یَـک   بـاز گفـت از جـای و از نـان و نمـک
شهر شهر و خانـه خانـه قصـه کـرد   نه رگش جنبید و نـه رخ گشـت زرد
نبض او بر حال خـود بُـد بـی‌گزنـد   تـا بپرسـید از سـمرقند چـو قنـد
نبضْ جست و رویْ سرخ و زرد شـد   کـز سـمرقندیِّ زرگـر فـرد شـد
چون ز رنجور آن حکیم این راز یافت   اصـل آن درد و بـلا را بـاز یافـت
گفت کـوی او کـدام اسـت در گُـذَر   او سـرِ پـل گفـت و کـوی غـاتِفَر
گفت دانستم که رنجت چیست، زود   در خلاصـت سِـحرها خـواهم نمـود
شاد بـاش و فـارغ و آمـن کـه مـن   آن کـنم بـا تـو کـه بـاران بـا چمـن
من غم تو می‌خَورم، تـو غـم مخَـور   بـر تـو مـن مشـفق‌تـرم از صـد پـدر
هان و هان این راز را بـا کـس مگـو   گرچه از تو شه کند بس جسـت‌وجـو
خانـهٔ اسـرار تـو چـون دل شـود   آن مـرادت زودتـر حاصـل شـود
گفت پیغامبر که هر که سِـرّ نهفـت   زود گـردد بـا مـراد خـویش جفـت
دانه چون انـدر زمـین پنهـان شـود   سِـرِّ او سرسـبزی بسـتان شـود
زَرّ و نقـره گـر نبودنـدی نهـان   پـرورش کـی یافتنـدی زیـر کـان
وعـده‌هـا و لطـف‌هـای آن حکـیم   کـرد آن رنجـور را آمـن ز بـیم
وعـده‌هـا باشـد حقیقـی دل‌پـذیر   وعـده‌هـا باشـد مجـازی تاسـه‌گیـر
وعـدهٔ اهـل کـرم گـنج روان   وعـدهٔ نااهـل شـد رنـج روان

***

## بخش ۸:

### دریافتن آن ولی رنج را و عرض کردن رنج او را پیش پادشاه

آن حکیمِ مهربان چـون راز یافـت   صـورتِ رنـج کنیـزک بـاز یافـت
بعد از آن برخاست و عزم شاه کرد   شـاه را زان شـمّه‌ای آگـاه کـرد
گفت تدبیر آن بـوَد کـان مـرد را   حاضـر آریـم از پـی ایـن درد را
مرد زرگر را بخوان زان شـهر دور   بـا زر و خلعـت بـده او را غـرور

## بخش ۹:

## فرستادن پادشاه رسولان به سمرقند به آوردن زرگر

شه فرستاد آن طرف یک دو رسول  حاذقـان و کافیـان بـس عَـدول
تـا سـمرقند آمدنـد آن دو امیـر  پـیش آن زرگـر ز شاهنشـه بَشـیر
کـای لطیـف استاد کامـل معرفـت  فـاش انـدر شـهرها از تـو صـفت
نـک فـلان شـه از بـرای زرگـری  اختیـارت کـرد زیـرا مهتـری
اینک این خلعت بگیـر و زرّ و سـیم  چون بیـایی خـاص باشـی و نـدیم«
مـرد مـال و خلعـت بسـیار دیـد  غـرّه شـد از شـهر و فرزنـدان برید.
انـدر آمـد شـادمان در راه مـرد  بی‌خبر کان شـاه قصـد جـانْش کـرد
اسپ تازی برنشسـت و شـاد تاخـت  خونبهای خویش را خلعـت شـناخت
ای شـده انـدر سـفر بـا صـد رضـا  خود به پای خـویش تـا سـوء القضـا
در خیـالش مُلـک و عِـزّ و مهتـری  گفـت عزرائیـل رو، آری بـری
چـون رسـید از راه آن مـرد غریـب  انـدر آوردش بـه پـیش شـه طبیـب
سـوی شاهنشـاه بردنـدش بنـاز  تـا بسـوزد بـر سـر شـمع طـراز
شـاه دیـد او را بسـی تعظـیم کـرد  مخـزن زر را بـدو تسـلیم کـرد
پس حکیمش گفت کای سلطان مِه  آن کنیـزک را بـدین خواجـه بـدِه
تا کنیزک در وصالش خـوش شـود  آب وصـلش دفـع آن آتـش شـود
شـه بـدو بخشـید آن مـه روی را  جفت کرد آن هر دو صحبت‌جـوی را
مـدت شـش مـاه مـی‌راندنـد کـام  تـا بـه صـحتْ آمـد آن دختـر تمـام
بعد از آن از بهر او شـربت بسـاخت  تا بخورد و پیش دختـر مـی‌گـداخت
چـون ز رنجـوری جمـال او نمانـد  جـان دختـر در وبـال او نمانـد
چونک زشت و ناخوش و رخ زرد شد  انـدک‌انـدک در دل او سـرد شـد
عشـقهایی کـز پـی رنگـی بـود  عشـق نبـود عاقبـت ننگـی بـود
کاش کان هم ننگ بودی یکسری  تـا نرفتـی بـر وی آن بـد داوری

خون دوید از چشم همچون جوی او دشـــمن جـــان وی آمـــد روی او
دشـــمن طـــاووس آمـــد پـــرّ او ای بســـی شـــه را بکشـــته فـــرّ او
گفت: «من آن آهـوم کـز نـاف مـن ریخت ایـن صـیاد خـون صـاف مـن
ای من آن روباهِ صـحرا، کـز کمـین ســـر بریدنـــدش بـــرای پوســـتین
ای من آن پیلـی کـه زخـم پیلبـان ریخـــت خـــونم از بـــرای اســـتخوان
آنـک کشتســـتم پـی مـادون مـن مـی‌ندانـد کـه نخسـپد خـون مـن
بـر منسـت امـروز و فـردا بـر وی‌اسـت خون چون من کس، چنین ضایع کی‌است؟
گـر چـه دیـوار افکنـد سـایۀ دراز بـاز گـردد سـوی او آن سـایه بـاز؛
این جهان کوهسـت و فعـل مـا نـدا ســوی مــا آیــد نــداها را صـــدا»
این بگفت و رفت در دَم زیـر خـاک آن کنیزک شد ز عشق و رنـج پـاک
زانک عشق مردگان پاینـده نیسـت زانک مرده سـوی مـا آینـده نیسـت
عشـــق زنـــده در روان و در بصـــر هـر دمـی باشـد ز غنچـه تـازه‌تـر
عشق آن زنـده گـزین کـو باقیسـت کـز شـراب جـان‌فزایـت ساقیسـت
عشـق آن بگـزین کـه جملـه انبیـا یافتنـــد از عشـــق او کـــار و کیـــا
تو مگو ما را بـدان شـه بـار نیسـت بـا کریمـان کارهـا دشـوار نیسـت

** **

## بخش۱۰:

## بیان آنک کشتن و زهر دادن مرد زرگر به اشارت الهی بود نه به هوای نفس و تامل فاسد

کشتن آن مرد بر دست حکیم — نه پی اومید بود و نه ز بیم
او نکشتش از برای طبع شاه — تا نیامد امر و الهام اله
آن پسر را کش خضر ببرید حلق — سر آن را در نیابد عام خلق
آنک از حق یابد او وحی و جواب — هرچه فرماید بود عین صواب
آنک جان بخشد اگر بکشد رواست — نایبست و دست او دست خداست
همچو اسماعیل پیشش سر بنه — شاد و خندان پیش تیغش جان بده
تا بماند جانت خندان تا ابد — همچو جان پاک احمد با احد
عاشقان آنگه شراب جان کشند — که به دست خویش خوبانشان کشند
شاه آن خون از پی شهوت نکرد — تو رها کن بدگمانی و نبرد
تو گمان بردی که کرد آلودگی — در صفا غش کی هلد پالودگی
بهر آنست این ریاضت وین جفا — تا بر آرد کوره از نقره جفا
بهر آنست امتحان نیک و بد — تا بجوشد بر سر آرد زر زبد
گر نبودی کارش الهام اله — او سگی بودی دراننده نه شاه
پاک بود از شهوت و حرص و هوا — نیک کرد او لیک نیک بد نما
گر خضر در بحر کشتی را شکست — صد درستی در شکست خضر هست
وهم موسی با همه نور و هنر — شد از آن محجوب تو بی پر مپر
آن گل سرخست تو خونش مخوان — مست عقلست او تو مجنونش مخوان
گر بدی خون مسلمان کام او — کافرم گر بردمی من نام او
می‌بلرزد عرش از مدح شقی — بدگمان گردد ز مدحش متقی
شاه بود و شاه بس آگاه بود — خاص بود و خاصهٔ الله بود
آن کسی را کش چنین شاهی کُشد — سوی بخت و بهترین جاهی کِشد

گـــر ندیـــدی ســـود او در قهـــر او کـی شـدی آن لطـف مطلـق قهرجـو
بچـــه می‌لـــرزد از آن نـــیش حجـــام مـــادر مشـــفق در آن دم شـــاد کام
نیم جـان بستاند و صـد جـان دهـد آنـــچ در وهمـــت نیایـــد آن دهـــد
تو قیاس از خـویش می‌گیری ولیـک دور دور افتـــاده‌ای بنگـــر تـــو نیـــک

** **

## بخش ۱۱:

## حکایت بقال و طوطی و روغن ریختن طوطی در دکان

بـــود بقـــالی و وی را طـــوطیی خـوش‌نـوایی سـبز و گویـا طـوطیی
بـــر دکـــان بـــودی نگهبـــان دکـــان نکتـــه گفتـــی بـــا همـــه ســـوداگران
در خطـــاب آدمـــی نـــاطق بـــدی در نـــوای طوطیـــان حـــاذق بـــدی
خواجه روزی سوی خانـه رفتـه بـود بـــر دکـــان طـــوطی نگهبـــانی نمـــود
گربـه‌ای برجســت ناگــه بــر دکــان بهــر موشــی طوطیــک از بــیم جــان
جست از سوی دکان سویی گریخـت شیشـــه‌هـــای روغـــن گـــل را بریخـــت
از ســـوی خانـــه بیامـــد خواجـــه‌اش بر دکان بنشسـت فـارغ خواجـه‌وش
دید پر روغـن دکـان و جامـه چـرب بر سرش زد گشت طوطی کل ز ضرب
روزکـــی چنـــدی ســـخن کوتـــاه کـــرد مـــرد بقـــال از نـــدامت آه کـــرد
ریش بر می‌کند و می‌گفت ای دریـغ کافتـــاب نعمـــتم شـــد زیـــر میـــغ
دست من بشکسـته بـودی آن زمـان که زدم من بـر سـر آن خـوش زبـان
هدیـــه‌هـــا مـــی‌داد هـــر درویـــش را تـــا بیابـــد نطـــق مـــرغ خـــویش را
بعد سه روز و سه شـب حیـران و زار بـــر دکـــان بنشســـته بـــد نومیـــدوار
می‌نمود آن مرغ را هـر گـون نهفـت تـا کـه باشـد انـدر آیـد او بگفـت
جـــولقیی ســـر برهنـــه مـــی‌گذشـــت با سر بی مو چو پشت طاس و طشت
آمـد انـدر گفـت طـوطی آن زمـان بانـگ بـر درویـش زد چـون عـاقلان
کـز چـه ای کـل بـا کـلان آمیختـی تـو مگـر از شیشـه روغـن ریختـی
از قیاســـش خنـــده آمـــد خلـــق را کو چو خود پنداشت صاحب دلق را

کار پاکان را قیاس از خود مگیر   گر چه ماند در نبشتن شیر و شیر

جمله عالم زین سبب گمراه شد   کم کسی ز ابدال حق آگاه شد

همسری با انبیا برداشتند   اولیا را همچو خود پنداشتند

گفته اینک ما بشر ایشان بشر   ما و ایشان بستهٔ خوابیم و خور

این ندانستند ایشان از عمی   هست فرقی درمیان بی‌منتهی

هر دو گون زنبور خوردند از محل   لیک شد زان نیش و زین دیگر عسل

هر دو گون آهو گیا خوردند و آب   زین یکی سرگین شد و زان مشک ناب

هر دو نی خوردند از یک آب‌خور   این یکی خالی و آن پر از شکر

صد هزاران این چنین اشباه بین   فرقشان هفتاد ساله راه بین

این خورد گردد پلیدی زو جدا   آن خورد گردد همه نور خدا

این خورد زاید همه بخل و حسد   وآن خورد زاید همه نور احد

این زمین پاک و آن شوره‌ست و بد   این فرشتهٔ پاک و آن دیوست و دد

هر دو صورت گر به هم ماند رواست   آب تلخ و آب شیرین را صفاست

جز که صاحب ذوق کی شناسد بیاب   او شناسد آب خوش از شوره آب

سحر را با معجزه کرده قیاس   هر دو را بر مکر پندارد اساس

ساحران موسی از استیزه را   برگرفته چون عصای او عصا

زین عصا تا آن عصا فرقیست ژرف   زین عمل تا آن عمل راهی شگرف

لعنهٔ الله این عمل را در قفا   رحمهٔ الله آن عمل را در وفا

کافران اندر مری بوزینه طبع   آفتی آمد درون سینه طبع

هرچه مردم می‌کند بوزینه هم   آن کند کز مرد بیند دم بدم

او گمان برده که من کردم چو او   فرق را کی داند آن استیزه‌رو

این کند از امر و او بهر ستیز   بر سر استیزه‌رویان خاک ریز

آن منافق با موافق در نماز   از پی استیزه آید نه نیاز

در نماز و روزه و حج و زکات   با منافق مؤمنان در برد و مات

مؤمنان را برد باشد عاقبت   بر منافق مات اندر آخرت

گرچه هر دو بر سر یک بازی‌اند هر دو با هم مروزی و رازی‌اند
هر یکی سوی مقام خود رود هر یکی بر وفق نام خود رود
مؤمنش خوانند جانش خوش شود ور منافق تیز و پر آتش شود
نام او محبوب از ذات وی است نام این مبغوض از آفات وی است
میم و واو و میم و نون تشریف نیست لفظ مؤمن جز پی تعریف نیست
گر منافق خوانیش این نام دون همچو کزدم می‌خلد در اندرون
گرنه این نام اشتقاق دوزخست پس چرا در وی مذاق دوزخست
زشتی آن نام بد از حرف نیست تلخی آن آب بحر از ظرف نیست
حرف ظرف آمد درو معنی چو آب بحر معنی عنده ام الکتاب
بحر تلخ و بحر شیرین در جهان در میانشان برزخ لا یبغیان
وانگه این هر دو ز یک اصلی روان بر گذر زین هر دو رو تا اصل آن
زر قلب و زر نیکو در عیار بی محک هرگز ندانی ز اعتبار
هر که را در جان خدا بنهد محک هر یقین را باز داند او ز شک
در دهان زنده خاشاکی جهد آنگه آرامد که بیرونش نهد
در هزاران لقمه یک خاشاک خرد چون در آمد حس زنده پی ببرد
حس دنیا نردبان این جهان حس دینی نردبان آسمان
صحت این حس بجویید از طبیب صحت آن حس بجویید از حبیب
صحت این حس ز معموری تن صحت آن حس ز تخریب بدن
راه جان مر جسم را ویران کند بعد از آن ویرانی آبادان کند
کرد ویران خانه بهر گنج زر وز همان گنجش کند معمورتر
آب را ببرید و جو را پاک کرد بعد از آن در جو روان کرد آب خورد
پوست را بشکافت و پیکان را کشید پوست تازه بعد از آنش بر دمید
قلعه ویران کرد و از کافر ستد بعد از آن بر ساختش صد برج و سد
کار بی‌چون را که کیفیت نهد اینک گفتم این ضرورت می‌دهد

گه چنین بنماید و گه ضد این جز که حیرانی نباشد کار دین

نه چنان حیران که پشتش سوی اوست بل چنان حیران و غرق و مست دوست

آن یکی را روی او شد سوی دوست وان یکی را روی او خود روی اوست

روی هر یک می‌نگر می‌دار پاس بوک گردی تو ز خدمت روشناس

چون بسی ابلیس آدم‌روی هست پس به هر دستی نشاید داد دست

زانک صیاد آورد بانگ صفیر تا فریبد مرغ را آن مرغ‌گیر

بشنود آن مرغ بانگ جنس خویش از هوا آید بیابد دام و نیش

حرف درویشان بدزدد مرد دون تا بخواند بر سلیمی زان فسون

کار مردان روشنی و گرمیست کار دونان حیله و بی‌شرمیست

شیر پشمین از برای کد کنند بومسیلم را لقب احمد کنند

بومسیلم را لقب کذاب ماند مر محمد را اولو الالباب ماند

آن شراب حق ختامش مشک ناب باده را ختمش بود گند و عذاب

** **

## بخش ۱۲:

### داستان آن پادشاه جهود کی نصرانیان را می کشت از بهر تعصب

بود شاهی در جُهودان ظلم‌ساز دشمنِ عیسی و نصرانی گُداز

عهدِ عیسی بود و نوبتْ آنِ او جانِ موسی او و موسی جانِ او

شاهِ اَحْوَل کرد در راهِ خدا آن دو دَمسازِ خدایی را جدا

گفت استادْ اَحْوَلی را کَاندَر آ زو بُرون آر از وِثاق آن شیشه را

گفت اَحوَل: زان دو شیشه من کدام پیشِ تو آرَم؟ بکُن شرحِ تمام

گفت استاد: آن، دو شیشه نیست، رو آحـوَلی بگـذار و افـزون‌ْبـین مشـو
گفـت: ای اُسـتا، مـرا طعنـه مـزن گفت اُستا: زان دو، یک را دَر شکن
چون یکی بشکست، هر دو شد ز چشم مَـرد، اَحـوَل گـردد از مَـیلان و خشم
شیشه یک بود و به چشمش دو نمود چون شکست او شیشه را، دیگر نبود
خشم و شَـهوَت مـرد را احـوَل کنـد ز اسـتقامت روح را مُبْـدَل کنـد
چون غَرَض آمـد، هنـر پوشـیده شـد صد حجاب از دل به سوی دیده شد
چون دهد قاضی به دل رُشْـوَت قـرار کـی شناسـد ظـالم از مظلـومِ زار
شـاه، از حِقْـدِ جُهودانـه چنـان گشت اَحوَل، کَالْاَمـانْ یـا رَب اَمـان
صـد هـزاران مـؤمنِ مظلـوم کُشـت که پنـاهم دیـنِ موسـی را و پُشـت

***

## بخش ۱۳ - آموختن وزیر مکر پادشاه را

او وزیـری داشـت گَبْـر و عِشـوه دِه کو بَـر آبْ از مَکـر بَـر بَسـتی گِـرِه
گفـت: تَرسـایان پنـاهِ جـان کُننـد دینِ خْوَد را از مَلِـک پنهـان کننـد
کم کُش ایشان را، که کشتنْ سود نیست دینْ ندارد بوی؛ مُشک و عـود نیسـت
سِـرّ پنهانسـت انـدر صـد غِـلاف ظاهرش با تُست و باطن بَر خِلاف
شاه گفتش: پس بگو تَدبیر چیسـت؟ چارهٔ آن مَکر و آن تَزْویـر چیسـت؟
تـا نمانَـد در جهـان نصـرانیی نـی هُوَیـدا دیـن و نـه پنهـانیی
گفت: ای شَه، گوش و دسـتم را ببُـر بینی‌ام بشکاف و لب در حُکـمِ مُـر
بعـد از آن در زیـرِ دار آور مـرا تـا بخواهـد یـک شـفاعت‌گـر مـرا
بـر مُنـادی‌گـاه کُـن ایـن کـارْ تـو بـر سـرِ راهـی کـه باشـد چارسـو
آنگَهَـم از خْـوَد بِـران تـا شـهرِ دور تا دَر انـدازَم دَریشـان شَـرّ و شـور

***

## بخش ۱۴

### تلبیس وزیر بانصاری

پس بگویم من به سِر نصرانیم ای خدای رازدان می‌دانیم
شاه واقف گشت از ایمان من وز تعصب کرد قصد جان من
خواستم تا دین ز شه پنهان کنم آنک دین اوست ظاهر آن کنم
شاه بویی برد از اسرار من متهم شد پیش شه گفتار من
گفتْ گفتِ تو چو در نان سوزنست از دل من تا دل تو روزنست
من از آن روزن بدیدم حال تو حال تو دیدم ننوشم قال تو
گر نبودی جان عیسی چاره‌ام او جهودانه بکردی پاره‌ام
بهر عیسی جان سپارم سر دهم صد هزاران منتش بر خود نهم
جان دریغم نیست از عیسی ولیک واقفم بر علم دینش نیک‌نیک
حیف می‌آمد مرا کان دین پاک درمیان جاهلان گردد هلاک
شکر ایزد را و عیسی را که ما گشته‌ایم آن کیش حق را ره‌نما
از جهود و از جهودی رسته‌ایم تا به زناری میان را بسته‌ایم
دور دور عیسیست ای مردمان بشنوید اسرار کیش او بجان
کرد با وی شاه آن کاری که گفت خلق حیران مانده زان مکر نهفت
راند او را جانب نصرانیان کرد در دعوت شروع او بعد از آن

*** ***

## بخش ۱۵
## قبول کردن نصاری مکر وزیر را

صد هزاران مرد ترسا سوی او　اندک‌اندک جمع شد در کوی او
او بیان می‌کرد با ایشان براز　سر انگلیون و زنار و نماز
او به ظاهر واعظ احکام بود　لیک در باطن صفیر و دام بود
بهر این بعضی صحابه از رسول　ملتمس بودند مکر نفس غول
کو چه آمیزد ز اغراض نهان　در عبادتها و در اخلاص جان
فضل طاعت را نجستندی ازو　عیب ظاهر را بجستندی که کو
مو به مو و ذره ذره مکر نفس　می‌شناسیدند چون گل از کرفس
موشکافان صحابه هم در آن　وعظ ایشان خیره گشتندی بجان

*** ***

## بخش ۱۶
## متابعت نصاری وزیر را

دل بدو دادند ترسایان تمام　خود چه باشد قوت تقلید عام
در درون سینه مهرش کاشتند　نایب عیسیش می‌پنداشتند
او به سِر دجال یک چشم لعین　ای خدا فریاد رس نعم المعین
صد هزاران دام و دانه‌ست ای خدا　ما چو مرغان حریص بی‌نوا
دم بدم ما بستهٔ دام نویم　هر یکی گر باز و سیمرغی شویم
می‌رهانی هر دمی ما را و باز　سوی دامی می‌رویم ای بی‌نیاز

مـا دریـن انبـار گنـدم مـی‌کنـیم گنـدم جمـع آمـده گـم مـی‌کنـیم

مــی‌نیندیشــیم آخــر مــا بهــوش کین خلل در گندمست از مکر موش

مـوش تـا انبـار مـا حفـره زدسـت و از فنش انبـار مـا ویـران شدسـت

اول ای جـان دفـع شـر مـوش کـن وانگهان در جمع گندم جـوش کـن

بشــنو از اخبــار آن صــدر الصــدور لا صـــــلوة تـــــم الا بالحضـــــور

گر نـه موشـی دزد در انبـار ماسـت گنـدم اعمـال چـل سـاله کجاسـت

ریــزه‌ریــزه صــدق هــر روزه چــرا جمــع مــی‌نایــد دریــن انبــار مــا

بــس ستارهٔ آتــش از آهــن جهیــد وان دل ســوزیده پــذرفت و کشــید

لیـک در ظلمـت یکـی دزدی نهـان مــی‌نهــد انگشــت بــر اســتارگان

می‌کشد اسـتارگان را یـک بـه یـک تــا کــه نفــروزد چراغــی از فلــک

گــر هــزاران دام باشــد در قــدم چون تو بـا مـایی نباشـد هـیچ غـم

چـون عنایاتـت بـود بـا مـا مقـیم کــی بــود بیمــی از آن دزد لئــیم

هــر شــبی از دام تــن ارواح را مــی‌رهــانی مــی‌کنــی الــواح را

می‌رهند ارواح هر شب زیـن قفـس فارغـان نـه حـاکم و محکـوم کـس

شـب ز زنـدان بـی‌خبـر زنـدانیان شـب ز دولـت بـی‌خبـر سـلطانیان

نــه غــم و اندیشــهٔ ســود و زیــان نــه خیــال ایــن فــلان و آن فــلان

حال عارف این بـود بـی‌خـواب هـم گفـت ایـزد هـم رقـود زیـن مـرم

خفتـه از احـوال دنیـا روز و شـب چــون قلــم در پنجــهٔ تقلیــب رب

آنـــکه او پنجـــه نبینـــد در رق فعـــل پنـــدارد بجنـــبش از قلـــم

****

## تمثیل مرد عارف

شمه‌ای زین حال عارف وا نمود خلق را هم خواب حسی در ربود
رفته در صحرای بی‌چون جانشان روحشان آسوده و ابدانشان
ترکِ روز آخر چو با زرین سپر هندوئ شب را به تیغ افگند سر
میل هر جانی بسوی تن بود هر تنی از روح آبستن بُود
وز صفیری باز دام اندر کشی جمله را در داد و در داور کشی
چونک نور صبحدم سر بر زند کرگس زرین گردون پر زند
فالق الاصباح اسرافیل‌وار جمله را در صورت آرد زان دیار
روحهای منبسط را تن کند هر تنی را باز آبستن کند
اسپ جانها را کند عاری ز زین سر النوم اخِ الموتست این
لیک بهر آنک روز آیند باز بر نهد بر پایشان بند دراز
تا که روزش واکشد زان مرغزار وز چراگاه آردش در زیر بار
کاش چون اصحاب کهف این روح را حفظ کردی یا چو کشتی نوح را
تا ازین طوفان بیداری و هوش وا رهیدی این ضمیر و چشم و گوش
ای بسی اصحاب کهف اندر جهان پهلوی تو پیش تو هست این زمان
یار با او غار با او در سرود مهر بر چشمست و بر گوشت چه سود
بازدان کز چیست این رو پوش‌ها ختمِ حق بر چشم ها و گوش ها

****

# انتخاب از
# رباعیات ابوسعید ابوالخیر



اصل نام: شیخ ابوسید فضل اللہ بن ابوالخیر، معروف بہ ابوسعید ابوالخیر

پیدائش ۳۵۷ھ خاوران میہنہ۔ وفات: ۴۴۰ھ میہنہ [جدید ور ترکمنستان]۔

آپ ایک معروف صوفی بزرگ اور صوفی شاعر گزرے ہیں، فارسی میں انھیں صوفی مسلک کا اولین شاعر سمجھا جاتا ہے۔ آپ نے عبداللہ الحصری، ابولفضل حسن سرخسی، ابوالحسن علی خرقانی جیسے اپنے زمانے کے بلند پایہ علماء سے کسبِ فیض کیا، جس کا اثر آپ کی زندگی سے عیاں ہے۔ آپ فارسی میں عارفانہ رباعیات کے سبب زندہ ہیں۔ ان کے پوتے محمد بن منور نے ۵۹۹ھ میں آپ کی زندگی اور احوال کو "اسرار التوحید" نامی کتاب میں یکجا کر کے اہم کام انجام دیا ہے، آپ نے میہنہ میں ہی ۴۴۰ھ میں وفات پائی۔

## ردیف (الف)

۱

گر کافر و گبر و بت‌پرستی بـاز آ　　باز آ باز آ هر آنچه هسـتی بـاز آ

صد بار اگر توبـه شکسـتی بـاز آ　　این درگه ما درگه نومیدی نیست

۲

یا رب به حسین و حسن و آل‌عبـا　　یا رب بـه محمـد و علـی و زهـرا

بـی‌منـت خلـق یـا علـی الاعـلا　　کز لطف برآر حـاجتم در دو سـرا

۳

وصل تو کجا و من مهجور کجا دردانه کجا حوصله مور کجا
هر چند ز سوختن ندارم باکی پروانه کجا و آتش طور کجا

۴

منصور حلاج آن نهنگ دریا کز پنبهٔ تن دانهٔ جان کرد جدا
روزیکه انا الحق به زبان می‌آورد منصور کجا بود؟ خدا بود خدا

۵

وا فریادا ز عشق وا فریادا کارم به یکی طرفه نگار افتادا
گر داد من شکسته دادا دادا ور نه من و عشق هر چه بادا بادا

۶

ای شیر سرافراز زبردست خدا ای تیر شهاب ثاقب شست خدا
آزادم کن ز دست این بی‌دستان دست من و دامن تو ای دست خدا

۷

گفتم صنما لاله رخا دلدارا در خواب نمای چهره باری یارا
گفتا که روی به خواب بی ما وانگه خواهی که دگر به خواب بینی ما را

۸

گفتی که منم ماه نشابور سرا ای ماه نشابور نشابور ترا
آن تو ترا و آن ما نیز ترا با ما بنگویی که خصومت ز چرا

۹

هرگاه که بینی دو سه سرگردان را عیب ره مردان نتوان کرد آن را
تقلید دو سه مقلد بی‌معنی بدنام کند راه جوانمردان را

۱۰

یا رب مکن از لطف پریشان ما را   هر چند که هست جرم و عصیان ما را
ذات تو غنی بوده و ما محتاجیم   محتاج بغیر خود مگردان ما را

۱۱

گر بر در دیر می‌نشانی ما را   گر در ره کعبه میدوانی ما را
اینها همگی لازمهٔ هستی ماست   خوش آنکه ز خویش وارهانی ما را

۱۲

تا چند کشم غصهٔ هر ناکس را   وز خست خود خاک شوم هر کس را
کارم به دعا چو برنمی‌آید راست   دادم سه طلاق این فلک اطلس را

۱۳

پرسیدم ازو واسطهٔ هجران را   گفتا سببی هست بگویم آن را
من چشم توام اگر نبینی چه عجب   من جان توام کسی نبیند جان را

۱۴

از زهد اگر مدد دهی ایمان را   مرتاض کنی به ترک دنیی جان را
ترک دنیا نه زهد دنیا زیراک   نزدیک خرد زهد نخوانند آن را

۱۵

تسبیح ملک را و صفا رضوان را   دوزخ بد را بهشت مر نیکان را
دیبا جم را و قیصر و خاقان را   جانان ما را و جان ما جانان را

۱۶

ای دوست دوا فرست بیمـاران را   روزی ده جن و انس و هم یاران را
مـا تشـنه لبـان وادی حرمـانیم   بر کشـت امیـد مـا بـده بـاران را

۱۷

دی شانه زد آن ماه خم گیسو را   بـر چهـره نهـاد زلـف عنبـر بـو را
پوشید بـدین حیلـه رخ نیکـو را   تا هر کـه نـه محـرم نشناسـد او را

۱۸

در کعبه اگر دل سوی غیرست تـرا   طاعت همه فسق و کعبه دیرست ترا
ور دل به خـدا و سـاکن میکـده‌ای   می نوش که عاقبـت بخیرسـت تـرا

۱۹

تا درد رسـید چشـم خونخـوار تـرا   خواهم که کشد جان من آزار ترا
یا رب که ز چشم زخم دوران هرگز   دردی نرسـد نـرگس بیمـار تـرا

۲۰

در دیده به جای خواب آب است مـرا   زیرا که به دیدنت شـتاب اسـت مـرا
گویند بخواب تا بـه خـواب‌ش بینـی   ای بیخبران چه جای خواب است مرا

۲۱

آن رشـته کـه قـوت روانسـت مـرا   آرامـش جـان ناتوانسـت مـرا
بر لب چو کشی جا ن کشدم از پی آن   پیونـد چـو بـا رشتهٔ جانسـت مـرا

۲۲

یـا رب ز کـرم دری بـرویم بگشـا راهـی کـه درو نجـات باشـد بنمـا
مستغنیم از هر دو جهان کن به کـرم جز یاد تو هر چه هست بر از دل مـا

۲۳

ای دلبر ما مباش بی دل بـر مـا یک دلبر ما به که دو صد دل بر ما
نه دل بر ما نه دلبر انـدر بـر مـا یا دل بر مـا فرسـت یـا دلبـر مـا

۲۴

آن عشق که هست جزء لاینفک ما حاشا که شود به عقل ما مدرک ما
خوش آنکه ز نور او دمد صبح یقین مـا را برهانـد ز ظـلام شـک مـا

۲۵

ای کرده غمت غارت هوش دل مـا درد تو شده خانـه فـروش دل مـا
رمزی کـه مقدسـان ازو محرومنـد عشق تو فرو گفت به گوش دل ما

۲۶

مستغرق نیل معصـیت جامـهٔ مـا مجموعهٔ فعل زشت هنگامهٔ ما
گویند که روز حشر شب می‌نشود آنجـا نگشـایند مگـر نامـهٔ مـا

۲۷

مهمان تـو خـواهم آمـدن جانانـا متواریک و ز حاسـدان پنهانـا
خالی کن این خانه، پس مهمان آ با ما کس را به خانه در منشانا

۲۸

من دوش دعا کردم و باد آمینا تا به شود آن دو چشـم بادامینـا
از دیدهٔ بدخواه ترا چشم رسـید در دیـدهٔ بـدخواه تـو بادامینـا

## ردیف(ب)

۲۹

گه میگـردم بـر آتـش هجـر کبـاب گه سر گردان بحر غم همچو حباب
القصه چو خار و خس درین دیر خراب گه بـر سـر آتشـم گهـی بـر سـر آب

۳۰

در رفع حجب کوش نه در جمع کتب کز جمع کتب نمی‌شود رفع حجـب
در طـی کتـب بـود کجـا نشـهٔ حـب طی کن همـه را بگـو الـی الله اتـب

۳۱

بر تافت عنـان صـبوری از جـان خـراب شد همچو رکاب حلقه چشم از تب و تاب
دیگر چو عنان نپیچم از حکم تو سـر گر دولت پابوس تو یـابم چـو رکـاب

۳۲

کارم همه ناله و خروشسـت امشـب نی‌صبر پدیدست و نه هو شست امشب
دوشم خوش بـود سـاعتی پـنداری کفـارهٔ خوشـدلی دوشسـت امشـب

۳۳

از چرخ فلک گردش یکسـان مطلـب وز دور زمانـه عـدل سـلطان مطلـب
چون روزی پنج در جهان خواهی بود آزار دل هـیچ مسـلمان مطلـب

۳۴

بیطاعت حق بهشت و رضوان مطلب بی‌خاتم دین ملـک سـلیمان مطلـب
گر منزلت هـر دو جهـان میخـواهی آزار دل هـیچ مسـلمان مطلـب

۳۵

ای ذات و صفات تو مبـرا ز عیـوب یک نام ز اسماء تـو عـلام غیـوب
رحم آر که عمر و طاقتم رفت بباد نـه نـوح بـود تـام مـرا نـه ایـوب

۳۶

ای آینه حسن تو در صورت زیب گرداب هزار کشتی صـبر و شـکیب
هر آینه‌ای که غیر حسن تو بـود خواند خردش سراب صحرای فریـب

***

# انتخاب از:
# رباعیاتِ عمر خیام



**اصل نام: حکیم ابو الفتح عمر ابن ابراہیم الخیامی، عرف: "خیام" ۴۳۹ ھ پیدائش۔ ۵۲۶ ھ وفات**

عمر خیام ایک ایرانی فلسفی، ریاضی داں، نجومی اور شاعر تھے۔ سلجوقی دور میں نیشابور میں پیدا ہوئے۔ علم نجوم، ریاضی، الجبرا اور حکمت میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے ملک شاہی کے مشاہدے اور جلالی کیلنڈر میں اصلاح کی۔ ریاضی اور الجبرا میں ان کی تصانیف رسالہ فی شرح ما اشکل من مصادرات کتاب اقلیدس، رسالہ فی الاحتیال لمعرفہ مقداری الذہب و الفضہ فی جسم مرکب منہما، اور لوازم الامکنہ قابل ذکر ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ آپ نے ریاضی، نجوم و طب کے باریک و خشک مسائل کی تحقیق سے خستہ ہو کر محض تفریحِ طبع کے لئے رباعیاں کہی تھیں لیکن ان میں اتنی تاثیر تھی کہ عمر خیام آج دنیا میں انہی رباعیوں کی وجہ سے ہی زندہ ہے۔ ان رباعیات کا ایک تہائی حصہ دمِ حاضر کو غنیمت جان کر خوش رہنے اور زندگی کا بھرپور لطف لینے پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کی بے ثباتی، زاہدوں کی ریاکاری، سرِ آفرینش وغیرہ جیسے مسائل بھی چھیڑے ہیں۔ آپ کی رباعیاں شرق و غرب میں آج بھی کافی مشہور ہیں۔

آمد سحری ندا ز می خانهٔ ما کای رند خراباتی و دیوانهٔ ما
بر خیز که پر کنیم پیمانه ز می زان پیش که پر کنند پیمانهٔ ما

این کهنه رباط را که عالم نامست و آرامگه ابلق صبح و شامست
بزمیست وامانده صد جمشید است قصریست که تکیه گاه صد بهرامست

دل سر حیات را کماهی دانست در موت هم اسرار الهی دانست
اکنون که تو با خودی ندانستی هیچ فردا که ز خودروی چه خواهی دانست

دریاب که از روح جدا خواهی رفت در پردهٔ اسرار فنا خواهی رفت
می نوش ندانی زکجا آمده ی خوش باش ندانی که کجا خواهی رفت

هر سبزه که کنار جوئی رستست گوئی ز لب فرشته خوئی رستست
پا بر سر سبز تا بخواهی ننهی کان سبزه زخاک ماه روئی رستست

در میکده جز بمی وضو نتوان کرد وان نام که زشت شد نکو نتوان کرد
خوش باش که این پرده مستوری ما بدرید و چنان شد که رفو نتوان کرد

چون مرده شدم خاک مرا گم سازند و احوال مرا عبرت مردم سازند
پس خاک و گِلم بباده آغشته کنند وز کالبدم خشتِ سر خم سازند

من نیستم آن زرفتنم بیم آید کان نیمه مرا خوشتر ازین نیم آید
جانیست مرا بعاریت داده خدا تسلیم کنم چو وقت تسلیم آید

اين قافلهٔ عمر عجب مى گذرد نيكوست دمى كه با طرب مى گذرد
ساقى غم فرادى قيامت چه خورى درده قدح باده كه شب مى گذرد

خشت سر خم ز ملكت جم خوشتر يک جرعه مى از غذاى مريم خوشتر
آه سحرى ز سينهٔ خمارى از ناله بو سعيد و ادهم خوشتر

اسرار ازل را نى تو دانى نى من وين خط مقرمطه نى تو خوانى نى من
هست از پس پرده گفتگوى من و تو چون پرده در افتد نى تومانى نى من

_****_

(آخر کتاب)

# منابع ومصادر


| نام کتاب | مصنف/مولف | ناشر | سال اشاعت |
|---|---|---|---|

1. دریائ گوهر، جلد:۱- مهدی حمیدی، موسسه امیر کبیر، ایران ۱۳۳۳خ
2. اخلاق جلالی، ملا جلال الدین محقق، تیج کمار وارث مطبع نولکشور،لکھنو، ۱۹۵۷ء
3. تاریخ ادبیات ایران: اردو، رضا زاده شفق، ندوۃ المصنفین، دہلی ۔ سال اشاعت: ۱۹۷۹ء
4. رباعیات عمر خیام، مولوی جلال الدین احمد جعفری، مطبع: انوار احمدی الہ آباد، ۱۹۹۶ء
5. کشف المحجوب، علی ھجویری، تاجران کتب کشمیری بازار، لاھور
6. برگذیدہ شعر فارسی معاصر، جلد ۱، از دکتر منیب الرحمٰن۔
7. گلستان، شیخ سعدی، انتشارات صفی علی شاہ، ایران، ۱۳۹۶خ
8. رباعیات ابو سعید ابی الخیر مع اردو ترجمہ از مولوی محمود الحسن، لاہور ۱۹۲۴ء
9. کلیات سعدی: از سعدی شیرازی، با تصحیح ذکاء الملک فروغی، انتشارات جاویدان، ایران، ۱۳۵۱خ
10. دیوان حافظ، اردو ترجمہ: قاضی سجاد حسین، پرو گریسیو بکس، لاھور
11. مثنوی مولانا روم، دفتر اول، بترجمہ اردو قاضی سجاد حسین، ناشر: سب رنگ کتاب گھر دھلی، ۱۹۷۴ء
12. پیام مشرق، دکتر اقبال لاھوری، اعتقاد پبلشنگ ھاوس نئی دھلی، ۱۹۹۳ء
13. سیاست نامہ، بتصحیح محمد قزوینی، تصحیح مجدد مدرسی چھاردھی، چ ۲، کتاب فروشی زوار، تھران، ۱۳۴۴خ
14. سیاست نامہ، نظام ملک طوسی، بتصحیح سید رغیب حسین، پبلشرز لالہ رام نارائن لال بینی، الہ آباد، ۱۹۶۴ء
15. چھار مقالہ، نظامی عروضی، بتصحیح سید رغیب حسین، پبلیشر:رام تراین لال ارون کمار، الہ آباد، ۱۹۵۸ء

# Qand-e-Farsi

Compiled and Published by:

**Dr. Yawar Abass Mir**



Lecturer (Persian)

Nawab Sher M. Khan Institute, Punjabi University MalerKotla, Punjab



"قندِ فارسی" ایک ایسی کتاب ہے جس میں فارسی ادب کے کئی برگزیدہ ادباء و شعرا کا منتخب کلام جمع کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس طرح کی کئی کتابیں پہلے بھی منظر عام پر آئی ہیں لیکن ڈاکٹر یاور عباس کی تیار کردہ مذکورہ کتاب کی خاصیت یہ ہے کہ اسے پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ کے ایم.اے. فارسی کے نصاب کے مطابق تیار کیا گیا ہے اور ہر ادیب و شاعر کا مختصر تعارف اردو زبان میں دیا گیا ہے۔ اس سے کم سے کم یہ فائدہ ہوگا کہ کہ جو لوگ فارسی زبان سے ناواقف ہونے کے باوجود فارسی سے محبت کرتے ہیں وہ بھی فارسی کے اِن برگزیدہ ادباء و شعرا سے آشنا ہو سکتے ہیں۔ کتاب میں ادباء و شعرا کی جگہ جگہ تصاویر نے اس کتاب کی جاذبیت میں چار چاند لگا دیے ہیں جو کہ اس ضمن میں ایک عمدہ اور پہلی کوشش ہے۔

زیر نظر کتاب میں فارسی نظم و نثر دونوں شامل ہیں۔ غزلیاتِ حافظ و سعدی کی لذت بھی ہے اور مولانا رومی و جامی کے کلامِ عرفانی کا ذائقہ بھی ہے، گلستانِ سعدی کی اخلاقی مہک بھی ہے اور سیاست نامہ کی سیاسی سوجھ بوجھ بھی ہے۔ الغرض یہ رنگارنگ ادبی، تاریخی، علمی اور اخلاقی پھولوں کا ایک ایسا گلدستہ ہے جس کی خوبصورتی اور روح پرور مہک کبھی ماند نہیں پڑ سکتی۔ اس کا مطالعہ طلباء اور شائقینِ ادب کے لئے نہایت سودمند ثابت ہوگا۔

پروفیسر عراق رضا زیدی

سابق صدر، شعبۂ فارسی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دھلی

قندِ فارسی

ISBN 978-93-5996-444-7

